اسلام میں عورت کی عظمت

از

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت پرتاپ گڑھی (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) مدیر دار العلوم محمدیہ بنگلور

مرتب

مولانا مفتی محمد ارشد جمیل رشیدی جونپوری بنگلوری

صدر المدرسین دار العلوم محمدیہ بنگلور

مکتبہ طیبہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

نام کتاب : اسلام میں عورت کی عظمت
از : حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ
مرتب : مولانا مفتی ارشد جمیل رشیدی رجولی، دربھنگوی
کتابت وتزئین : عبیدالرحمٰن قاسمی حبان گرافکس بنگلور
صفحات : 312
تعداد : گیارہ (۱۱۰۰) سو
قیمت : ....روپے
ناشر :

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA
#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

☆☆☆

بحمد للہ تعالیٰ ''اسلام میں عورت کی عظمت''

کا

ثواب اور انتساب

میرے پیر ومرشد، حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی عمت فیوضہم کی والدہ مغفورہ کے نام معنون کرتا ہوں کہ جن کی آغوش شفقت میں حضرتِ والا نے پرورش پائی۔ والدہ مرحومہ ومغفورہ کی تربیت اور دعائے سحر گاہی کی بدولت آج ''حبیب الامت'' کے مبارک خطاب سے معروف ہیں اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایۂ عاطفت مجھ ناکارہ پر تادیر قائم ودائم رکھے۔ اور والدہ صاحبہ کے درجات کو اپنی شایانِ شان بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین!

خاکپائے آستانہ

حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ

محمد ارشد جمیل رشیدی دربھنگوی

خانقاہ رحیمی بنگلور

۲۵؍شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ، ۲؍ستمبر بروز پیر

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

اسلامی معاشرے میں عورت کو وہ بلند مقام و مرتبہ اور عظمت حاصل ہے اور وہ عزت و احترام کے اس منصب پر فائز ہے کہ جس کا تصور بھی دیگر مذاہب میں محال ہے کیونکہ اسلام نے عورت کو ہر حیثیت میں وقار بخشا ہے۔اسے معاشرے میں باعزت مقام دیا، کہیں بیٹی، کہیں ماں، کہیں بیوی اور کہیں بہن جیسے عظیم الشان رشتوں کے حقوق کی تکمیل کی، عورت کو گھر کی ملکہ بننے کا اعزاز دیا، تین بچیوں کی تربیت کرنے پر جنت کی خوش خبری دی، ماں کے قدموں تلے جنت کی بشارت دی۔اک نسل کی تربیت کی ذمہ داری بظاہر نازک سا وجود رکھنے والی اسی عصمت کے پیکر کو سونپی گئی۔تو سوچئے کہ عفت وحیا کا یہ مجسم اپنے اندر کس قدر جاہ وجلال رکھتا ہوگا۔

مگر ہم سب کے لئے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ہی معاشرے میں اسی باوقار عورت کو کیا سے کیا بنا دیا گیا ہے۔غیر مسلم ممالک کی نقالی اور بظاہر ترقی کی دوڑ میں عورت اپنی قدر و منزلت کھو رہی ہے۔اپنی اصل ذمہ داریوں کو بھول رہی ہے۔اپنی حدود پار کر رہی ہے۔مسلسل زوال پذیر ہے۔یہ ہم سب کے لئے غور و تدبر کا مقام ہے ایسے میں ضروری تھا کہ اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھایا جائے اور اسوۂ رسول ﷺ، اسوۂ امہات المومنین رضی اللہ عنہن، اسوۂ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم وصحابیات رضی اللہ عنہن کو اپنایا جائے۔اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ کتاب بعنوان

’’اسلام میں عورت کی عظمت‘‘ ترتیب دی گئی ہے، جس میں عورت کی زندگی کے درجات، عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک، عورت اسلام اور اہل مغرب کی نظر میں، اسلام میں عورت کا مقام، نکاح کی ضرورت واہمیت اور موجودہ رائج اطوار وعادات، اور عورتوں کے حقوق کے متعلق مغربی ممالک اور اپنے آپ کو روشن خیال سمجھنے والے کے باطل خیال کو بیان کرکے قرآن وسنت کے مطابق ان کا تدارک کیا گیا ہے۔

یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں بلکہ محبّ ومربی شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ تعالیٰ کی مجالس میں پڑھ کر سنائے گئے مضامین اور حضرت والا کی زبان سے صادر ہونے والی مفید اور اچھی باتوں کا مجموعہ ہیں جن کو حضرتِ والا نے پسند فرمایا جنہیں معمولی ترمیم واضافہ کے ساتھ جمع کرکے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا جنہیں آپ نے دیکھ کر سراہا اور اغلاط کی نشاندہی فرمائی اور پھر اشاعت کی اجازت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، نافع عام وتام فرمائے اور ذریعہ آخرت بنائے، آمین ثم آمین!

خاکپائے آستانہ حبیب الامت

محمد ارشد جمیل رشیدی دربھنگوی

خانقاہ رحیمی بنگلور خادمِ تدریس دارالعلوم محمدیہ بنگلور

۲۵؍شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ، ۲؍ستمبر بروز پیر

تاثرات

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم، اما بعد.

اللہ رب العزت کا کروڑوں کروڑوں احسان ہے کہ اس نے اس حقیر فقیر کو علمائے کرام اور طلبائے عزیز کے درمیان رہائش عطا فرمائی۔ کبھی بعد نماز فجر کبھی بعد نماز عصر اور ہر جمعہ کو بعد نمازِ جمعہ مجلس ہوتی ہے اس میں یہ عاجز جو کچھ عرض کرتا ہے یا پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔اس کو میرے مخلصین قلمبند کر لیتے ہیں۔

محبی ومکرمی عزیزالہ مفتی محمد ارشد جمیل صاحب زید قدرہ ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں کہ اس فقیر کی زبان سے جو بھی اچھی باتیں صادر ہوں یا جو مضامین پڑھ کر سنائے جائیں ان کو ضبط کر لیں۔ ایسے مضامین کا یہ مجموعہ موصوف نے جمع فرما کر ترتیب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور مجھ ناچیز کے لئے بھی ذخیرہ آخرت بنائے آمین اور عوام الناس کے لئے نافع بنائے۔ آمین!

خادم

آستانہ حضرت حاذق الامت

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

خانقاہ رحیمی بنگلور، کرناٹک

۲۷/شوال المکرم ۱۴۳۴ھ

مطابق ۴/ستمبر ۲۰۱۳ء بروز بدھ

بیٹیوں کے مشفق باپ
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امِ ایمن برکہ نامی خاتون بڑی تیزی کیساتھ مکہ کے بازاروں سے گزر رہی ہیں۔ خوشی وفرحت سے ان کا چہرہ تمتمایا ہوا ہے۔ اچانک وہ ایک خاتون سلیمہ خزاعیہ سے ٹکرا جاتی ہیں۔ سلیمہ غزاعیہ ناراض ہوکر امِ ایمن پر چیختی ہیں۔ امِ ایمن ! کیا ہوگیا ہے؟ تم اتنی تیزی سے کہاں بھاگی جارہی ہو؟ میں ''الصادق الامین'' محمد کو خوشخبر دینے جارہی ہوں کہ انکی اہلیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا الطاہرہ نے چوتھی بیٹی کو جنم دیا ہے۔ (مارے حیرت واستعجاب کے سلیمہ خزاعیہ کا منھ کھلا کا کھلا رہ جاتا ہے) کیا تم انہیں چوتھی بیٹی کی خبر دینے والی ہو؟ جی ہاں! (تھوڑا قریب آکر رازدارانہ انداز میں) امِ ایمن! مجھے سچی بات نہیں بتاؤ گی؟ کس بارے میں؟ یہی کہ تمہارے مالک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی چوتھی بیٹی کی خبر سنکر کیا ردعمل ہوگا۔ (ہنستے ہوئے) تمہارے اس سوال نے مجھے وہ دن یاد دلا دیا جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی پہلی بیٹی زینب کو جنم دیا تھا اور مجھ سے کہا گیا تھا کہ یہ خبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سنا آؤں۔ میں خوف وہراس اور اندیشوں میں گرفتار

آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو مجھے توقع تھی کہ اس معصوم نومولود کا مقدر اور لوگوں کی بچیوں کی طرح ایک گہرے گڑھے میں زندہ دفن ہونا ہے۔ لیکن سلیمہ! وہاں میں نے جو معاملہ دیکھا اس نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ کیا ہوا تھا؟ ارے جیسے ہی محمد ﷺ نے سنا کہ ان کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے بیٹی کو جنم دیا ہے انکا چہرہ کھل اٹھا اور مارے خوشی کے تقریباً دوڑ کر انہوں نے بیٹی کو گلے سے لگا لیا۔ مجھے تو ایسا لگ رہا تھا کہ گویا انہیں اس بچی کی شکل میں سعادت کی کنجی ہاتھ آ گئی ہے۔ انہوں نے بچی کو چوما، سینے سے لگا کر بھینچا اور بچی کی والدہ کو مبارک بادی، پھر پہلا کام یہی کیا کہ قربانی کے جانوروں کو ذبح کر کے اچھا خاصہ عقیقہ کا دستر خوان بچھا دیا۔ جی ہاں محمد ﷺ کا رد عمل کچھ ایسا ہی تھا۔'' ام ایمن برکہ نے اتنا کہہ کر دوبارہ اپنی راہ لی۔ جب کہ سلیمہ خزاعیہ چہرہ نیچے کیئے گہری سوچ میں پڑ گئیں، وہ سوچ رہی تھیں کہ انہیں تین بار اپنی چھوٹی چھوٹی بچیوں کی موت کا غم اٹھانا پڑا ہے، کیوں کہ انکے شوہر کو لڑکیاں پسند نہیں اور وہ ہمیشہ نوزائیدہ بچی کو زندہ در گور کر دیتا ہے۔ اسکی سنگ دلی اور قساوت اور درجہ پہنچی ہوئی ہے کہ دفن ہوتے ہوئے جگر کے ٹکڑوں کے رونے چلانے سے بھی وہ نہیں پسیجتا اور خود سلیمہ کی ہزار منتوں اور فریادوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ یہ قساوت صرف انہی کے شوہر کیساتھ خاص نہیں بلکہ اس وقت کے عرب معاشرے میں لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا فیشن سا بن گیا تھا اور قبر کے گڑھے کو لڑکیوں کی سسرال مانا جانے لگا تھا۔ (واقعہ کی تفصیل کیلیئے دیکھیں: کتاب المحبر، ابن حبیب ؒ ص: ۳۱۰)

لڑکیوں کے متعلق حضور ﷺ کا موقف

لڑکیوں کی ولادت کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا موقف وہی تھا جو کسی دردمند انسانی باپ کا ہونا چاہیئے۔ آپ ﷺ بیٹیوں کی پیدائش کا نہایت خوشی

وشادمانی سے خیر مقدم کرتے تھے۔ دنیا کے تمام سخت دل اور رحمت سے خالی والدین کیلئے آپ ﷺ کا رویہ ایک عملی سبق ہے، جو یاد دلاتا ہے کہ بیٹی کی شکل میں جنت کا پھول ان کی گود میں اسلیئے ڈالا گیا ہے کہ اسکے سبب دلوں میں مامتا ابھر آئے اور والدین اسکی اچھی تعلیم وتربیت کو اپنے لئے وسیلۂ مغفرت وخوشنودی رب بنالیں۔

اس وقت کے عرب معاشرے میں عورت کی حالت کیا تھی اس کا اندازہ ارشاد باری سے کیجئے: ''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منھ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا مٹی میں دبا دے؟ دیکھو کیسے برے حکم ہیں جو یہ اللہ کے بارے میں لگاتے ہیں''۔ (ترجمہ سورہ النحل: ۵۸-۵۹)

نور نظر ولختِ جگر بیٹیاں

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے چار بیٹیوں سے نوازا تھا۔ ان کے اسمائے گرامی بالترتیب: زینب، رقیہ، ام کلثوم، اور فاطمہ رضی اللہ عنھن ہیں۔ یہ چاروں بیٹیاں رسول اللہ ﷺ کی شفقت ومحبت کے سائے میں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مادرانہ توجہ واہتمام کے ساتھ بڑی ہوئی تھیں۔ گھر کا ماحول پاکیزہ اور خانگی فضا شرافت وبزرگی سے معطر تھی۔

بڑی بیٹی کی شادی خالہ زاد بھائی حضرت ابوالعاص بن الربیع سے ہوئی، دوسری اور تیسری بیٹی کی شادی رسول اللہ ﷺ کے چچا ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوئی تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صغرِ سنی کی وجہ سے گھر ہی میں مقیم تھیں۔ آپ ﷺ کی بعثت ونبوت کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور چاروں بیٹیاں ایمان کی

دولت سے بہرہ ور ہوگئیں۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے، لیکن قریش اس کو نہ ماننے پر بضد اور کوشش کر کے اس دعوت کو روکنے کے لئے سرگرداں تھے۔ اسی سلسلے میں صلاح ومشورے کیلئے قریش کے سربراہوں کی مجلسیں ہوتی رہتی تھیں۔ ایک روز دوران مشورہ کسی سرپسند نے کہا: ''دراصل تم نے محمد کو خانگی جھمیلوں سے چھٹکارا دے رکھا ہے۔ اگر ایسا ہوجائے کہ اس کی بڑی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص طلاق دے اور رقیہ رضی اللہ عنہا وام کلثوم رضی اللہ عنہا کو عتبہ اور عتیبہ چھوڑ دیں، تو محمد ﷺ اپنے خانگی مسائل میں الجھ کر اس نئی بدعت کو چھوڑنے پر مجبور ہوجائے گا''۔

حضور ﷺ کا رحیم دل لہولہان

مشورہ سے اس تجویز کو پاس کرلیا گیا اور آپ ﷺ کے تینوں دامادوں سے اس کے متعلق بات کی گئی۔ تینوں دامادوں کو اس پنچایتی حکم کی تعمیل میں تردد تھا کہ ہر ایک اپنی شریک حیات کی خوبیوں کا معترف اور ان سے محبت رکھتا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ ان کی بیویوں کا نعم البدل ملنا ناممکن ہے نیز یہ کہ ان کا ضمیر کسی دوسری بیوی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس موقع پر ابولہب کی کافر وملعون بیوی نے حسد وکینہ دکھاتے ہوئے زعمائے قریش کے اس حکم کی تعمیل کیلئے دونوں بیٹوں کو مجبور کرنا شروع کردیا۔ اس بدبخت کی دھمکی تھی کہ میرا دودھ تمہارے سر حرام ہے اگر تم محمد ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے کر واپس اس کے گھر نہیں بھیجتے۔ ماں باپ اور قبیلے کے دباؤں میں ابولہب کے دونوں بیٹوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا واپس اپنے میکے تشریف لے آئیں۔ قریش کے چلائے اس تیر سے آپ ﷺ کا شفیق ورحیم دل کس درجہ لہولہان ہوا ہوگا۔ سمجھا جاسکتا ہے۔ بارگاہِ ایزدی سے جلد ہی فیصلہ ہوا اور دونوں دختران زیادہ دنوں تک میکے میں بیٹھی نہ رہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دوہرے داماد

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بہت جلد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غنی سے ہوگیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل میں اتنا جان لیجئے کہ آپ قبیلۂ قریش کے نہایت عالی نسب اور متمول خاندان سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے آٹھ اسلام لانے والوں میں سے ہیں اور جن دس صحابہ رضی اللہ عنہ کو دنیا میں رہتے ہوئے جنتی ہونے کی بشارت ملی۔ آپ ان میں سے ایک ہیں۔ سیرت کی کتابوں میں آپ کو دو ہجرتوں والا۔ (ذوالہجرتین) بھی کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مظالم سے تنگ آکر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ملک حبشہ ہجرت کی تھی۔ اس طرح سے زوجین کا یہ جوڑا سب سے پہلے تاریخ اسلام میں ہجرت کرنے والا جوڑا بن گیا۔ مدینہ کے دارالہجرت قرار پاجانے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ رضی اللہ عنہا نے وہاں بھی ہجرت کی۔ مدینہ ہجرت کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار ہوگئیں اور اسی مرض میں آپ کی وفات بھی ہوئی۔ مورخین کہتے ہیں کہ آپ کی وفات خاص اسی دن واقع ہوئی جس دن معرکۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح مندی کی خبر لانے والا قاصد مدینہ منورہ پہنچا تھا۔ (السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام: ۲/۲۸۵) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی پیاری شریک حیات کا صدمہ برداشت نہیں کر پارہے تھے۔ ان کی دانست میں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دامادی وقرابت کا رشتہ منقطع ہوگیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دِگرگوں حالت کو دیکھتے ہوئے خیریت پوچھی تو فرمایا: جو مجھ پر گزری ہے کیا وہ کسی اور پر بھی گزری ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی میرے عقد میں تھیں۔ وفات پاگئیں جس سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے، مزید یہ کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرابتِ دامادی کا رشتہ بھی ختم ہوگیا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تسلی دی اور ان کا نکاح تیسری بیٹی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے کردیا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں تا زندگی باقی رہیں تا آنکہ چھ سال بعد سن ۹ ھ میں آپ کی وفات بھی ہو گئی۔ (ذوالنورین عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان، عباس محمود العقاد: ص: ۷۸-۷۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے داماد حضرت ابوالعاص

پیچھے گذر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے داماد- حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر- کا نام حضرت ابوالعاص تھا۔ قریشی خاندان کی کسی بھی لڑکی سے شادی کرانے کا لالچ دیا تھا۔ حضرت ابوالعاص کا جواب نفی میں تھا اور انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا، میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ کر قریش کی کسی عورت کو اپنے عقد میں لاؤں''۔ (الافراد، دار قطنی: ۸۲/۳)

غزوہ بدر کے قیدی

زمانہ تیزی سے گزرتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار چچا ابوطالب وفات پا گئے۔ کچھ ہی عرصہ بعد ہر غم کی غمگسار شریک زندگی بھی داغ فراق دے گئیں۔ قریش کی ایذا رسانی عروج کو پہنچی تو پردۂ غیب سے مدینہ منورہ کے حق میں فیصلہ ہو گیا کہ اب یہی شہر یثرب دعوت اسلام کا مرکز بنے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینے میں ایک صاحب خانہ کی مانند اطمینان وسکون سے اقامت گزیں ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد قریش کی چھیڑ چھاڑ کے نتیجے میں ''غزوہ بدر'' کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا جس میں قریش کے بڑے بڑے سرغنہ اور شہسوار کام آئے اور بڑی تعداد میں قریشی جنگجوؤں کو قیدی بنایا گیا۔ ان قریشی قیدیوں میں ایک نام حضرت ابوالعاص کا بھی تھا جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے اور جنگ بدر میں کفار قریش کی جانب سے لڑنے آئے تھے۔ قریش نے قیدیوں کا فدیہ دینا شروع کیا تو ابوالعاص کے بھائی بندوں نے بھی ان

کے فدیہ کی رقم اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔ ایک قیدی کا فدیہ چار ہزار درہم منظور ہوا تھا۔ حضرت ابوالعاص کے فدیہ میں ان کی بیوی اور دختر رسول اللہ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے درہموں میں کمی کی وجہ سے ایک قیمتی ہار بھی بھیجا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک قیمتی گلے کا ہار تھا۔ جو ساس 'حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا' نے رخصتی سے کچھ پہلے اپنے داماد حضرت ابوالعاص کو ہدیہ دیا تھا۔ مورخ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ابوالعاص کے فدیہ میں آئے مال کے اندر جب آپ ﷺ کی نظر اس ہار پر پڑی تو آپ ﷺ نے شدید رقت طاری ہوگئی۔ اور اسی حالت میں صحابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اگر (میری خاطر) تمہاری رائے بنتی ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کے قیدی کو چھوڑ دو اور اس کا بھیجا مال اسے لوٹا دو تو ضرور کردو''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے منشائے رسالت ﷺ کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابوالعاص کو جانے دیا اور ان کے فدیہ کی رقم بھی واپس کردی۔ (السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام: ۲/۲۲۵)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کو پناہ دی

حضرت ابوالعاص کو آزاد کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو مدینہ آنے دیں گے۔ حضرت ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر اپنے بھائی ''کنانہ'' کی ہم رکابی میں علی الاعلان حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ کے لئے روانہ کردیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اونٹ کے اوپر ہودج میں تشریف فرما تھیں کہ قریش کے شیطان صفت سردار ''ہبار بن الاسود'' اور اس کے کچھ لوگوں نے راستہ روک لیا۔ ''ہبار'' کے ہاتھوں میں نیزہ تھا جس سے وہ بار بار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مارنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیٹ سے تھیں، ہبار کی آپا دھاپی میں آپ ہودج سے گر گئیں اور حمل ساقط ہوگیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دیور ''کنانہ'' نے

جب یہ ماجرا دیکھا تو انہوں نے ترکش کے تیر نکال کر آگے رکھ لئے اور کہا کہ اب اگر کسی نے قریب آنے کی جرأت کی تو اس کے سینے میں تیر اتار دیں گے۔ لوگ بات بڑھتی دیکھ کر چیخنے چلانے لگے۔ اسی اثنا میں اس وقت قبیلۂ قریش کے سردار ''ابوسفیان'' وہاں آگئے اور انہوں نے سر عام دن میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ لے جانے کے عمل کو غلط ٹھہرایا۔ انہوں نے ''کنانہ'' سے گزارش کی کہ فی الوقت وہ گھر لوٹ جائیں اور جب ماحول پرسکون ہو جائے تو رات میں کسی پہر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینہ کے لئے نکلیں۔ پھر ایسا ہی کیا گیا۔

بعد میں ایک موقع پر جب حضرت ابوالعاص ایک قافلہ کو لے کر مکہ تشریف لا رہے تھے تو ان کی مٹھ بھیڑ حضرت زید بن حارثہ کے زیر قیادت بھیجی ہوئی ایک اسلامی ٹکڑی سے ہو گئی۔ اسلامی سریہ کے افراد نے شام سے آ رہے اس قافلے پر قبضہ کر لیا۔ حضرت ابوالعاص کسی طرح اپنی جان بچا کر مدینہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے اور ان کی پناہ طلب کی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے مشرک شوہر کی حالت کو دیکھا اور مسجد نبوی تشریف لائیں۔ اس وقت مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی تکبیریں کہہ رہے تھے اور لوگ بھی ایسا ہی کرتے جاتے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہاں بلند آواز میں چیخ کر کہا: ''اے مسلمانوں! میں نے ابوالعاص بن الربیع کو امان دی ہے''۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے سلام پھیرا تو فرمایا: کیا تم لوگوں نے وہی سنا ہے جو میں نے سنا؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم اس معبود برحق کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، تمہارے اور میرے اس سننے سے پہلے مجھے ماجرے کا قطعی علم نہ تھا اور بے شک مسلمانوں کا ادنیٰ سے ادنیٰ فرد بھی پوری جماعت کی طرف سے کسی کو امان یا پناہ دے سکتا ہے''۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ہٹ کر اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''میری

بیٹی! اچھی طرح اس کی مہمان نوازی کرنا، مگر یاد رہے تم اس کیلئے حلال نہیں ہو، اس لئے وہ تم سے کسی قسم کا تعلق نہ بنا پائے"۔(السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام:۲/۲۴۴)

ابوالعاص کا قبول اسلام اور اولاد

عام مسلمانوں نے بھی حضور رسالت مآب ﷺ کے پاس خاطر میں ابوالعاص کا سامان تجارت انہیں واپس لوٹا دیا۔ ابوالعاص اموال تجارت کو لے کر لوٹ آئے اور آتے ہی ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کرنا شروع کر دیا۔ سب کی امانتیں اور حقوق ادا کرنے کے بعد انہوں نے قریش کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا: "مدینہ میں رہتے ہوئے مجھے قبول اسلام سے جو چیز روکے ہوئے تھی وہ یہ کہ تم میرے تئیں بدگمانی نہ کرنے لگو اور کہتے پھرو کہ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے قبول ایمان کا مقصد یہ تھا کہ وہ ہمارا تجارتی مال ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے تمہارے اموال اور سامان تجارت تمہیں لوٹا دیا ہے اور فارغ ہوں، تو اب میں اسلام لے آیا ہوں" اس کے بعد انہوں نے مدینہ منورہ کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو اپنے اسلام لانے کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار کیا اور تعریف فرمائی اور بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو جو پہلے سے ان کے نکاح میں تھیں حوالے کر دیا۔ اس واقعہ کے ٹھیک ایک سال بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور پس ماندگان میں اپنے شوہر کے علاوہ ایک بیٹے علی اور ایک بیٹی امامہ کو چھوڑا۔ یہ دو بچے ایک وفا شعار بیوی کی طرف سے اپنے محبوب شوہر کیلئے سامان تسلی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی بیٹی "امامہ" ہو بہو اپنی والدہ ماجدہ پر تھیں۔ اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنے لخت جگر کے غم کو امامہ کی محبت و موانست کے ذریعہ ہی کم کرتے تھے۔

صحیحین میں مروی ہے کہ آپ ﷺ امامہ کو کاندھوں پر بٹھاتے اور اسی حالت میں نمازیں پڑھ لیا کرتے۔ جب سجدے کی حالت میں پہنچتے تو انہیں اتار کر ایک طرف

رکھ دیتے اور دوبارہ کھڑے ہوتے وقت انہیں پھر گود میں اٹھا لیتے: (كَانَ يَحْمِلُهَا عَلَى عَاتِقِهِ وَيُصَلِّيْ بِهَا فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا حَتّٰى يَقْضِيَ صَلاتَهُ ثُمَّ يَعُوْدُ فَيَحْمِلُهَا) (صحیح بخاری: ۵۶۵۰، صحیح مسلم: ۱۲۴۱) اللہ کے رسول ﷺ کی چوتھی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراؓ ہیں جن کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کا تبصرہ ہے کہ "میں نے فاطمہؓ سے افضل کسی کو نہ پایا۔ (معجم اوسط طبرانی: ۱۳۷) پھر انہی کے بارے زبان رسالت ﷺ سے صادر ہوا ہے کہ: "فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں" "فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" (صحیح بخاری: باب مناقب فاطمہؓ: ۵۹۲۸، صحیح مسلم: ۶۴۶۷) اور یہ کہ: "فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے لہٰذا جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا"۔ "فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِيْ" (صحیح بخاری: ۳۵۱۰، صحیح مسلم: ۶۴۶۱)

حضور ﷺ کی طرف سے حضرت فاطمہؓ کو خوش خبری

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جب فاطمہؓ خدمت میں حاضر ہوتی تو آپ ﷺ اٹھ کر استقبال کرتے، بوسہ لیتے اور اپنے پاس بٹھاتے اور اگر آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو فاطمہؓ کھڑی ہو کر خیر مقدم کرتیں، پیشانی چومتیں اور اپنے قریب بیٹھنے کو کہتی تھیں۔ (سنن ترمذی: ۲۷۲۶)

حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ گھر تشریف لائیں تو ان کے چلنے کا انداز بالکل ان کے والد ﷺ جیسا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں دیکھ کر خیر مقدم کیا اور اپنے داہنے بٹھایا اور پھر کان میں کچھ سرگوشی کی جسے سن کر فاطمہؓ رو پڑیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ ان کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ میں (حضرت عائشہؓ) نے دل میں کہا کہ آج تک اتنی جلدی غمگین ہونے پھر خوش ہو جانے کا معاملہ نہیں دیکھا۔ بعد ازاں میں نے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان سرگوشیوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاں نہیں کرسکتی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے دوبارہ اس بارے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، تب انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا تھا کہ ''حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ ایک بار قرآن کا دور کرتے تھے لیکن انہوں نے اس سال دو بار کیا ہے۔ جس سے مجھے لگتا ہے کہ میری وفات قریب ہے۔ تم میرے اہل خانہ میں سب سے پہلے مجھ سے آملوگی اور میں تمہارے لئے بہترین سلف بن کر تمہارا منتظر رہوں گا'' میں یہ سن کر رو پڑی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہانوں میں عورتوں کی سردار بن جاؤ؟ میں یہ سنکر ہنس پڑی تھی۔ (صحیح بخاری: ۵۹۲۸، صحیح مسلم: ۶۴۶۷)

اسلام کی مخفی دعوت کا آغاز

ماہ وسال اسی طرح گزرتے رہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کی چالیسویں دہلیز پار کر گئے۔ اب غیب کا اشارہ ہوا کہ اللہ کی وحی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل کی جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے دعوت میں قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی طرف مخفی دعوت دینا شروع کردی اور اسی حالت میں تین سال گزر گئے۔ اس کے بعد اسلام کی دعوت کو ظاہر کرنے کا حکم نازل ہوگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری دعوت کا آغاز کرتے ہوئے ایک مختصر سی کھانے کی نشست رکھی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ اقارب واعزہ کے سامنے اپنے رب کا پیغام کھول کھول کر بیان کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارتے اور فرماتے تھے: اے بنو عبد مناف میں اللہ کے مقابلے میں تمہاری کوئی مدد نہ کرسکوں گا۔ اے چچا عباس بن عبد المطلب، اے

پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب ، اے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ میں تم میں سے کسی کو بھی اللہ کے مقابلے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا''۔ (السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام:۲/۲۴۷)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہمہ وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہیں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچپن میں قریش کی ظالمانہ حرکتوں اور تکلیف دہ اذیتوں کو بے حد انگیز کیا ہے۔ مسلمانوں کے اجتماعی مقاطعہ اور سوشل بائیکاٹ کے بعد جب سارے مسلمان ''شعب ابوطالب'' میں محصور ہو گئے تھے تب بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ ہی تھیں۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ کعبہ کے سائے میں مشرکین و کفار چیخ چیخ کر آپ ﷺ سے مجادلہ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کیا تو ہی ہے جو ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسا ایسا کہتا ہے''۔ (سنن ترمذی:۳۳۴۹)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ وقت بھی دیکھا تھا جب کسی بدبخت نے چادر کو گردن میں بل دے کر آپ ﷺ کا گلا گھونٹنا چاہا تھا اور خوں آشام درندوں کے غول کی طرح قریشی سردار اس کی ہمت بڑھا رہے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے دور ہٹا کر کہتے جاتے ہیں کہ کیا تم کسی کو اسلئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب بتاتا ہے''۔ (صحیح السیرۃ النبویۃ، ابراہیم علی، ص۹۶)

حضرت فاطمہ ان سب واقعات کی عینی شاہد تھیں۔ یہ واقعات ان کے معصوم دل پر کیا ستم ڈھاتے رہے ہوں گے اندازہ کیا جا سکتا ہے آپ ان واقعات کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر روتی تھیں۔ اور آپ ﷺ ان کو دلاسے دیتے تھے۔ آپ نے وہ دن بھی دیکھا تھا جب عقبہ بن ابی معیط نامی ایک شیطان صفت نے مردار اونٹ کی اوجھڑی لا کر عین سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کے اوپر ڈال دی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر کم عمر بیٹی سے رہا نہ گیا اور وہ کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور اپنے ہاتھوں

سے اونٹ کی یہ اوجھڑی کمرِ مبارک سے ہٹادی۔ ان کی زبان سے ان شیطانوں کے لئے بددعائیں نکل رہی تھیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے چہرۂ انور اٹھا کر بددعا دی اور فرمایا: اے اللہ تیرے حوالے کیا قریش کے سرداروں کو، ابوجہل، عتبہ، شیبہ، عقبہ بن ابی معیط، ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف کو''۔ (صحیح بخاری: ۵۲۰)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی اور دعاء

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کردی۔ جس رات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے پانی مانگ کر وضوفرمایا اور استعمال شدہ پانی کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اوپر انڈیل دیا اور فرمایا: ''اے اللہ! ان دونوں میں برکت دے اور ان دونوں پر برکت رکھ اور ان دونوں کی ذریت میں بھی برکت فرما''۔

''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْھِمَا وَبَارِکْ عَلَیْھَاوَبَارِکْ لَھُمَا فِیْ نَسْلَھُمَا''

(طبقات ابن سعد: ۱۴۲/۵-۱۴۵) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے دو بیٹے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اور دو بیٹیاں زینب رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا تولد پذیر ہوئے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو چاروں بچوں سے بڑی محبت تھی، تاہم آپ ﷺ کو خصوصی محبت حسن اور حسین سے تھی۔ آپ اکثر ان کو گود میں لے کر فرماتے تھے: ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان کو اپنا محبوب بنالے''۔ (سنن ترمذی فی المناقب: ۳۷۶۹)

حضور ﷺ کی شفقت اور محبت

روایات میں آتا ہے کہ ایک روز اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ہر ایک نے

دوسرے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قریب کر لیا اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ پھر ان دونوں کو اپنی چادر میں ڈھانپ لیا اور آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا''۔ (احزاب:۳۳) ''اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی ﷺ سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے'' پھر فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت و اہل نسبت ہیں تو ان سے گندگی کو دور کر دے''۔

(صحیح مسلم:۶۴۱۴، سنن ترمذی:۳۲۰۵)

ایک بدوی نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے نواسہ کو بوسے دے رہے ہیں تو اس نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''میرے دس بیٹے ہیں لیکن میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا''۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو رحمت سے محروم ہوتا ہے اس کے ساتھ رحمت کا معاملہ نہیں کیا جاتا''۔ (صحیح بخاری:۵۶۵۱) مرض الوفات میں جب آپ ﷺ کی تکلیف بیحد بڑھ گئی تھی، تو تکلیف کی شدت کو دیکھتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے منھ سے بے اختیار نکل گیا کہ ہائے میرے ابا جان کی تکلیف! یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: ''بیٹی! تمہارے والد کو آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہوگی'' وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روتے ہوئے کہتی تھیں کہ: ''میرے ابا جان نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہا، جنت الفردوس ہی اب آپ کا ٹھکانہ ہے، آج ان کی خبر وفات ہم جبرئیل کو سناتے ہیں''۔ آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی تھیں کہ: کیا تم لوگوں کو گوارا ہے کہ اپنے رسول کے رخ انور پر مٹی ڈالو....؟ (صحیح بخاری:۴۱۹۳) اللہ کے رسول ﷺ کے دار فانی سے رحلت کرنے کے ٹھیک چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بلاوا بھی آ گیا اس طرح آپ خانوادہ رسول میں سب سے پہلے اپنے والد سے ملنے والی بن گئیں۔ (صحیح بخاری:۲۹۲۶)

آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بیٹے بھی تولد ہوئے جن کا نام قاسم اور عبداللہ تھا۔ پہلے بیٹے کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم تھی جب کہ دوسرے بیٹے کی ولادت نبوت کے بعد ہونے کی وجہ سے ان کا لقب الطاہر اور الطیب پڑ گیا تھا۔ (الاصابۃ: ۸/۶۱) دونوں بیٹے چھوٹی عمر ہی میں وفات پا گئے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت قاسم چلنے لگے تھے لیکن ان کی مدت رضاعت پوری نہیں ہو پائی تھی کہ وفات ہو گئی۔

ان کے علاوہ ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ ابراہیم کو اپنے والد محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی مشابہت تھی اور مرور ایام کے ساتھ یہ مشابہت ومماثلت بڑھتی جا رہی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے نہایت تعلق خاطر تھا۔ جس کا ایک بہ ظاہر سبب یہ ہوسکتا ہے کہ ابراہیم کی ولادت، باستثنائے فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام بچوں کی موت کے بعد ہوئی تھی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابراہیم کے ساتھ محبت ومودت کا یہ سلسلہ زیادہ ایام تک نہ چل سکا اور وہ سخت مرض میں مبتلا ہو گئے۔ جاں کنی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری دیدار کے لئے بلایا گیا تو شدت تاسف والم کی وجہ سے اپنے آپ کھڑے نہ ہو سکے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیا اور نخلستان تک لائے جس میں حضرت ابراہیم کو رکھا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو دیکھا کہ اپنی ماں کی گود میں آخری سانسیں لے رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اٹھا کر اپنی گود میں لٹا لیا۔ مارے غم کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلیجہ چھلنی تھا اور چہرے کے خدوخال ضبط غم کی وجہ سے متاثر ہو گئے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا کہ: "اے ابرہیم! ہم تمہارے بدلے میں اللہ سے کچھ اور

نہیں چاہتے''۔ اس کے بعد آپ ﷺ پر خاموشی طاری ہوگئی اور آنکھیں بہنے لگیں۔ ابراہیم نے آخری ہچکی لی اور طائرِ روح نفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ والدہ ماجدہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور خالائیں چیخیں مار کر رونے لگیں۔ لیکن رسول ﷺ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔

(حیاۃ محمد ﷺ محمد حسین ہیکل، ص: ۴۶۴)

حضرت ابراہیم کی وفات پر آپؐ اشک بار ہوگئے

جب زندگی سے خالی ابراہیم کے جسد خاکی کو تدفین کیلئے لایا گیا تو آپ ﷺ کی آنکھیں بے تحاشا برسنے لگیں، روتے جاتے اور فرماتے: ''اے ابراہیم! اگر موت کا معاملہ حق اور حتمی وعدہ نہ ہوتا اور ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ ہمارے اول و آخر ایک روز مل جائیں گے تو یقیناً ہمارا غم اس سے کہیں زیادہ ہوتا''۔ اتنا کہہ کر آپ ﷺ چند لمحات کے لئے خاموش ہوئے پھر فرمایا: ''بیشک آنکھیں اشک بار ہیں، دل سوگوار ہے مگر ہم تو وہی کہیں گے جو ہمارے رب کو راضی رکھے۔ لیکن ابراہیم! سچی بات یہ ہے کہ ہم تمہاری جدائی پر بیحد غمگین ہیں''۔ (صحیح بخاری: ۱۳۰۳، صحیح مسلم: ۶۱۶۷) فرزند رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیم کی وفات کے دن سورج گرہن ہو گیا تھا۔

عام مسلمانوں نے اس کو ایک معجزہ خیال کیا اور کہنے لگے کہ یہ آفتاب گرہن ابراہیم کے مرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ ایک سچے نبی کی طرح یہ بات ناگوار گزری اور آپ ﷺ نے مجمع عام میں خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ: ''یہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی بہت سی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی متنفس کی موت و حیات کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے۔ چنانچہ جب تم ایسا ہوتے دیکھو تو تیزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز کی طرف بھاگو''۔ (صحیح بخاری: ۹۹۴، صحیح مسلم: ۲۱۲۹) غور کیجئے کیا اس عملی موقف سے بڑھ کر بھی کوئی موقف ہوسکتا ہے؟ یہ عظمت وصداقت کی کونسی چوٹی تھی کہ اللہ کے

رسول اللہ ﷺ زندگی کے مشکل ترین لمحات میں بھی اپنے منصب رسالت کوفراموش نہیں کرتے اور حق وصداقت کو بیان کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ بلکہ اس سے ایک قدم اور آگے بڑھ کر آپ ﷺ اپنے ذاتی صدمے کو برطرف رکھ کرامت کے غلط تصورات وتوہمات کی تصحیح واصلاح کا کام انجام دیتے ہیں۔ یقیناً اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے تمام بچوں سے بیحد وحساب محبت وانس تھا، لیکن آپ ﷺ اپنے پیغام اور رسالت کی خاطر کسی بھی محبت ومنفعت کو بارِخاطر نہ لاتے تھے۔

☆☆☆

خاتونِ جنت

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ شاہکار دستِ قدرت مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی اولاد کرام کی تعداد چھ ہے: دو فرزند حضرت قاسم، حضرت ابراہیم اور چار صاحبزادیاں: حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا سرکار دوجہاں ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی لیکن سب سے زیادہ پیاری اور لاڈلی شہزادی ہیں۔ آپ کا نام فاطمہ اور لقب زہرا و بتول ہے۔ آپ کے سال ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی اکتالیس برس کی عمر شریف میں آپ کی ولادت ہوئی، علامہ بن جوزی نے فرمایا کہ اعلان نبوت سے پانچ سال قبل جب کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہورہی تھی آپ پیدا ہوئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی فضیلت

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل بہت ساری احادیث میں وارد ہیں جن میں سے چند روایتیں ہدیہ قارئین ہیں۔ رسول گرامی وقار ﷺ نے فرمایا: فاطمہ

میرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے تو جس شخص نے اسے غضب ناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔ (بخاری ومسلم)

ایک روایت میں ہے کہ ناراض کرتی ہے مجھ کو وہ چیز جو فاطمہ کو ناراض کرتی ہے اور اذیت دیتی ہے مجھ کے وہ چیز جو فاطمہ کو اذیت دیتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: ص ۵۶۸)

معلوم ہوا کہ خاتون جنت کو غضبناک کرنا اور اذیت دینا حضور ﷺ کو اور اللہ رب العزت کو اذیت دینا ہے اور اللہ و رسول کو اذیت دینے والے پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔ ارشاد خداوندی ''بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔ (سورہ احزاب: پ ۲۲، ع ۴)

مزید فرماتے ہیں: فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں، (بخاری) رسول اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: اے بیٹی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہو؟ حضرت فاطمہ نے عرض کیا: ابا جان پھر حضرت مریم کا کیا مقام ہے؟ فرمایا: وہ اپنے زمانے عورتوں کی سردار ہیں۔

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بہت سے محققین جن میں تقی الدین سبکی، جلال الدین سیوطی، بدر الدین زرکشی اور قمر الدین مقریزی شامل ہیں۔ تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ جہان تمام عورتوں سے یہاں تک کہ حضرت مریم سے بھی افضل ہیں۔ علامہ ابن دواؤد سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ کو اپنے جسم کا ٹکڑا فرمایا ہے تو میں کسی کو حضور ﷺ کے پارۂ جسم کے برابر نہیں قرار دے سکتا۔ (خطبات محرم: ص ۲۶۶)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! علی میں سے کون آپ کو زیادہ محبوب ہے میں یا فاطمہ؟ حضور ﷺ نے فرمایا: فاطمہ مجھے تم سے

زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک ان سے زیادہ عزت والے ہو۔ فرمایا: میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہے جسے کبھی حیض نہیں آیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی خصائص کبری میں تحریر فرماتے ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت یہ ہے کہ انہیں کبھی حیض نہیں آتا تھا۔ جب ان کے یہاں بچہ کی ولادت ہوتی تو آپ ایک گھڑی کے بعد نفاس سے پاک ہوجاتیں یہاں تک کہ ان کی نماز قضا نہ ہوتی۔ اسی لئے ان کا نام زہراء رکھا گیا"۔ (مرجع سابق: ص ۲۶۸)

الجامع الصغیر حدیث نمبر ۲۳۰۹ میں ہے کہ خاتون جنت کا نام فاطمہ اس لئے ہوا کہ اللہ نے ان کو ان کی تمام ذریت کو نار پر حرام فرمادیا (فتاویٰ رضویہ: جلد ۲۹، کتاب الشتی: ص ۶۳۵، ۶۳۹) المعجم الکبیر حدیث نمبر ۱۱۶۸۵، میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہ! اللہ نہ تجھے عذاب دے گا نہ تیری اولاد میں کسی کو مگر حکم قطعی بے نص قطعی ناممکن ہے۔ (مرجع سابق)

خاتون جنت کو اکابر قریش کا پیغام نکاح

حضرت ام سلمہ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب عہد طفولیت سے سن بلوغت کو پہنچیں تو اکابرین قریش نکاح کا پیغام بھیجنے لگے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کا اظہار فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اختیار قبضہ قدرت میں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: میں وحی کا انتظار کر رہا ہوں۔ (معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ: جلد ۳، ص ۵۰) حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم کی تحریک پر شیر خدا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خاتون جنت سے نکاح کی خواہش لئے کاشانۂ نبوت کی طرف بڑھے۔ اس وقت آقا

ﷺ ام سلمہ کے گھر تشریف فرما تھے۔ جب شاہ مرداں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ام سلمہ نے پوچھا کون ہے؟ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ نے فرمایا: ام سلمہ! اٹھو اور دروازہ کھول دو! یہ وہ مرد ہے جسے خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ ام سلمہ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کون شخص ہے جس کے متعلق آپ گواہی دیتے ہیں؟ آقا علیہ السلام نے فرمایا: میرے چچا کا بیٹا علی بن ابی طالب ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اچھل پڑی اور ایسی بھاگی کہ قریب تھا کہ اوندھے کے بل گر پڑوں میں نے دروازہ کھول دیا خدا کی قسم وہ اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوئے جب تک میں اپنے حرم خانہ میں نہ چلی گئی۔

حضرت علیؓ نے حضورؐ سے فاطمہؓ سے نکاح کی درخواست کی

پھر وہ آئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ: آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا: وعلیک السلام یا ابا الحسن ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور انہیں اپنے پاس بٹھا لیا۔ حضرت علی ﷺ سر جھکائے زمین کو دیکھے رہے تھے جس طرح کوئی شخص ضرورت مند ہو مگر شرم کی وجہ سے اپنی حاجت بیان نہ کر سکتا ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: علی! میرا خیال ہے کہ تم کسی چیز کے آرزو مند ہو مگر اسے بیان کرنے میں شرم محسوس کرتے ہو۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے کہہ دو اور شرم مت کرو۔ تمہاری خواہش پوری ہوگی۔ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کو علم ہے کہ بچپن سے آپ نے مجھے میرے والد ابو طالب اور ان کی بیوی بنت اسد سے اپنی خدمت کے لئے مخصوص فرمایا: مجھے ظاہری و باطنی تربیت سے سعادت اور یہ احسان وشفقت جو اپنے متعلق میں نے آپ سے مشاہدہ کی اپنے والدین سے اس کا عشر عشیر بھی ملاحظہ نہیں کیا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی برکت سے مجھے اپنے آبا واجداد کے باطل پن سے

نجات دی اور دین قویم اور صراط مستقیم تک پہنچایا۔ میری عمر و زندگانی کا ذخیرہ اور کامرانی کا سرمایہ آپ ہی ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ اب جب کہ خدمت وسعادت کی دولت امداد سے میری عزت و تمکین کے بازو قوی ہو گئے ہیں اور دو عالم کی فوز وفلاح اور خیر و بھلائی مجھے حاصل ہے۔ میرے دل میں تمنا منقش ہوگئی ہے کہ میرا کوئی گھر بار نہیں اور نہ ہی کوئی بیوی ہے جو محرم راز اور مونس جاں فگار ہو۔ عرصے سے میری خواہش تھی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دوں لیکن گستاخی کے خیال سے ہچکچا رہا تھا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا ایسا ممکن ہے؟ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں دور سے دیکھ رہی تھی۔ حضور ﷺ کی جبین مبین دمک اٹھی۔ (معارج النبوۃ: جلد۲، ص:۵۲) امام نسائی کی روایت کیمطابق حضور ﷺ نے اکابرین قریش کے پیغامات سے صرف نظر کیا مگر حضرت علی ﷺ نے پیام بھیجا تو قبول کر لیا۔ (مشکوۃ شریف، ص:۵۶۵)

خاتون جنت کی محفل عقد آسمان پر

شیر خدا کی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کے اظہار پر آقا ﷺ نے فرمایا: ابوالحسن! تجھے بشارت ہو کہ یقیناً حق تعالیٰ نے تیرا اور فاطمہ کا عقد آسمان میں باندھ دیا ہے۔ تیرے آنے سے پہلے خدا تعالیٰ نے میرے پاس ایک فرشتہ بھیجا جس کے بہت سے چہرے اور بال و پر تھے، سلام کہا اور کہا: **ابشر بجمع وطھارۃ النسل** میں نے سوال کیا: اے ملک! ابشارت اور طہارت نسل سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا میں سطائیل فرشتہ ہوں، قوائم عرش میں سے ایک پر موکل ہوں مجھے خدا تعالیٰ نے آپ تک خوشخبری پہنچانے کی اجازت فرمائی اور یہ جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آئے۔ انہوں نے سلام کیا اور جنت کے ریشم سے سفید ریشم کا ایک ٹکڑا اپنے ساتھ لائے، جس پر نور سے دو سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیل!

یہ خط ہے، اس مکتوب کا مضمونکیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! حق تعالیٰ نے آپ کو مخلوقات سے منتخب فرمایا اور آپ کیلئے ایک ساتھی چنا حضرت فاطمہ کو اسے دے دیں۔ اور اسے اپنی دامادی کا شرف بخشیں۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے جس کے جسم پر میری اخوت کی خلعت چست و درست بیٹھی ہے؟ عرض کیا: آپ کے چچا کا بیٹا علی ہیں جن کا نکاح حق تعالیٰ نے آسمان پر اس طرح باندھا کہ تمام بہشتوں کو حکم دیا کہ وہ آراستہ و پیراستہ ہو جائیں اور حوروں کو وحی بھیجی کہ وہ زیورات سے مزین ہو جائیں، شجرۂ طوبیٰ کو حکم ہوا کہ وہ پتوں کے بجائے خلعت فاخرہ پہنیں پھر حکم فرمایا کہ آسمانوں کے فرشتے چوتھے آسمان میں بیت المعمور کے نزدیک جمع ہو جائیں اور وہ منبر وجو منبر کرامت سے موسوم ہے اور آدم علیہ السلام نے اس پر خطبہ پڑھا ہے وہ نور سے ترتیب دیا ہوا منبر ہے، بیت المعمور کے سامنے رکھا۔ پھر حق تعالیٰ نے جس کا نام "احیا" کو وحی بھیجی۔ اس نے منبر پر آ کر خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، فرشتوں میں فصاحت و بلاغت، لطائف نطق اور حسن صورت میں کوئی بھی اس کے برابر نہیں۔ اس کی خوش گفتاری اور حسن صوت سے آسمان جھومنے لگے۔

پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھ جبرئیل کی طرف وحی بھیجی کہ اے جبرئیل! میں نے اپنی بندی فاطمہ بنت محمد کا عقد اپنے بندے علی بن ابی طالب سے باندھ دیا ہے تو بھی ملائکہ کے درمیان اس انعقاد کو مستحکم کر۔ میں نے بھی خدائے تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اس کی تائید میں ان کا نکاح باندھا اور فرشتوں کو اس پر گواہ بنایا۔ تمام صورت واقعہ کو اس ریشم کے ٹکڑے پر لکھ کر فرشتوں کی گواہی سے اسے مضبوط کیا اور آپ کی خدمت میں لایا۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کی خدمت میں اسے پیش کروں پھر مشک سے اسے مہر لگا کر جنت کے خازن رضوان کے سپرد کروں۔ جب یہ عقد مبارک منعقد ہو گیا تو حق تبارک تعالیٰ نے درخت طوبیٰ کو حکم دیا کہ اپنے زیورات اور

لباسہائے فاخرہ کو نچھاور کرے اور فرشتے، حوریں، غلمان وولدان ان کی لوٹ لے جائیں اور ایک دوسرے کو ہدایا اور تحائف دیں۔ قیامت تک یہ ہدایا اور تحائف باقی رہیں گے پھر حق تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو اس عقد ازدواج کی خوش خبری سناؤں اور ہدیہ تبریک پیش کروں۔ آپ بھی ان کو دو مبارک بیٹوں جو دنیا و آخرت میں طاہر و فاضل ہیں کی بشارت دیجئے۔ پھر آقا ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: اے ابوالحسن! خدا کی قسم! جبرئیل علیہ السلام نے ابھی آسمان کی سیڑھی پر قدم نہیں رکھا تھا اور بال اقبال فضائے ملکوت میں اڑنے کے لئے نہیں کھولے تھے کہ تم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ فرمان خداوندی نازل ہو چکا ہے اٹھو، مسجد چلیں اور مجلس عام میں یہ مبارک عقد انجام دیں۔ (معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ: جلد۲،ص:۵۲، ۵۳)

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح

شادی کے سن سے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ہجرت کے دوسرے سال نکاح ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا اس کے ساڑھے چار ماہ بعد حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے نکاح فرمایا: پھر ساڑھے سات ماہ بعد انہیں بیاہ کر اپنے گھر لائے۔ خاتون جنت کی جب شادی ہوئی ان کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ یا ساڑھے چھ ماہ تھی۔ ایک روایت کے مطابق اٹھارہ سال تھی جب کہ حضرت علی کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔

مہر فاطمی

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے لوہے کی ایک زرہ عطا فرمائی تھی۔ آپ نے اس زرہ کے عوض

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے میرا نکاح کر دیا اور فرمایا یہ زرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دو، سو میں نے بھیج دی۔ بخدا اس کی قیمت چار سو اور کچھ درہم تھی۔ ۴۰۰ درہم (۱۲۲۴.۷۲ گرام یا ۱۰۵ تولہ چاندی) تھی۔ محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین صاحب مبارکپور ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ: دس درہم برابر ۳۲ گرام ۶۵۹ ملی گرام ہوتا ہے۔ مہر ادا کرتے وقت نرخ بازار سے اتنی چاندی کی قیمت ادا کریں۔

(نکاح کا اسلامی تصور ص: ۵۴، از: مولانا محمد شاکر علی نوری)

مہر فاطمی کے متعلق ایک ایمان افروز روایت کتب حدیث میں موجود ہے۔

حضرت فاطمہ بیان کرتی ہیں کہ میرے نکاح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! میں علی سے چار سو مثقال چاندی کے مہر پر تمہارا نکاح کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم علی مجھے منظور ہیں۔ لیکن اتنا مہر مجھے منظور نہیں۔ اتنے میں جبرئیل امین نے حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جنت اور اس کی نعمتیں فاطمہ کا مہر مقرر کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی خبر دی تو میں پھر بھی راضی نہ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم خود ہی بتاؤ میں چاہتی ہوں کہ آپ کی گنہگار امت کی بخشش میرا مہر مقرر ہو۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام واپس گئے اور پھر یہ کاغذ کا ٹکڑا لے کر آئے جس میں لکھا ہے: **جعلت شفاعة امة محمد صداق فاطمة.** میں نے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت، فاطمہ کا مہر مقرر کیا۔

(معارج النبوۃ: جلد ۳، ص ۶۰، سچی حکایات حصہ دوم، ص ۲۷۸)

بعد نکاح کھجوروں کی تقسیم

نکاح کے بعد کھجوریں تقسیم کرنا سنت مبارکہ ہے جیسا کہ خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری شہزادی کے نکاح کے بعد کھجوروں کا طبق منگوا کر فرمایا: ''کھجوریں لوٹو'' (مواھب

لدنیہ:ص/۲۶۶) غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: نکاح کے بعد چھوہارے لٹانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں چھچھوراپن ہے۔کم ظرفی اور سفلہ پن کا انداز پایا جاتا ہے۔لوٹ ہی حرص نفس ہے اس لئے اس سے بچنا اولیٰ ہے اور از روئے تقویٰ و پرہیز گاری اس کو ترک کرنا ہی مناسب ہے مگر ایک دوسری روایت میں اس کو مکروہ نہیں بتایا گیا ہے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کی قربانی فرمائی اور غریبوں اور مسکینوں کو بلا کر فرمایا جو چاہے اس کا گوشت کاٹ کر لے جائے، نچھاور (لٹانے) اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔سب سے بہتر یہ ہے کہ حاضرین میں تقسیم کر دے اس لئے کہ یہ فعل زیادہ پسندیدہ، نہایت حلال اور پرہیز گارانہ عمل ہے۔(غنیۃ الطالبین،ص ۱۱۹)

شہزادی رسول کا جہیز

شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری اور لاڈلی شہزادی کو جو جہیز دیا وہ بان کی ایک چارپائی تھی اور چمڑے کا ایک گدیلہ جسمیں روئی کی جگہ پر کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے اور ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں، مٹی کے دو گھڑے، عبا، خیبری، چند مٹی کے برتن اور ریشم کا ایک پردہ تھا۔ یہ تمام سامان آقائے کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے تو حضور کی آنکھیں نم ہوگئیں اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ! اس قوم پر برکت نازل فرما جسکے بہترین برتن مٹی کے ہیں۔(ضیاء النبی جلد۳،معارج النبوۃ:ص،۵۵،جلد۳)

دعوت ولیمہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ درہم کا روغن خریدا، چار درہم کی کھجوریں اور ایک درہم کا پنیر خرید کر رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

لایا۔ حضور ﷺ نے آستین سے دست مبارک نکالا اور چمڑے کا دستر خوان طلب کیا۔ تمام چیزوں کو ملا کر حیس ترتیب دیا (حیس ایک طرح کی غذا ہے جو تین چیزوں سے بنتی ہے) پھر رسول پاک ﷺ نے فرمایا: اے علی! باہر جاؤ جو بھی ملے اسے ساتھ لے آؤ۔ حضرت علی نے باہر دیکھا کہ بہت سے دوست جمع تھے۔ آپ سب کو بلا لائے، بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: آدمی زیادہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: دس دس آدمی آئیں اور کھانا کھائیں۔ حکم رسول کے مطابق عمل کیا گیا۔ جب حساب کیا تو سات سو مردوں اور عورتوں نے اس سے کھانا کھایا۔ مصطفیٰ کریم ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے سب سیر ہو گئے صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں کوئی ولیمہ اس ولیمہ سے بڑھ کر افضل نہیں تھا۔

وصیت رسول

ایک مرتبہ آقا ﷺ نے اپنی لخت جگر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا۔ خاتون جنت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صفات کمال سے موصوف ہیں لیکن بعض قریشی عورتیں ملامت کرتی ہیں کہ تیرا خاوند فقیر (غریب) ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے میری پیاری بیٹی! تیرا باپ فقیر نہیں اور نہ ہی تیرا خاوند فقیر ہے۔ روئے زمین کے سونے چاندی کے تمام خزانے میرے سامنے پیش کئے گئے لیکن میں نے انہیں قبول نہیں کیا اور جو کچھ خدائے تعالیٰ کے پاس اجر و ثواب ہے اسے قبول کیا۔ اے میری پیاری بیٹی! اگر تو وہ کچھ جانتی جس کا مجھے علم ہے تو تمام دنیا تیری نظر میں ذلیل و خوار ہو جاتی۔ خدا کی قسم! سچ کہتا ہوں کہ تیرا شوہر بلحاظ اسلام تمام صحابیوں میں اول ہے۔ بحیثیت علم ان سب میں اعلیٰ ہے اور بلحاظ حلم ان سب سے ارفع ہے۔ اللہ نے اہل بیت میں سے دو شخص کو پسند فرمایا ایک تیرے باپ کو اور دوسرے تیرے شوہر

کو۔ ہرگز تو اس کی نافرمانی نہ کر بلکہ فرماں برداری بجالا پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رعایت ملحوظ رکھنے کی نصیحت فرمائی اور نرمی اور ملاطفت کے سلوک کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ فاطمہ میری لخت جگر ہے اس کو خوش رکھنا مجھے خوش رکھنے کے مترادف ہے۔

(معارج النبوۃ، ج۳،ص۵۹)

خادم کی طلب پر وظیفۂ رسول

مذکورہ گفتگو کے بعد مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ خاتون جنت نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کاج میرے ذمے ہیں اور باہر کے کام حضرت علی کے ذمے، کوئی کنیز میری خدمت کے لئے عطا فرمائی جائے۔ (کہ آپ اس پر قدرت رکھتے ہیں) تاکہ گھر کے کاموں میں میری معاون ثابت ہو۔ خاتون جنت شہنشاہ دو عالم کی صاحبزادی ہونے کے باوجود اپنے گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں، جھاڑو، اپنے ہاتھوں سے دیتی تھیں۔ خود کھانا پکاتی تھیں بلکہ چکی بھی اپنے ہاتھ سے پیستی تھیں اور مشک میں پانی بھر کر لایا کرتی تھیں جس سے ہاتھ پر چھالے اور بدن پر گھٹے پڑ گئے تھے۔

مال غنیمت میں کچھ باندی اور غلام آئے ہوئے تھے اس لئے آپ نے گھریلو کاروبار کے لئے لونڈی مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان پدر! بدر کے یتیم بچے تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا: بخدا ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں تمہیں غلام عطا کردوں اور اہل صفہ بھوک کے سبب پیٹ پر پتھر باندھے رہے ہوں۔ (خطبات محرم)

معارج النبوۃ میں ہے: خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے خادم عطا کروں یا خادم سے بڑھ کر کوئی شئی؟ خاتون جنت نے کہا کہ خادم سے بہتر کیا چیز ہوسکتی ہے؟

فرمایا ہر روز ۳۳/ دفعہ سبحان اللہ، ۳۳ دفعہ الحمد للہ، ۳۴ دفعہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لا الہ اللہ پڑھو۔ یہ سب کلمات سو ہو جائیں گے اس کے بدلے قیامت کے روز ہزار نیکیاں اپنے نامۂ اعمال میں لکھی پاؤ گی۔ اور اپنے حساب کے پلے کو بھاری محسوس کرو گی۔ اس کے بعد آپ گھر سے تشریف لے گئے۔ (معارج النبوۃ: ج۳،ص۵۹)

خاتون جنت کی اولاد امجاد

آپ کو چھ اولادیں ہوئیں۔ تین صاحبزادے: حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن، اور تین صاحبزادیاں: حضرت ام کلثوم، حضرت زینب، اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن۔ حضرت محسن اور حضرت رقیہ تو بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ اور حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے ایک صاحبزادے حضرت زید اور ایک صاحبزادی حضرت رقیہ پیدا ہوئیں۔ اور تیسری صاحبزادی حضرت زینب کا نکاح حضرت عبد اللہ بن جعفر سے ہوا۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ قیامت تک حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہی کے صاحبزدگان سے جاری رہے گا۔

داماد رسول کو دوسری شادی کی ممانعت

داماد رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی جویریہ کے ساتھ منگنی کرنی چاہی تو رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف فرما کر تین بار فرمایا کہ "میں اجازت نہ دوں گا بنت رسول کیساتھ اللہ کے دشمن کی بیٹی جمع نہ ہوگی" چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگنی ترک فرمادی۔ شیخین رضی اللہ عنہما اور ابوداؤد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسری عورت اپنے اس ارشاد: "مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا" کی وجہ سے حرام کر دی تھی۔ (مواہب اللدنیہ: ص۲۶۳)

میدان محشر میں دختر رسول کی شان

ابن زنجویہ فضائل الاعمال میں کثیر بن مرہ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ سے راوی ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صالح علیہ السلام کے لئے ناقہ ثمود اٹھایا جائے گا وہ اپنی قبر سے اس پر سوار ہو کر میدان محشر میں آئیں گے۔ (فقیر امام احمد رضا) کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ عشاق کی عادت ہے کہ جب کسی جمیل باعزت کی کوئی خوبی سنتے ہیں فوراً ان کی نظر اپنے محبوب کی طرف جاتی ہے کہ اس کے مقابل اس کے لئے کیا ہے۔ اسی بنا پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! حضور اپنے ناقہ مقدسہ غضبا پر سوار ہوں گے فرمایا: نہیں اس پر تو میری بیٹی سوار ہوگی اور میں براق پر بیٹھوں گا کہ اس روز سب انبیاء سے الگ خاص مجھی کو عطا ہوگا۔

جب تمام مخلوق الٰہی اولین وآخرین یکجا ہوں گے اس وقت بھی ہمارے رسول کی شہزادی کی شان اہل محشر پر عیاں ہوگی۔ صواعق محرقہ میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا باطن عرش سے ندا کرے گا: اے محشر والو! اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی آنکھوں کو بند کر لو تا کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط سے گذر جائیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں بجلی کو ندنے کی طرح پل صراط سے گذر جائیں گی۔ (خطبات محرم)

خاتون جنت کا وصال

حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے اپنے غسل کے لئے پانی رکھوادیا پھر نہائیں اور کفن منگا کر پہنا اور حنوط کی خوشبو لگائی پھر مولیٰ علی کو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے

اوراسی کفن میں دفن فرمادی جائیں۔حضرت علی نے پوچھا: کسی اور نے بھی ایسا کیا؟ کہا: ہاں، کثیر بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا: کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ (کتاب الجنائز، ج۹،ص:۱۰۹)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کا آپ کوایسا سخت صدمہ ہوا کہ اس واقعے کے بعدآپ کبھی ہنستی ہوئی نہیں دیکھی گئیں یہاں تک کہ چھ ماہ بعد تیس سال کی عمر مبارک میں ۳؍رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کی رات میں آپ نے وفات پائی۔اس طرح اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی آکر مجھ سے ملوگی۔ (ماہ رمضان کیسے گزاریں؟ص۱۴۴)

حضرت علی یا حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔صحیح اور مختار قول یہی ہے کہ آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (مدارج النبوۃ،خطبات محرم)

☆☆☆

لڑکیوں کو تعلیم یافتہ بنانا ضروری

آج عام انداز میں تعلیم کی اہمیت جتانا ضیاع وقت ہے مگر لڑکیوں کی تعلیم وتحصیل کی وکالت اہم ہے، حقیقت یہ ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم بھی نہایت ضروری ہے کیوں کہ فی زمانہ بغیر پڑھے لکھے مرد کا گزارہ ہے نہ بغیر پڑھی لکھی عورت کی کوئی اہمیت وحیثیت ہے، آج تعلیم کے بغیر انسان چاہے مرد ہو یا عورت ادھورا ہے۔ وہ حقیقتاً خود شناس ہے نہ خدا شناس اور اگر اَن پڑھ شخص غریب بھی ہے تو پھر دوہری مصیبت ہے اَن پڑھ غریب واقعتاً بہت بے چارہ اور مظلوم ہے جب کہ تعلیم غریب شخص کو بھی رتبہ والا بنا دیتی ہے اور اس کی فطری لیاقتوں کو نکھار کر قابل عمل بناتی ہے، تعلیم ہی وہ چیز ہے جس کی بدولت ایک انسان مستہلک (Consumer) ہی نہیں بلکہ موجد (Inventor) بھی ہوسکتا ہے، اسلئے ایسی ضروری چیز سے عورتوں کو محروم نہیں رکھا جاسکتا۔

لڑکیوں کو مختصر پڑھانا کیوں؟

اس سلسلے میں بعض اَن پڑھ سادہ لوح لوگوں کا یہ ضابطہ قطعاً ناقابل تسلیم ہے کہ فی زمانہ لڑکیوں کو تھوڑا بہت ہی پڑھانا صحیح ہے کیوں کہ فی زمانہ تھوڑی بہت تعلیم کا

کوئی مطلب نہیں ہوتا اس حد تک تو خود سماج بھی بیدار ہے، آج اسکول جائے بغیر لوگ ہلکی پھلکی ہندی بلا انگریزی بھی جان لیتے ہیں اور اگر لڑکیوں کی ہلکی پھلکی تعلیم کی وکالت کرنے والے بعض اعلیٰ دینی یا دنیوی تعلیم یافتہ حضرات ہیں تو ہماری گزارش یہ ہے کہ ذرا وہ خود اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ اگر وہ خود بہت کم پڑھے لکھے ہوتے اور صرف نام لکھنا اور نام پڑھنا جانتے تو کتنی بڑی نعمت سے محروم ہوتے اور غیر شعوری طور پر کتنی بدنصیب زندگی گزار رہے ہوتے۔ ہمارا خیال ہے کہ کوئی بھی سنجیدہ پڑھا لکھا شخص اپنے آپ کو خالی از علم تصور کر کے ہی کانپ اٹھے گا اور اپنے اچھے پڑھے لکھے ہونے پر فوراً اللہ کا شکر بجالائے گا۔ اور جب سچ یہ ہے تو پھر کسی ایک لڑکی یا خاتون کے لئے نہیں بلکہ پوری آدمی نسل انسانی کے حق میں یہ روح فرسا اور نہایت جابرانہ ضابطہ کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے۔

عورتوں کو تعلیم سے محروم رکھنا ظلم ہے

جہاں تک مذہب وتہذیب سے حیلہ پکڑنے کی بات ہے تو اہل علم بتائیں کہ وہ خود تحصیل علم ودانش سے پہلے مذہب وتہذیب کو کتنا جانتے تھے اور جب خود تعلیم کے بعد بیدار ہوئے ہیں تو پھر یا تو اپنی اس بیداری کو ایک برے کام کا برا نتیجہ قرار دیں اور تسلیم کریں کہ انہوں نے حصول علم کر کے غیر ارادی خطا کی ہے ورنہ دیدہ ودانستہ عورتوں پر ظلم نہ کریں اور انہیں ایک خیر کثیر سے محروم رکھنے کی سعی سے باز آئیں، حقیقت یہ ہے کہ تہی از علم کے نزدیک مذہب وتہذیب کا کوئی مطلب نہیں ہوتا، جو پڑھا لکھا نہیں، اسے نہیں پتہ کہ مذہب واقعتاً کیا ہے اور تہذیب حقیقتاً کس پرندے کا نام ہے۔

ان پڑھ شخص کی محدود ذہنی دنیا بس یوں ہی ہوتی ہے جیسے پوری دنیا میں رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہو اور اس میں اس کے بے حیثیت شعور کا ایک بے حد معمولی سا

بلب دس بیس قدم تک روشنی کے نام پر ایسا دھندلکا تخلیق کر لے جس میں صرف کھانے کمانے اور سونے جاگنے جیسے چند موٹے موٹے تصادمات زندگی کے محض بے سلیقہ مادی مفاہیم ہی واضح ہو سکیں۔ جب کہ قدرے لطیف دلالتیں تا زیست بعید از گرفت احساس رہیں، غرض اَن پڑھ شخص اس دنیا کو کچھ نہیں سمجھ پاتا اور عموماً یوں ہی آ کر یوں ہی چلا جاتا ہے۔

قرآن کو سمجھ کر پڑھنا عورت پر بھی لازم ہے

خواتین کو تعلیم سے روکنے میں مذہب وتہذیب سے دلیل پکڑنا اس لئے بھی غلط ہے کہ اسلام کی بنیادی کتاب قرآن مجید ہر انسان سے دنیا ومافیہا میں غور وخوض کی سخت تاکید کرتی ہے اور یہ تاکید مرد وعورت دونوں سے ہے اور ظاہر ہے قرآن مجید کا مطلوبہ غور وخوض کسی جاہل اور ان پڑھ کے لئے تقریباً ناممکن ہے دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید اصلاً کتاب ہدایت ہے اور اس کی ہدایت کسی ایک جہت میں محدود نہیں بلکہ ہمہ جہت ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تاریخ، تہذیب، سائنس، قانون، اقتصادی ،سیاست، معاشرت، ادب، اخلاقیات، جیسے نہ جانے کتنے بنیادی علوم وفنون کو نہ صرف کامل نظریاتی انداز میں بلکہ حقیقتاً قابل عمل نظام وضابطے کی شکل میں پیش کرتا ہے تو جب یہ قطعی ہے کہ قرآن مقدس کے زیادہ سے زیادہ پڑھنے اور سمجھنے کے استحقاق میں خواتین بھی برابر کی حصے دار ہیں اور جب انہیں یہ قطعی حق ہے کہ وہ اللہ کی اس مقدس کتاب کو پڑھ سمجھکر دنیائے دین ودانش میں انسان کی ہمہ جہت رہنمائی کریں تو وہ کیوں قرآن کے مشمولہ مضامین کو نہ سمجھیں اور کیوں نہ سیکھیں؟

رہی یہ بات کہ عصری اداروں میں یہ علوم قرآنی منہج سے نہیں پڑھائے جاتے تو یہ اعتراض مردوں کے حق میں بھی موجود ہے، غرض جو قرآن اور اس کا مذہب اسلام

بلاتفریق صنف، انسان کو زبردست حصول علم پر ابھارتا ہے وہ دوسرے ہی لمحے عورتوں کو محض امی رہنے کی تلقین ہرگز نہیں کرسکتا۔

علم حاصل کرنا عورتوں پر لازم ہے

کیا ہمیں نہیں پتا کہ مذہب کی تعلیم عورتوں پر بھی فرض ہے ورنہ محض جہل ولاعلمی کی صورت میں یہ ہوگا کہ عورتیں دوسروں کی سنی سنائی باتوں پر اپنے کمزور ایمان کی بنیاد رکھیں۔ اور معاشرے کی دیکھا دیکھی چند نیم مذہبی رسموں کو برت کر ہی دنیا سے رخصت ہوجائیں جب کہ حقیقتاً اسلام کے نزدیک یہ ناقابل برداشت ہے، ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کو دیکھیں کہ بڑے بڑے اہل علم اور کبار صحابہ کرام تک قرآن وحدیث کے مسائل کی جان کاری آپ سے حاصل کرتے تھے اور آپ انہیں مسائل بتاتی تھیں تو اصل یہ ہے کہ خواتین کے لئے تعلیم حاصل کرنے کی کوئی تہذیبی یا مذہبی تحدید نہیں، البتہ تحدید، حالات کے اعتبار سے ضرور کی جاسکتی ہے۔

عورتیں مرد ڈاکٹروں سے طبی معائنہ کرانے پر مجبور ہیں

جہاں تک پیشہ ورانہ علوم کی بات ہے تو ان میں بھی متعدد علوم ضروری ہیں، ورنہ یہ مذہب کشی اور تہذیب سوزی ہی ہوگی کہ ہماری مائیں اور بہنیں نامحرم مرد وڈاکٹروں سے اپنے ہر طرح کے امراض کا علاج کرائیں اور طبی تفتیش کے نام پر انہیں اپنے بدن کے کسی بھی حصے کو دیکھنے اور چھونے کی اجازت دیں۔ تو جب تک خواتین اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کریں گی تو وہ ڈاکٹر کیسے بنیں گی اور ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے والی مسلم طالبات کے لئے خواتین معلّمہ کیسے بنیں گی؟ اسی طرح اور بہت سے شعبہ جات ہیں جہاں عورتوں ہی کا پیشہ ورانہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ آج

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی لڑکیوں سے نوکری نہیں کروانا ہے کہ انہیں اعلیٰ تعلیم دلائیں، نہ ہمیں اپنی بیویوں کی کمائی کھانا ہے، لیکن سوال نوکری اور کمائی کا نہیں، سوال انہیں انسان بنا کر خود شناسی وخود اعتمادی عطا کرنے کا ہے اور حقیقتاً یہ حق باپ کو بھی نہیں کہ وہ اپنی اولاد کو جاہل و بے خرد ہی پیدا کرے اور تقریباً اسی حالت میں مہد سے لحد تک کا نہایت قیمتی سفر پورا کروا کر انہیں حوالہ قبر کر دے، اس طرح عورتیں ہنڈیا روٹی کرتے کرتے ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں، حقیقت یہ ہے کہ عوتیں صرف مردوں کی روٹی پکانے اور انہیں راحت بدن پہنچانے ہی کے لئے نہیں پیدا ہوئیں بلکہ ان کی زندگی بھر مردوں کی طرح اہم اور با مقصد ہے۔

بے راہ روی سے پرہیز

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لڑکیوں کو اس لئے عصری تعلیم نہیں دلانا چاہیۓ کہ اس سے ان میں برہنگی اور بے راہ روی پیدا ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر واقعی عصری تعلیم کے مضامین کے اندر اس طرح کے اخلاق سوز و عصمت مخالف جراثیم پائے جاتے ہیں تو اس طرح کی تعلیم سے لڑکوں کو بھی کنارہ کش رکھنا ضروری ہے کیونکہ جنسی بے راہ روی اور بے حیائی مردوں کے لئے بھی قطعاً ناجائز وحرام ہے۔ کہنا یہ ہے کہ جب اسباب مشترکہ ہیں تو احکام بھی مشترکہ ہونا چاہئیں۔ جب لڑکے اور لڑکیاں دونوں غلط اور فاسد مضامین پڑھ رہے ہیں تو بیک وقت دونوں کو روکا جانا ضروری ہے، صرف لڑکیوں کو بے تعلیم گھر بٹھائے رکھنا اور لڑکوں کو بگڑنے کے لئے بے مہار چھوڑ دینا انصاف و دیانت کے جذبے سے ہم آہنگ فیصلہ نہیں۔

تعلیم کا اثر اچھے اور برے لوگوں پر

لہٰذا حقیقت یہی ہے کہ لڑکیوں میں بے راہ روی فی نفسہ عصری تعلیم سے نہیں آتی، فی الواقع عصری تعلیم اخلاق سوز وحیات مخالف نہیں، بلکہ جس طرح مذہبی تعلیم ایک انسان کے وفکر ومزاج میں مذہبی ترجیحات کو مستحکم کرتی ہے، اسی طرح مطلق عصری تعلیم اپنے حاصل کرنے والے کے ذہن ودماغ کو عموماً مثبت انداز میں صیقل کرتی ہے، اس کے اندر مذہبی اقدار اور تہذیبی روایات کا احترام جگاتی ہے، عصری اداروں کے تعلیمی نصاب قطعاً قطعاً بے راہ روی کو حوصلہ نہیں بخشتے، نہ مذہب کشی وتہذیب سوزی کے عناصر پر مشتمل ہوتے ہیں، درسی کتب کی یہ خصوصیت ممکن ہے دنیا کے بعض ملکوں میں ہو، لیکن جمہوری ملکوں اور خاص کر ہندوستان میں نصابی کتابوں کے اندر مذہبی وتہذیبی امور کا احترام پایا جاتا ہے، جب کہ مطلق تعلیم انسان کی صلاحیتوں کو ترقی دیتی ہے اور انسان کے اندر انہیں برتنے کا حوصلہ پیدا کرتی ہے اور بس، تو اگر ایک انسان فطرتاً خیر پسند ہے تو وہ تعلیم کے بعد مزید بھلائیوں کا خوگر ہوجاتا ہے جب کہ فطرتاً شریر شخص تعلیم کے بعد مزید شر وفساد مچانے لگتا ہے، غرض تعلیم فی نفسہ غلط نہیں۔

گھر کا ماحول دیندارانہ ہونا چاہیے

البتہ عصری تعلیم کے طلبہ یا طالبات کے اندر چند دیگر چیزیں برا اثر ڈالتی ہے مثلاً ان کے گھر میں دین دارانہ ماحول کا نہ ہونا، انہیں گھر سے صالح تربیت کا نہ ملنا، مزید یہ کہ عصری اداروں میں مخلوط نظام تعلیم کا ہونا وغیرہ۔ ایسے حالات میں عموماً ہوتا یہ ہے کہ جب ایک لڑکا یا لڑکی اپنے گھر میں واجب الاحترام مذہبی یا تہذیبی ماحول کو

موجود نہیں پاتے، مزید یہ کہ عدم صالح تربیت پذیری کے بعد ان کا ذہن گھر میں غیر موجود دین دارانہ ماحول اور پاکیزہ تہذیبی فضا کے احترام کے کسی ایسے مضبوط جذبے سے خالی ہوتا ہے جو گھر سے باہر کے بگڑے ماحول کی قبولیت کو چیلنج کر سکے تو نتیجتاً یہ خیال کرتے ہوئے کہ گھر والوں کو ہماری کسی خاص روش فکر اور نقل وحرکت سے عموماً کوئی تعرض نہیں ہوتا وہ اپنی نوعمری کے طبعی جذبوں کی تسکین کے لئے عصری اداروں کے نئے اور آزاد ماحول کو منفی انداز میں لبیک کہنا شروع کر دیتے ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ وہاں پہنچ کر خود ایسے ہی لوگ غیر صالح ماحول تشکیل دینے لگتے ہیں۔

اس لئے ہم پر ضروری ہے کہ ہم لڑکیوں کو عصری تعلیم سے روکنے کے آسان نسخے پر عمل کے بجائے گھر کا ماحول موثر انداز میں دین دارانہ بنائیں، اور اپنی لڑکیوں کے ذہن ودماغ کے رگ وریشے میں اس ماحول کا تقدس بٹھائیں کیوں کہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ گھر کے قابل احترام دینی ماحول کے احساس اور صالح تربیت کے زیر اثر ایک انسان گھر کے باہر بہت بگڑے حالات بھی میں اپنے آپ کو سنبھالے رہتا ہے جب کہ بری تربیت اور گھر کے آزاد یا بگڑے ماحول کے باعث اَن پڑھ اولادیں بھی گھر کے گھر میں بدچلنی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس کی مثالیں سماج میں کثرت سے موجود ہیں۔

مذہبی یا تہذیبی بیک گراؤنڈ ضروری

خلاصہ یہ کہ بے تعلیم مسلسل گھر رہنے کی حالت ہو یا تعلیم کے لئے ریگولر عصری اداروں میں جانے کی صورت، ہر دو شکلوں میں عموماً وہ اولادیں ہی زیادہ بگڑتی ہیں جن کا اپنا کوئی مضبوط قابل احترام مذہبی یا تہذیبی بیک گراؤنڈ نہیں ہوتا یا جن کی تربیت پر گھر والوں کی طرف سے غیر ضروری لاپرواہی برتی گئی ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ تہذیب یا تادیب وتربیت سے مراد سماج یا گھر والوں کا ظلم وجبر نہیں بلکہ سماج میں گھر یا خاندان کی وہ متوارث عزت یا مسلمہ شرافت ہے جس کے خلاف کچھ کرتے وقت گھر یا خاندان کے کسی بھی فرد کو لازماً حیا آئے، پھر گھر یا خاندان کے لوگ اسی متاع حیا کو اپنے مسلسل پاکیزہ کردار عمل کے ذریعے بغیر جبر واکراہ اپنی اولادوں تک منتقل کر دیں، تو عموماً یہ چیز برائیوں سے تصادمات کے وقت ان صالح اولادوں کو اپنے حصار میں کر لیتی ہے اور کسی طرح کی بے راہ روی کو بآسانی ان تک پہنچنے نہیں دیتی، لہٰذا گھر میں صالح ماحول کی تشکیل اور بچوں کی شروع ہی سے پاکیزہ تربیت ضروری ہے کیوں کہ ایک بچہ گھر کی تربیت اور بالعموم اس دنیا سے بہت کچھ سیکھتا اور حالات کے مطابق اپنی عادتیں تشکیل دیتا ہے تو کیوں نہ ہم اپنی اولادوں کی عادتیں خیر پسند اور فطرتیں مثبت بنائیں۔

عورتوں کی دینی تعلیم خاک کے برابر

یہاں ہم بڑی مودب صراحت کے ساتھ یہ بھی عرض کریں گے کہ نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث کہ علم دین سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، علمائے کرام کی نوک زبان رہتی ہے مگر اس کے باوجود عورتوں کی دینی ومذہبی تعلیم کو علماء نے بھی آج تک تقریباً پوری طرح نظر انداز ہی کیا ہے قدیم سے جدید زمانے تک عورتوں کی دینی تعلیم پر نا کے برابر ہی توجہ دی گئی، آج قدرے بیداری ہے، مگر آج بھی تعلیم نسواں کے مذہبی ادارے ایک دو فی صد سے زیادہ نہیں اور یہ مثبت رجحان بھی غالباً حدیث پر عمل کے لئے حدیث ہی سے تحریک پکڑنے کے جذبے کا نتیجہ کم اور زمانے کے جبری تقاضوں بلکہ اعتراضوں کے دباؤ کے بطن سے تخلیق احساس تحفظ وقار کا نتیجہ زیادہ محسوس ہوتا ہے کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسلام تو ہمارے درمیان پچھلی چودہ

صدیوں سے متجاوز وقت سے موجود ہے، ہم پہلے بیدار کیوں نہیں ہوئے؟ البتہ یہ سچائی ہے کہ بلا امتیاز مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی بنیادی تعلیم کو فرض قرار دینے والا مذہب اسلام عملی تنفیذ میں ہوئی اس کوتاہی سے بری ہے کیوں کہ یہ کام تو اس کے ماننے والوں کا ہے۔

لڑکیوں کو پرایا دھن نہ سمجھیں

البتہ یہاں ہم تعلیم نسواں اور حقوق نسواں کی تحریک چلانے والوں سے چند گزارشات ضرور کریں گے۔

ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حقوق نسواں پر واقعی بیداری کی ضرورت ہے سماج میں آج بھی عموماً لڑکیوں کو وہ اہمیت نہیں دی جاتی جو لڑکوں کو دی جاتی ہے لوگ لڑکی عموماً غیر کا دھن سمجھ کر اس کی تعلیم وترقی اور اس کے بہتر مستقبل کے لئے اپنی دولت صرف کرنے میں کنجوسی کرتے ہیں جب کہ لڑکے کو آئندہ کے لئے اپنی نسل کا چشم وچراغ اور بڑھاپے کا سہارا تصور کرکے اس پر مال کے ساتھ اپنی جان بھی نچھاور کرنے کو تیار رہتے ہیں، لڑکیاں بسا اوقات سسرال میں بھی امتیازی سلوک کا شکار رہتی ہیں، جہیز کم لانے اور لڑکی کو جنم دینے جیسے غیر اختیاری گناہوں پر انہیں ذہنی وبدنی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، اس لئے آج ضروری ہے کہ لڑکیوں کو دینی وعصری تعلیم دلا کر انہیں باعزت نیز باحوصلہ وبا اعتماد بنایا جائے تاکہ وہ اس طرح کے سماجی ظلموں کا ڈٹ کر مقابلہ کرسکیں نیز انہیں ایسے ہنروں سے بھی کچھ نہ کچھ ضرور واقفیت کرائی جائے جو نسوانی خصوصیات کے مخالف ومتضاد نہ ہوں اور بہ وقت ضرورت جنہیں برت کر وہ اپنی اور اپنے بچوں کی اور ضرورت پڑے تو اپنے معذور شوہروں کی بھی کفالت کرسکیں۔

اساتذہ کرام توجہ فرمائیں

اس کے ساتھ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ہر چیز میں اعتدال ہی بہتر روش ہے، عورتوں اور لڑکیوں کو صنف کرخت مخالف ہرگز نہ بنایا جائے، انہیں یہ ذہن نہ دیا جائے کہ وہ مذہبی یا تہذیب حدوں سے آزاد ہوکر زندگی گزاریں۔ نہ یہ کہ ہر مذہب نے ان پر ظلم کیا ہے نہ انہیں یہ حوصلہ دیا جائے کہ وہ وضع قطع، چلت پھرت، بات چیت اور نقل وحرکت میں بالکل لڑکا بن کر جئیں۔ برہنگی اور شادی سے پہلے جنسی تجربات کی بالکل حمایت نہ کی جائے اور قطعاً قطعاً لڑکیوں کی ایسی حرکتوں کو ان کی خوداعتمادی اور سماجی آزادی کا مثبت رنگ نہ دیا جائے، نیز برقع اور نقاب جیسی مذہبی یا تہذیبی ترجیحات پر غیر ضروری نکتہ چینیوں سے بچا جائے، یونی ورسٹی میں مطالعات نسواں کے شعبہ جات کے اساتذہ کو بالخصوص اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، کیوں کہ یہ سچ ہے کہ اس شعبے میں مذہب وتہذیب پر عموماً غیر ضروری نقد وجرح کیا جاتا ہے اور مرد کو جبر وغلبے کا خوگر اور خود غرضی پرستی کا پیکر بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا ظلم اور ظلم پر ظلم

ہم نے تقریباً تین سال قبل دہلی کے ایک اخبار میں پڑھا کہ ایک عورت جس سے کسی ایڈز زدہ شخص نے اپنے مرض کی صراحت کئے بغیر نکاح کرلیا۔ نیتجتاً وہ عورت بھی ایڈز میں مبتلا ہوگئی، چنانچہ مرد کی اس حرکت سے جھنجھلا کر اس ایڈز متاثرہ عورت نے جنسی آسودگی کے لئے نہیں بلکہ محض مردوں سے انتقام لینے کے لئے انہیں الگ الگ جنسی تعلقات کے ذریعے ایڈز کا شکار بنانا شروع کردیا اور خبر لکھے جانے تک وہ تقریباً تین سو مردوں کو ایڈز میں مبتلا کرچکی ہے اسے متعدد سنجیدہ سماجی خدمت گاروں

نے بہت سمجھایا بھی، مگر مردوں کے خلاف اپنے انتقامی جذبے کی تسکین میں اب بھی وہ بہت زیادہ تشنگی کا برملا اظہار کرتی ہے۔ رہا یہ سوال کہ وہ اتنی خوں خوار کیوں بن گئی تو ہم براہ راست کسی کو الزام نہیں دیتے مگر یہ حقیقت ہے کہ ایک صنف کو دوسری صنف کے خلاف کلی طور پر نفرت دلانے اور اس کے خلاف مسلسل غلط فہمیاں پیدا کرنے کی شعوری کوششوں سے موجودہ ماحول نے بالضرور اس ایڈز متاثرہ ظالمہ کے اس یقین کو مزید تقویت دی ہے کہ مرد واقعی بہت ظالم وکمین ہوتا ہے۔

مغرب کا بے لگام کلچر

خلاصہ یہ کہ جارحیت کسی بھی فکر وتحریک میں نہیں ہونا چاہئے حقوق نسواں کے علم برداروں میں جذباتیت وشدت نہیں بلکہ سنجیدگی متانت ہونا چاہئے۔ ہم نے حقوق نسواں کی ایک سرگرم خاتون کارکن کا لکچر سنا جس میں انہوں نے لڑکے اور لڑکی کے درمیان صرف لباس کے طرز ورنگ اور بالوں وغیرہ کی وضع وقطع جیسی چیزوں ہی میں اختلاف کا اعتراف کیا جب کہ ذہن وبدن کی طبعی ساخت کے واضح فرق اور اس کے متفرق طبعی تقاضوں کو تسلیم کرنے سے یک لخت انکار کر دیا، انہوں نے کہا کہ ایک لڑکے کے مقابلے میں لڑکی کے اندر صرف وہی فرق ہوتا ہے جسے ہم پہلی نظر میں دیکھ کر اس کے لڑکی ہونے کا احساس کرتے ہیں اور وہ چیزیں قدرتی نہیں بلکہ ہماری اپنی اختیار کی ہوئی دنیوی ہیں۔

نتیجتاً انہوں نے اپیل کی کہ لڑکی لڑکے سب ایک جیسے کام کریں اور ایک جیسے بن کر رہیں، انہوں نے علمائے کرام پر بھی ایک سنگین الزام لگایا کہ علماء نے بلاغرض محض غفلت ہی کے سبب عورتوں کو دینی تعلیم سے دور نہیں رکھا بلکہ شعوری طور پر ان کے پیش نظر یہ رہا کہ کہیں عورتوں کو اس سچ کا پتا نہ چل جائے کہ اسلام

نے انہیں بھی تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا ہے، جس پر راقم نے شدید اعتراض بھی کیا، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کی غیر سنجیدہ الزام تراشیوں سے بچنے کی ضرورت ہے، تبھی مذہب وتہذیب کے متحملین بھی حقوق نسواں کی تحریکوں کا سپورٹ کر سکتے ہیں ورنہ سچ یہ ہے کہ مغرب کے بے لگام کلچر کو دیکھ دیکھ کر چوکنا ہو رہے ہیں لوگ، خواتین اور بالخصوص لڑکیوں کی تعلیم وترقی سے متعلق منفی سوچ میں مزید پختہ اور جری ہوتے جائیں گے اور ان کی اس پختگی اور جرأت کا ایک بڑا سبب حقوق نسواں کے علمبرداروں کا غیر معتدل رویہ ہوگا۔

بعض قلم کاروں میں اصلاح کا جذبہ کم

حقوق نسواں پر لکھی گئی بعض کتابیں بھی بڑی جارحانہ طرز تحریر کے ساتھ مارکیٹ میں موجود ہیں جن پر سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض مصنفائیں شدید احساسِ کمتری کا شکار ہیں۔ نتیجے کے طور پر اب وہ اتنی زیادہ برہم ہیں کہ اگر ان کی چلے تو وہ مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنا کر ہی دم لیں، عورت کی چوڑی، چٹیا، کنگن مرد کو پہنا دیں اور مرد کی داڑھی، موچھیں عورت پر سجا دیں، اور اس طرح مردوں سے ان کے اب تک کے سماجی غلبے اور تشدد کا بدلا لے کر اپنی فتح مندی کا جشن منائیں، یعنی مرد وعورت کے معاشرتی وجود سے تشکیل پانے والے سماج کے غیر متوازن ترازو کے پلوں کو صحیح توازن عطا کرنے کا مقدس جذبہ ان میں نہیں بلکہ انتقاماً مرد کو وضیع اور عورت کو رفیع کر کے ترازو کو پہلے ہی کی طرح غیر متوازن رکھنے کا نفسانی غلبہ ان میں موجزن ہے، یعنی بعض قلم کاراؤں میں اصلاح کا جذبہ کم، انتقام کا جذبہ زیادہ ہے، حب علی کم بغض معاویہ زیادہ ہے، سماج سے ظلم دور نہ ہو بلکہ اب تک کا ظالم اب مظلوم بن جائے اور اب تک کا مظلوم اب ظالم بن جائے۔

بناتِ حوا سے بھی گذارش

کاش انہیں معلوم ہو کہ یہ جذباتیت خود عورتوں کے حق میں بھی مضر ہے جو لوگ خدمت خلق اور اصلاح سماج کی پاکیزہ نیت سے حقوق نسواں کے تحفظ کی نداؤں اور خواتین کی بہتر تعلیم و ترقی کی صداؤں کی بازگشت بننا چاہیں گے، وہ جذباتیت و جارحیت کے ان بھڑکتے نظریاتی شعلوں کو دیکھ کر مزید دو قدم پیچھے چلے جائیں گے، لہٰذا ضرورت اعتدال و سنجیدگی کی ہے، جذباتیت و جارحیت کی نہیں۔

آخر میں بنات حوا سے بھی گزارش ہے کہ وہ اپنی بہتر تعلیم و ترقی اور روشن مستقبل کیلئے واقعی سنجیدہ ہوں، تعلیم سے اپنے ذہن وفکر کو ترقی دیں، اپنی فطری لیاقتوں کو صیقل کریں اپنے آپ میں جینے کا حوصلہ اور اعتماد پیدا کریں اور اس طرح اپنی علمی وفکری شخصیت کی تشکیل کریں مگر یاد رکھیں کہ بہتر تعلیم و ترقی یا روشن مستقبل کے اپنے محترم مفاہیم ہیں، جن کا مطلب ہرگز ہرگز نہ عریانیت ہے، نہ جنسی بے راہ روی نہ مردوں کے اسلوب حیات کی اپنی زندگی میں بے کم وکاست تنفیذ محض، یوں بھی دوسرے کی طرح بننا ترقی نہیں، تبدیلی ہے جب کہ کسی صنف کی کامل ترقی یہ ہے کہ وہ اپنے تمام تر فطری اوصاف اور طبعی کمالات کیساتھ ترقی کرے، تو خواتین کی کامل ترقی کا لازمی امر یہ ہے کہ انکی عصمت وحرمت بھی ترقی کرکے مزید محفوظ ومحترم ہوتی جائے، کہا جاتا ہے کہ حیوانوں کے اندر جنسی خواہشات ہیں مگر عقل وشعور نہیں اور فرشتوں کے اندر عقل وشعور مگر جنسی خواہشات نہیں، جب کہ انسان دونوں نعمتوں کا متحمل ہے تو ایک انسان اگر اپنی جنسی خواہشات اور اگر عقل وشعور کے تابع کرلے تو فرشتوں سے افضل بن جاتا ہے اور اگر عقل وشعور کو جنسی خواہشات کے تابع کرلے تو

حیوانوں سے بدتر بن جاتا ہے، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ حیوانیت سے بچے اور اپنے اندر فرشتہ صفتی پیدا کرے کہ یہی مقصود زندگی اور معراج انسانی ہے۔

لڑکیوں کو صنفِ حقیر نہ تصور کریں

لڑکیوں کو یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ سماج نے اب تک جوان کے خلاف بہت سی سخت پابندیاں لگا رکھی ہیں، اس میں سماج کی جہالت کے بعد دوسرا بڑا سبب خود ان کا غیر ذمے دارانہ کردار و عمل رہا ہے۔ ہم موجودہ دور کی بات کریں تو سب کو مورد الزام نہیں ٹھہراتے مگر تعلیم و ترقی کے نام پر گھر سے باہر نکلنے والی بعض لڑکیاں بسا اوقات اپنے ماں باپ کے پاکیزہ اعتماد کو ٹھیس پہنچا دیتی ہیں، اس لئے لڑکیوں سے متعلق جابرانہ فیصلے لینے میں سماج یک گونہ معذور بھی ہے مگر چوں کہ لڑکیوں کے حقوق کی بلا سبب پامالی زیادہ ہے اس لئے عموماً بحث ان کے حقوق پر زیادہ اور ذمے داریوں پر کم ہوتی ہے، اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ ذمے داریاں کم اہم ہیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ اگر موجودہ دور کی لڑکیاں گھر کی دہلیز سے باہر قدم رکھنے کے بعد غیروں سے اختلاط کے وقت اپنی مذہبی و اخلاقی ذمے داریوں کو محسوس کرنے لگیں اور گھر کی طرح اپنے باہر کے کردار و عمل کو بھی پاکیزہ رکھنے کا حلف اٹھا لیں تو ان کے مختلف طرح کے حقوق کے تحفظ کے لئے اس سے بڑھ کر نہ کوئی تدبیر کارگر ہوسکتی ہے نہ کوئی تحریر، کوئی تحریک، ہمارے خیال میں یہ چیز مثبت ترین بھی ہے اور موثر ترین بھی، اس وقت لڑکیوں کو پڑھنے اور آگے بڑھنے کے نہ صرف زیادہ سے زیادہ زریں مواقع نصیب ہوں گے بلکہ امید ہے کہ ان کے ماں باپ بھی اپنے کاندھوں سے بڑی ذمے داری کا بوجھ ہلکا کرتے ہوئے فرحت محسوس کریں گے، کیوں کہ سماج میں سب ہی لوگ ایسے نہیں جو لڑکیوں کو صنف حقیر سمجھ کر تعلیم و ترقی سے روکتے ہیں، نہ ہی

سماج کے سب لوگ ایسے ہیں جو اپنی بیٹیوں کی تعمیر شخصیت کی فکر نہیں رکھتے اور ان پر پیسہ خرچ کرنے کا حوصلہ نہیں جٹا پاتے۔

دنیا میں ساری خوشیاں کسی کو نہیں ملتیں

یعنی ایسا نہیں کہ سماج میں اچھے لوگ نہیں، لیکن بات ان کا اعتماد جیت لینے کی ہے اس لئے ہم یہ کہنے میں باک محسوس نہیں کرتے کہ گھر اور سماج سے اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کرتے وقت خاص کر سمجھ دار لڑکیوں کو خود اپنے درمیان بھی اپنی واجبی ذمے داریوں کے نبھانے کا غلغلہ بلند کرنا ہوگا، حصول مقصد کی سعی میں اخلاص نیت کا تقاضا یہی ہے لڑکیوں کو یہ اصول بہر حال مان کر چلنا چاہئے کہ دنیا میں ساری خوشیاں کسی کو نہیں ملتیں، یقیناً کچھ خوشیاں حاصل کرنے کے لئے کچھ دیگر ترجیحات کو ترک کرنا پڑے گا، کامیابی حقیقتاً قربانی چاہتی ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ عصری جامعات اور بڑے تعلیمی اداروں کی طالبات یہ کام بہتر طریقے پر کر سکتی ہیں، البتہ شرط یہ ہے کہ انہیں اپنے آزاد تعلیمی اوقات میں اس کا احساس ہو کہ جہاں ایک طرف ان کی ہر ہر نقل و حرکت پر سماج کی نظر ہے اور سماج ان کے خراب یا اچھے رویوں سے نتائج اخذ کر کے گھر کی خواتین و بنات سے متعلق اپنی مثبت یا منفی سوچ بناتا ہے وہیں دوسری طرف انہیں اپنی ان بہت سی معصوم بہنوں کے مستقبل سے بھی براہ راست دلچسپی و ہمدردی ہے جو غیر شعوری طور پر ابھی تک اس انتظار میں بے تعلیم گھر بیٹھی ہیں کہ کب بڑے عصری اداروں میں پڑھ رہیں ان کی بڑی بہنیں سماج سے اپنی عصمت و حرمت کے سچے تحفظ کا اقرار کروائیں اور کب وہ گھر اور سماج کی روایتی بندشوں میں ڈھیل پا کر پڑھنے کے لئے گھر سے باہر قدم نکالیں اور عظیم دینی و عصری اداروں میں جائیں۔

بہرحال مقصود تحریر یہ ہے کہ فی زمانہ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کی تعلیم و ترقی بھی نہایت ضروری ہے اور اس میدان میں مذہبی اور تہذیبی قدروں کے ضروری اور واجبی تقاضوں کے سوا کسی بھی طرح کے حیلوں سے قطعاً کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ بنات حوا کی ایسی دینی و عصری اعلیٰ تعلیم و تربیت و ترقی پر توجہ دینے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ جس سے دین و مذہب کی پاس داری بھی متاثر نہ ہو اور نہ مشرقیت کا دامن ہمارے ہاتھوں سے چھوٹے۔ آمین!

☆☆☆

ایک پیغام

پہلی شہید خاتون کی زندگی میں

یمن سے تین بھائی مکہ معظّمہ پہنچے، کچھ دیر یہاں ٹھہرے، لوگوں کا طرز معاشرت دیکھا، مکے کی گلیوں کی نشیب وفراز دیکھے۔ وہاں کے ماحول کا مشاہدہ کیا، محظوظ اور لطف اندوز ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام یاسر دوسرے کا حارث اور تیسرے کا مالک تھا۔ حارث اور مالک تو چند دن گذار کر واپس یمن چلے گئے لیکن یاسر کو مکہ معظّمہ اتنا پسند آیا کہ اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور مستقل یہیں سکونت اختیار کر لی اور اس وقت کے دستور کے مطابق ابو حذیفہ بن عبداللہ مخزومی کی ضمانت حاصل کرتے ہوئے اس کے حلیف بن گئے ۔ ان کے روز بروز باہمی تعلقات خوشگوار ہوتے گئے۔ ابوحذیفہ کے پاس ایک انتہائی سلیقے شعار، نیک وسمجھدار لونڈی تھی ،جس کا نام سمیہ تھا، اس کی شادی یاسر کے ساتھ کر دی گئی۔ دونوں کی ازدواجی زندگی خوشگوار گذر رہی تھی۔ اللہ نے انہیں ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام عمار رکھا گیا۔ ادھر ابوحذیفہ نے ازراہ ہمدردی وشفقت اپنی لونڈی سمیہ کو اپنی غلامی سے آزاد

کر دیا۔ اس جوڑے کو اللہ نے نرینہ دو اولاد عطا کیا۔ ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا حارث رکھا گیا۔ حارث کو قبل از اسلام کسی نے قتل کر دیا یہاں سے اس خاندان پر مصائب کا آغاز ہوتا ہے۔ (صحابیات مبشرات، از محمود احمد غضنفر)

مکہ میں نبی ﷺ کی بعثت کا چرچا شروع ہے۔ نیک طینت اور صالح فطرت بیوی سمیہ تک اسلام کی دعوت پہنچتی ہے۔ دعوت کی حقیقت و اہمیت فوراً محسوس کر لیتی ہے اور اسلام کو اپنے اہل خانہ کے ہمراہ قبول کر لیتی ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور ان کا خاندان بلاشبہ سابقون الاولون از حد ان خوش نصیب مسلمانوں میں سے ہیں جنہوں نے نہ صرف اسلام کو قبول کیا بلکہ اس کے لئے بے پناہ اور عدیم النظیر مصائب و آلام انگیز عظیم قربانیاں دیں۔ بلکہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جن سات افراد نے سب سے پہلے نور اسلام سے اپنے دلوں کو منور کیا ان میں حضرت سمیہ بنت خباط رضی اللہ عنہا کا بھی نام آتا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد سابقون الاولون کے ساتھ جو ظلم و ستم ہوا، مصاب و آلام کے جتنے بڑے بڑے پہاڑ توڑے گئے زندگی جس طرح حد سے زیادہ اجیرن کر دی گئی بقول مورخین انہیں پڑھ سن کر دل آدمی بھی کانپ جاتا ہے۔

ظلم و ستم کی انتہا کر دی گئی

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کفار و مشرکین اور اعداء اسلام نے حد سے سوا ظلم کیا ۔شب و روز مارنا، پیٹا، مختلف طرح کی جسمانی اذیت دینا عام بات تھی۔ ایک دن ابوجہل نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ان کے اہل خانہ سمیت پکڑا اور پھر.....شہید۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ان کے جوان بیٹے اور شوہر کے سامنے ننگا کر دیا گیا۔ مادرزاد برہنہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا، برہنہ خاوند حضرت یاسر رضی اللہ عنہ بھی، اور برہنہ بیٹا عمار رضی اللہ عنہ بھی،

تینوں کے ہاتھوں پاؤں برہنہ حالت میں باندھ دیئے گئے۔ تپتے ہوئے ریگ زار پر لٹا دیا گیا۔.......آہ! ثم آہ! ماں کو جوان بیٹے کے سامنے، بیٹے کو ماں اور باپ کے سامنے، ماں، باپ اور بیٹے کو عام لوگوں کے سامنے مادرزاد برہنہ کر دیا گیا........ یہ عام انسان کے لئے کتنی اذیت اور قلب و روح کو بے چین کر دینے والی کتنی بڑی مصیبت ہے.....اتنی ساری اذیتیں، جسمانی بھی، روحانی بھی......ملعون ابوجہل کہتا ہے کہ پیکر استقامت حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا سے، پلٹ آؤ، مومنہ نے کہا اگر آج کی ریت........آج کی یہ اذیت و مصیبت .....کا یہ عذاب آخرت کے عذاب سے بچالے تو سودا مہنگا نہیں ہے، کس بات سے پلٹ آئیں۔ پھر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو دو اونٹوں کو بانوں سے باندھ دیا گیا۔ ایک ٹانگ ایک اونٹ کے ساتھ دوسری ٹانگ دوسری اونٹ کے ساتھ۔ ایک کا رخ مشرق کی طرف، دوسرے کا رخ مغرب کی طرف.....ابوجہل نیزہ اٹھائے ہوئے آیا۔ کہا سمیہ جانتی ہو تیرا انجام کیا ہونے والا ہے؟ کہا.... پوری جرأت وہمت اور مومنانہ استقامت کے ساتھ.....ابوجہل میرے انجام کو نہ پوچھو۔ اپنے انجام کی فکر کرو کہ اس ظلم کے بدلے میں قیامت کے دن تیرا کیا انجام بد ہونے والا ہے۔

میرے انجام کو کیا پوچھتے ہو۔ یہ چند لمحوں کی زندگی تو گذر جائے گی۔ اس انجام کو کیا پوچھتے ہو؟ اس انجام کو سوچو جو کبھی ختم نہیں ہوگا......ابوجہل نے کہا کہ پلٹ جاؤ، کہا ابوجہل: جس جنت کو میں دیکھ رہی ہوں تو دیکھ رہا ہوتا تو نہ جانے تیرا کیا حشر ہوتا؟ تو مجھ کو پلٹنے کو کہتا ہے۔ کوئی جنت دیکھ کے بھی پلٹتا ہے؟.......تو نے جنت کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ میں تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ وہ سامنے نظر آرہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ گئے تھے: اے آل یاسر! تم لوگ اسلام کی راہ میں بے پناہ شدائد پر صبر کرو یقیناً تم سب کا ٹھکانا جنت ہے....ایک دن پہلے کی بات تھی۔ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے تپتی ہوئی ریت پر تڑپتے ہوئے دیکھا اور کہا:''صبر ! آل یا سر ان موعد کم الجنۃ..... '' اے یاسر کے گھرانے والو! باقی تو ایک ایک کر کے جنت میں جائیں گے تم سارا خاندان اکٹھے جاؤ گے۔ ابھی کل ہی تو نبی نے کہا تھا...... کہا مجھ کو کیا کہتے ہو میں تو اپنے نبی ﷺ کے کہنے پر جنت کو دیکھ رہی ہوں..... ابوجہل سرتاپا شیطان تھا...... اسے اس کی حقیقت کیا سمجھ میں آتی..... شیطانیت غالب تھی..... بہت زور کی، دل کو لرزہ براندام کر دینے والی..... کپکپا دینے والی، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی گردن ڈھلک گئی..... تب بھی ایمان کی خاطر شدائد و مصائب کے سامنے چٹان سے زیادہ مضبوط.... ایمان و استقامت کی پیکر رب کے حضور، بہ صحیح قلب دعا گو گریہ کناں ہوگی ہے ''اللہ تو اپنے دین پہ ثابت قدم رکھنا''۔

موت کے بعد بھی چہرے پر مسکراہٹ

استقامت اس کا نام ہے۔ اللہ کی راہ میں اس کی اطاعت کی راہ، اس کی معصیت سے اجتناب کی راہ میں..... الغرض دین کی راہ میں جو بھی شدائد و مصائب آئیں، اللہ کی خاطر ان پر صبر و ثبات قدمی سے کام لینا، انہیں بہ طیب خاطر انگیز کر لینا..... حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بار بار گریہ کناں رب کے حضور دعا گو ہیں..... اللہ! آخری وقت کوئی بات منہ سے شکوہ کی نہ نکل جائے۔ اللہ! آخری وقت میں حفاظت کرنا، ابوجہل نے پھر نیزہ مارا، پھر نیزاہ مارا، جسم کٹ گیا، نیزہ زمین میں دھنس کر مڑ گیا..... مگر ملعون کو اب بھی قرار نہیں...... غلاموں کو حکم دیا اونٹوں کو کھینچو، دونوں اونٹ کھینچتے ہوئے چلے گئے، لاش دو ٹکڑے ہو کے گر پڑی اور دیکھنے والوں نے دیکھا سمیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پہ مسکراہٹ ہے۔ اتنی تکلیف سے مارا اور لبوں سے مسکراہٹ بھی نہیں چھین سکے.... ایمان و عقیدہ کی تو کیا بات ہے؟..... حیران و پریشان! اتنی تکلیف کے

بعد مسکرا رہی ہے؟ ان کو کیا پتہ ہے؟ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا فرشتے انہیں دنیا و آخرت میں سعادت و کامرانی کی نوید سنا رہے ہیں! بقولِ دلدار ؎

قربان سمیہؓ آقاؐ پر، جاں اپنی لٹادی وحدت پر
اُس زخم کا ثمرہ کیا ہوگا؟ جس زخم کا برچھا ایسا ہے

اسلام کے نام پر شہید اولین خاتون

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو محض صحابیات میں خاص مقام حاصل نہیں ہے محض سابقون الاولون میں ہونے کے سبب اسلامی تاریخ میں ممتاز نہیں ہیں اور محض پورے خاندان سمیت جنت میں جانے کے سبب امتیاز حاصل نہیں بلکہ اس وجہ سے بھی ان کو ایک مخصوص طرہ امتیاز حاصل ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام کے نام پر شہید ہونے والی اولین خاتون ہیں۔ یہ اعزاز ان کے لئے اتنا بڑا اعزاز ہے کہ قیامت تک اسلام کے نام پر شہید ہونے والیوں کے اجر میں بھی وہ شامل ہوں گی ان شاء اللہ۔ انہیں یہ طغرائے امتیاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے اسلام کے نام پر شہادت کی ایک منفرد مثال قائم کی۔

الغرض یہ تمام امتیازات و خصائص حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کے کرم سے ان کی اس استقامت اور شدائد و مصائب پر صبر و ثبات قدمی کے سبب حاصل ہوئے جس کی مثال خال خال ملتی ہے...... یہ ان کی بے پناہ اور بفضلہٖ تعالیٰ بھرپور استقامت ہی تھی کہ جس سے حوصلہ ملا ان کے شوہر کو، ہمت و جرأت ثبات قدمی ملی ان کے فرزند کو ..... بلاشبہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی ثبات قدمی ہیں۔ استقامت اور دین کی راہ میں شدائد ومصائب پر صبر و برداشت میں.... ہم سب کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے.....اور بلاشبہ خواتین امت کے لئے جواز دواجی زندگی میں، سسرالی زندگی میں، خانگی زندگی میں،

اولاد واحفاد کے مسائل ومشکلات کے معاملے کی زندگی میں جن مصائب سے بھی ان کا سامنا ہو، اللہ کی خاطر اگر ان پر صبر کریں، ان حالات میں شکوہ ومعصیت گریز کردین پر استقامت برتیں تو ان شاء اللہ بلاشبہ ان کے حصے میں بھی وہ سعادت حاصل ہوگی جس کی بابت قرآن نے کہا: ”تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ، اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيَآءُ كُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ“۔ ”بیشک اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی کو تم پر حرام قرار دیا ہے“۔

عورت اگر بیٹی وبہن کی روپ میں ہو تو اس کی فضیلت واہمیت کیا ہے؟ اس کو جاننے اور سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل کی چند احادیث ہی کافی ہیں۔

”عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ، دَخَلَتْ عَلٰی اِمْرَأَةٍ وَّمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا وَتَسَاَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ: فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهُ فَقَسَمْتُهَا بَيْنَ اِبْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ: فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَاَخْبَرْتُهُ: فَقَالَ: مَنِ ابْتَلٰی مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْئٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْراً مِّنَ النَّارِ“. (بخاری، کتاب الزکوۃ باب اتقوالنار ولو بشق تمرۃ، مسلم، کتاب البر والصلۃ باب فصل الاحسان الی البنات)

بیٹیاں جہنم سے نجات کا ذریعہ

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اس حال میں آئی کہ اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، وہ سوال کررہی تھی۔ اس نے میرے پاس سوائے ایک کھجور کے کچھ نہ پایا۔ چنانچہ وہ کھجور میں نے اسے دے دی۔ اس نے اس کے دو ٹکڑے کرکے اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم

کر دیا اور (خود) اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ پھر کھڑی ہوئی اور چلی گئی۔ جب نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ کو یہ بات بتلائی، چنانچہ آپ نے فرمایا جن کو ان بیٹیوں میں سے کسی معاملہ کے ساتھ آزمایا جائے اور وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو وہ بیٹیاں اس کیلئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائے گی"۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ کَانَتْ لَهُ اُنْثٰی فَلَمْ یَئِدْهَا وَلَمْ یَهِنْهَا وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَیْهَا یَعْنِی الْمَذْکُوْرِ ، اُدْخِلُهُ اللّٰهُ الْجَنَةَ"۔ (سنن ابن دوائود، کتاب الادب فضل من عال یتیماً)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کے پاس بچیاں (لڑکیاں اور بہنیں) ہوں اس نے نہ ان کو زندہ دفن کیا ہو اور نہ ہی ذلیل ورسوا کیا ہو اور نہ ہی ان کو لڑکوں پر ترجیح دی ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا"۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے بچیوں کی پرورش و پرداخت اور بہترین تعلیم پر فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: "مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَاَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةَ" (سنن ابی دائود، کتاب الادب ،باب من عال یتیماً)

"جس نے تین بچیوں کی کفالت کی اور ان کو بہترین ادب سکھایا ان کی شادی کر دی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کے لئے جنت واجب ہے۔

☆☆☆

عفت و پاکدامنی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرْهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِیَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسِ وَنِسَآءِ كَاسِیَاتٍ عَارِیَاتٍ مُمِیْلاَتٍ مَائِلاَتٍ رُؤُسِهِنَّ كَاَسِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لاَ یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلاَ یَجِدُوْنَ رِیْحَهَا وَاِنْ رِیْحَهَا لِیُوْجِدُ مِنْ مَّیَسِّرَةٍ كَذَا وَكَذَا. (صحیح مسلم، ج ۴، ص ۲۱۹۲، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۹۷۲ء)

ترجمہ: ’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں کی دو قسموں کو میں نے اب تک نہیں دیکھا۔ ایک ایسی قوم ہوگی جس کے ساتھ گائے کے دم کی طرح کوڑے ہوں گے، جن سے لوگوں کو مار رہے ہوں گے۔ دوسری قسم ان نیم برہنہ عورتوں کی ہوگی جن کی طرف لوگ مائل ہوں گے اور وہ لوگوں کو اپنی جانب مائل کریں گی ان کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے، وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پاسکیں گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو دور دراز سے محسوس کی جائے گی‘‘۔

ایک مکمل دستور حیات عطا کیا

تشریح: خالق کائنات نے صالح فرد، مثالی خاندان اور پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل کے لئے ایک مکمل دستور حیات عطا کیا ہے۔ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کو سب سے آخر میں مبعوث فرما کر انسانیت پر رحم فرمایا۔ اب قرآن مجید اور احادیث مبارکہ پر عمل پیرا ہونے میں ہی دونوں جہاں کی مکمل کامیابی ونجات مضمر ہے۔ اور اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب، دستور اور نظام میں سراسر ناکامی ونقصان ہے۔ اسلام میں حیا و پاکدامنی کی ترغیب دیتے ہوئے زنا و بے حیائی کی مذمت کی ہے اور بے حیائی پھیلانے والوں کے خلاف سخت سزا مقرر کیا ہے۔ جب اسلامی قوانین پر حکومتیں عمل کرتی ہیں تو سلطنت امن وسکون کا گہوارہ بن جاتی ہے اور لوگ عدل وانصاف، امن وامان، عزت ونجات اور کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوتے ہیں اور اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں جب بھی اسلامی قوانین نافذ کئے گئے، دنیا امن کا گہوارہ بن گئی۔ آج بھی مسلم ملکوں میں جس حد تک اسلامی قوانین نافذ ہیں۔ ان کے اثرات سے وہاں عدل وانصاف اور امن وامان ان ممالک سے زیادہ ہیں جہاں اسلامی قوانین نافذ نہیں ہیں۔

ترقی کے نام پر فواحشات

سعودی عرب میں سال بھر میں بھی جتنے جرائم وقوع پذیر نہیں ہوتے اتنے امریکہ وغیرہ میں ایک گھنٹے میں وقوع ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف قتل وغارتگری، لوٹ مار، اغوا، زنا بالجبر، چھیڑ چھاڑ، چوری وبدامنی کی گرم بازاری ہے۔ ہمارے ملک کی بدامنی بھی قابل تشویش ہے۔ حالیہ چند سالوں میں خواتین کی عصمت دری اور ہوس کا شکار بنا

کر قتل کرنے کے واقعات بڑھتے جارہے ہیں لڑکیوں کے اغوا کے واقعات بکثرت ہیں۔ دہلی کی چلتی بس میں ایک لڑکی کی اجتماعی آبروریزی اور انسانیت سوز حرکتوں سے پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا اور اسلامی قانون کے نافذ کئے جانے کی آوازیں غیر مسلموں کی طرف سے بھی کی جانے لگیں۔ ہندوستان کے مسلمان جرائم کو قابو میں کرنے کیلئے ملک میں اسلامی قانون کو نافذ کرنے کی وکالت اور سعی کرتے رہے ہیں تاکہ ملک کے ہر فرد کو عدل وانصاف، امن وامان اور عزت وسربلند ملک سکے۔

اسلامی نظام پر انسان کے لئے خیر و بھلائی

اسلام کا تعزیراتی نظام خالق کائنات کا بنایا ہوا ہے اس میں ہر انسان کے لئے خیر و بھلائی ہے۔ محض تعصب و تنگ نظری کی وجہ سے اسلامی قوانین سے صرف نظر کرنا نقصان کا باعث ہے۔ زنا و بے حیائی کو روکنے کے لئے مرد اور عورت دونوں کو ضابطہ کا پابند بنایا ہے۔ مردوں کو حکم دیا ہے کہ غیر محرم عورتوں پر نگاہ نہ ڈالیں، ایک نگاہ پڑ جائے تو فوراً ہٹالیں۔ اسی طرح عورتوں کو حکم دیا ہے کہ آزادانہ اختلاط سے بچتے ہوئے گھر میں رہیں اور اگر ضرورت کے تحت باہر نکلیں تو باپردہ نکلیں۔ مردوں کو مائل کرنے کے تمام اعمال وحرکات سے اجتناب کریں۔ باریک لباس، بناؤ سنگار اور ناز نخرے کے ساتھ آزادانہ اختلاط خود عورتوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ بسا اوقات عزت اور جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ کبھی بدنامی گھٹ گھٹ کر جینے پر مجبور کردیتی ہے۔ خاندان کی عزت وسربلندی خاک میں مل جاتی ہے۔ اپنی عزت گنوا چکی لڑکیوں کے لئے مناسب رشتے نہیں ملتے۔ اللہ رب العزت سورہ نور میں فرماتا ہے: ''آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا

کرتے ہیں اور مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور بناؤ سنگار کھول کر نہ دکھائیں مگر جو طبعًا کھلا رہتا ہے اور اپنی اوڑھنی اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی بہنوں کے بیٹیوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر، یا ان مردوں پر جو طفیلی کے طور پر رہتے ہیں۔ اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے"۔ (سورہ نور آیت ۳۱-۳۰)

جب عورتیں ضرورت کے تحت گھر سے نکلیں تو اپنے آپ کو ایک چادر سے ڈھانپ لیں تاکہ اندرونی زیب و زینت اور خدوخال ظاہر نہ ہوں اور راہ چلتوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شریف و پاکباز عورتیں ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

"اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمان کی بیویوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سے اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی، تو آزار نہ دی جایا کریں گی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔ (سورہ احزاب: ۵۹)

آخرت کا عذاب اور عبرت انگیز

زنا کے متعلق تفصیلی ہدایات کے باوجود جو لوگ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں اور معاشرہ میں گندگی پھیلاتے پھرتے ہیں ان کے لئے دنیا میں بھی دردناک سزا متعین کی گئی ہے تاکہ سزا کے خوف سے لوگ برائیوں سے بچیں۔ غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے سو کوڑے اور شادی شدہ مرد و عورت کے لئے سنگسار کرنے کا حکم

ہے۔سورہ نور آیت ۲ میں ہے: ’’زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد سوان میں سے ہر ایک کو سو درے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے۔اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے‘‘۔احادیث مبارکہ میں شادی شدہ مرد اور عورت کو سنگ سار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔سنن ابی داؤد میں ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی نے زنا میں ملوث ہونے کی چار مرتبہ شہادت دی اور انہوں نے آپ ﷺ سے اپنے آپ کو پاک کرنے کی درخواست کی تو حضور اکرم ﷺ نے رجم کرنے کا حکم فرمایا اور ان کو رجم کر دیا گیا‘‘۔(ابوداؤد:۴۴۲۸)

جو لوگ دنیا میں سزا پانے سے بچ گئے اور توبہ نہیں کی تو آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔آخرت کے عذاب سخت اور عبرت انگیز ہے۔ایک روحانی خواب میں رسول اکرم ﷺ کو بہت سے لوگوں کے اخروی عذاب کی دردناک صورتیں دکھائی گئیں ان میں بدکاروں کے عذاب کی صورت ان کے فعل قبیح کے مشابہ یہ تھی کہ تنور کی مانند ایک سوراخ تھا جس کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا حصہ کشادہ تھا اور اس کے نیچے آگ بھڑک رہی تھی اور اس میں بہت سے برہنہ مرد اور برہنہ عورتیں تھیں، جب آگ کے شعلے بلند ہوتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ اس کے اندر سے نکل آئیں گے لیکن جب آگ بجھ جاتی تو یہ لوگ پھر اس کے اندر چلے جاتے تھے۔

(صحیح بخاری ج:۱،ص۲۴۰،کتاب الجنائز)

پاکباز و پاکدامن مرد اور عورت کے لئے دنیا میں عزت و سربلندی ہے اور آخرت میں کامیابی اور جنت ہے۔

☆☆☆

عورت کی زندگی کے درجات

شریعت کا حکم ہے کہ اگر بیٹی گھر میں پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کا دروازہ کھول دیا، اگر دو بیٹیاں ہو گئیں تو باپ کے لئے رحمت بن گئیں کہ ان کا باپ جنت میں اللہ کے پیارے نبی ﷺ کے اتنا قریب ہوگا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں۔

کنواری لڑکی کی وفات

حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جب کوئی کنواری لڑکی مرجاتی ہے، ماں باپ کے گھر رہتی تھی، فوت ہوگئی تو قیامت کے دن اللہ پاک اس کو شہدا کی قطار میں کھڑا کریں گے اس لئے کہ یہ کنواری تھی، یہ ماں باپ کے گھر رہ رہی تھی، اس نے اپنی عزت وعفت کی حفاظت کی، ابھی اس نے خاوند کا گھر نہیں دیکھا تھا وہ عیش وآرام نہیں دیکھے جو خاوند کے ساتھ مل کر انسان کو نصیب ہوتے ہیں، چونکہ یہ محروم رہی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر مہربانی کردی کہ اس کو شہید آخرت کا درجہ دے دیا، دنیا میں تو شہید نہیں کہیں گے مگر قیامت کے دن اللہ شہیدوں کی قطار میں اس کو کھڑا کردیں گے۔

شادی شدہ عورت کے اجر میں اضافہ

اس سے آگے قدم بڑھایئے کہ اگر اس بچی کی شادی ہوگئی اور یہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتی ہے تو فقہا نے مسئلہ لکھا ہے کہ کنواری عورت ایک نماز پڑھے گی تو ایک نماز کا ثواب ملے گا اور شادی شدہ ہونے کے بعد نماز پڑھے گی تو ۲۱ نمازوں کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ اسلئے کہ اب اس پر دو خدمتیں ضروری ہوگئیں ہیں۔ ایک خاوند کی خدمت اور ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت، جس کی وجہ سے دو بوجھ پڑ گئے۔ جب یہ خاوند کی خدمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گی تو اللہ تعالیٰ اس کی عبات کے اجر و ثواب کو بڑھا دیں گے۔

اللہ پاک کی سفارش

آج کسی کی سفارش اس کی بہن کرتی ہے، کسی کی سفارش اس کی ماں کرتی ہے کسی کی سفارش اس کی خالہ کرتی ہے، کسی کی سفارش اس کی پھوپھی کرتی ہے، عزیز و اقارب کرتے ہیں لیکن عورتوں کی سفارش اللہ رب العزت اپنے قرآن پاک میں خود فرماتے ہیں کہ **"عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْف"** اے مردو! تم عورتوں کے ساتھ اچھے اخلاق اور اچھے انداز کے ساتھ زندگی بسر کرو۔

حمل ٹھہرنے پر گناہوں کی بخشش

اگر یہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی بسر کر رہی ہے حتی کہ اس عورت کو امید لگ گئی۔ تو حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جس لمحے اس کو حمل ہوا اسی لمحے اللہ تعالیٰ اس عورت کے پچھلے تمام گناہوں کو

معاف فرما دیتے ہیں اس لئے کہ اب کچھ عرصہ یہ بیماری کی حالت میں گذارے گی۔ چونکہ حمل کا زمانہ عورت کے لئے بیماری کا زمانہ ہوا کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمادی کہ جیسے ہی حاملہ ہوئی اسی لمحے اللہ نے اس کی زندگی کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا۔

دوران حمل کراہنے پر اجر

اگر یہ اپنے بچے کو پیٹ میں لئے ہوئے پھر رہی ہے اور گھر کے کام کاج بھی کر رہی ہے اور تھکن کی وجہ سے اس کی زبان سے کراہنے کی آواز نکلتی ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کی زبان سے تو ''ہوں ہوں'' کی آواز نکلے گی لیکن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہیں میری یہ بندی ایک بڑے بوجھ سے عہدہ برآں ہو رہی ہے اور تکلیف کی بناء پر اس کی زبان سے ''ہوں ہوں'' کی آواز نکل رہی ہے تو اس کے بجائے سبحان اللہ سبحان اللہ، اللہ اکبر کہنے کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھ دو۔

دردزہ پر اجر و ثواب

اگر بچے کی پیدائش کا وقت قریب ہو تو یہ عورت درد محسوس کر رہی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہر دفعہ عورت کو جو درد محسوس ہوتا ہے اس کے بدلے میں اللہ پاک اس کو ایک عربی النسل غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرماتے ہیں، جب کہ دوسری حدیثوں کا مفہوم ہے کہ جس نے کسی ایک غلام کو آزاد کیا اللہ پاک اس کو جہنم سے بری فرما دیتے ہیں اب دیکھئے کہ عورت کے ساتھ کتنی نرمی کا معاملہ کیا گیا کہ ہر ہر درد کے اٹھنے پر ایک عربی نسل کا غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا گیا۔

دوران زچگی مرنے والی عورت شہید ہے

اگر بچہ کی پیدائش کے دوران یہ عورت فوت ہوگئی تو حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہ عورت شہید مری، قیامت کے دن اس کو شہیدوں کی قطار میں کھڑا کیا جائے گا۔

بچہ کی پیدائش پر گناہوں کی بخشش

اگر بچہ صحیح پیدا ہوگیا، زچہ بچہ خیریت سے ہے تو حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اللہ پاک ایک فرشتہ کو حکم دیتے ہیں کہ جو اس عورت سے آکر کہتا ہے کہ اے ماں! اللہ پاک نے تجھے گناہوں سے ایسے پاک کر دیا جیسے تو اس دن پاک تھی۔ جب تو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی اس عورت نے اگر اپنے بچے کی خاطر یہ تکلیف اٹھائی تو اللہ پاک نے اس کا کتنا بڑا اجر دیا کہ اس کے پچھلے گناہوں کو اس طرح دھو دیا گیا کہ جس طرح وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھی تو اس دن معصوم تھی۔

بچے کو پہلا لفظ اللہ سکھانے پر اجر

اب اگر یہ عورت اپنے بچے کی اچھی تربیت کرتی ہے اس کو اللہ اللہ کا لفظ سکھاتی ہے تو حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جو بچہ اپنی زندگی میں سب سے پہلے اپنی زبان سے اللہ کا لفظ نکالتا ہے تو اللہ پاک ماں باپ کے پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

گھریلو کام پر اجرت

عورت اپنے گھر کے کام کاج کرتی ہے تو کام کرنے پر بھی اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ جو عورت اپنے خاوند کے گھر میں کوئی بے ترتیب پڑی ہوئی چیز کو اٹھا کر ترتیب کیساتھ رکھ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک نیکی عطا فرما دیتے ہیں۔ ایک گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور جنت میں ایک درجہ بلند فرما دیتے ہیں۔

شادی کے بعد والدین سے ملنے کی فضیلت

وہ کونسی بیٹی ہوگی جسکی شادی ہواور وہ اپنے ماں باپ سے ملنے کیلئے نہ آئے؟ سبھی بیٹیاں آتی ہی ،مگرنیت کیا ہوتی ہے؟ جی بس میں امی سے ملنے جارہی ہوں، حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس بچی کی شادی ہوجائے اور وہ اپنے ماں باپ کی زیارت کی نیت کرلے کہ میں اپنے ماں باپ سے ملنے جارہی ہوں اور خاوند سے اجازت لے کرجائے اوردل میں یہ ہوکہ اس عمل سے اللہ راضی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہرقدم پراس کوسونیکیاں عطافرمادیتے ہیں ،سوگناہ معاف کردیتے ہیں اور جنت میں سودرجے بلند کردیتے ہیں۔

معجزہ

نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر میں حضرت عکاشہ کوایک سوکھی لکڑی دی پس وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی انہوں نے غزوہ بدر میں اس لکڑی سے قتال کیا اور وہ ہمیشہ ان کے پاس رہی۔ (بیہقی)

نبوی علاج

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دودھ کا ثرید (دودھ میں روٹی بھیگی ہوئی یا اورکوئی غذا) مریض کے قلب کوقوت دیتا ہے اورغم دورکرتا ہے۔ (زادالمعاد)

جنت کی خوشبو

نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے سونگی جاتی ہے۔ (ترغیب) ☆☆☆

آپ ﷺ کا جسم اطہر اور حلیہ مبارک

بدن: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ موٹے بدن والے نہیں تھے۔ (شمائل ترمذی) حضرت ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے کہ آپ کا بدن مبارک گٹھا ہوا تھا۔ (شمائل ترمذی) یعنی آپ نہ اتنے موٹے تھے کہ دیکھنے میں ناگوار معلوم ہوں اور نہ ہی اتنے پتلے تھے کہ بھدے محسوس ہوں۔ بلکہ درمیانہ جسم، گٹھا ہوا بدن تھا، جو قوت وشجاعت کی دلیل ہے۔ **قد:** نہ لمبے تھے نہ پستہ قد بلکہ میانہ تھے۔ (بخاری) قد مبارک میانہ پن کے ساتھ کسی قدر لمبائی کی طرف مائل تھا۔ (شمائل) آپ ﷺ جب کسی مجمع میں ہوتے تو سب سے زیادہ بلند نظر آتے، یہ آپ کا معجزہ تھا۔ (خصائل نبوی) **رنگ:** رنگ گورا گلابی تھا۔ (شمائل) سرخی مائل سفیدی رنگ تھا۔ (بخاری) **سر:** حضرت ہند ابی ہالہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطابق آپ کا سر مبارک اعتدال کے ساتھ اور لوگوں کے مقابلہ میں قدرے بڑا تھا۔ (شمائل) **چہرہ:** حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا چہرۂ مبارک قدرے گولائی لئے ہوئے تھا۔ یعنی نہ بالکل لمبا تھا اور نہ بالکل گول۔ (شمائل) حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے ہیں کہ آپ کا چہرۂ مبارک بدر کامل کی طرح چمکتا تھا۔ **دھن (منہ):** حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا دہن (منہ) اعتدال کے ساتھ کشادہ تھا۔ (مسلم)

دندان (دانت): حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے دندان مبارک باریک تھے۔ سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا۔ (مشکوٰۃ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکلم فرماتے تھے تو دانتوں کے درمیان سے نور جیسی چمک نکلتی محسوس ہوتی تھی۔ (مشکوٰۃ) **پیشانی**: حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک اور لوگوں کے مقابلے میں قدرے کشادہ تھی۔ جو ہوشمندی کی علامت ہے۔ (خصائل نبوی) **ناک**: حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ناک مبارک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا۔ (شمائل) **آنکھیں**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں طبعی طور سے سرمگیں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی آنکھوں کی پتلیاں خوب کالی اور سیاہ تھیں۔ (شمائل) **پلکیں**: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لمبی لمبی پلکیں والے تھے۔ (شمائل) حضرت ام معبد خزاعیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لمبی اور سیاہ سرمگیں پلکیں تھیں۔ (رحیق المختوم) **رخسار**: حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے ہیں کہ آپ کے رخسار مبارک گداز اور ہلکے گوشت لٹکے ہوئے تھے۔ (شمائل) **داڑھی**: آپ کی داڑھی مبارک اتنی گھری اور گنجان تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی۔ (شمائل) **مونچھ**: آپ مونچھ کترواتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا داڑھی بڑھاؤ، مونچھیں کترواؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ (مسلم) **بھنویں**: ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے ابرو خمدار، باریک اور گھنے تھے اور دونوں ابرو جدا جدا تھے، درمیان میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ (شمائل) **سر و بدن کے بال**: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے بال نہ بالکل پیچدار تھے (کہ بدنما معلوم ہوں) اور نہ بالکل سیدھے بلکہ ہلکے سے پیچدار اور گھنگریالہ پن لئے ہوئے تھے۔ (شمائل) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے بدن پر معمولی طور سے زائد بال نہیں تھے۔ (شمائل) **گردن**: حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ آپ کی گردن مبارک ایسی خوب صورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے۔ (شمائل) (مورتی کی مثال صرف سمجھنے کے لئے ہے) **مونڈھے** : حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ موٹی اور پر گوشت تھی۔ (شمائل) **سینہ**: حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ چوڑے سینے والے تھے اور آپ کے سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال بھی تھے۔ البتہ دونوں چھاتیاں بالو سے خالی تھیں۔ (شمائل) **بطن** (پیٹ): حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا بطن (پیٹ) سینہ کے ہموار تھا، توند نکلی ہوئی نہ تھی۔ آپ کے حلق سے لے کر ناف تک سینہ اور پیٹ کے درمیان بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ جس طرح چھری ہوتی ہے۔ **کلائی**: لمبی کلائیوں والے تھے۔ **بازو**: حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے دونوں بازوں پر بال تھے۔ **ھتھیلی** : آپ کی ہتھیلیاں کشادہ اور پر گوشت تھیں۔

انگلی: آپ کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ یعنی اور لوگوں کے اعتبار سے قدرے طول کی طرف مائل تھیں۔ البتہ حد سے زائد لمبی نہ تھیں کہ بڑی معلوم ہوں اور انگلیوں کی گرہیں مضبوط اور بڑی تھیں۔ (شمائل) **قدمین**: ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے قدم مبارک (پر گوشت ہونے کے ساتھ ساتھ) ہموار اور ستھرے (چکناہٹ لئے ہوئے) تھے۔ ان کی ستھرائی کی وجہ سے پانی ان پر سے فوراً ڈھل جاتا تھا، ٹھہرتا نہیں تھا۔ اور آپ کے پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ یعنی اور لوگوں کے اعتبار سے قدرے طول کی طرف مائل تھیں۔ اور آپ کے تلوے قدرے گہرے تھے۔ (شمائل ترمذی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں اور آپ کی پنڈلی مبارک پر بال بھی تھے۔ (شمائل ترمذی) **اعضاء** : حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے جوڑوں

کے ملنے کی ہڈیاں مضبوط اور بڑی بڑی تھیں۔ یہ قوت وطاقت کی دلیل ہے۔ (شمائل ترمذی) **سفید بال**: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں چودہ (۱۴) سے زیادہ سفید بال نہیں گنے۔ (شمائل ترمذی) دیگر روایات کے مطابق ۱۴ سے ۲۰ تک بال سفید ہوئے تھے۔ جو کہ کچھ سر میں، کچھ کنپٹیوں میں اور کچھ داڑھی مبارک میں تھے۔

آپ کا لباس مبارک

کرتا: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ کا کرتہ سوت کا بنا ہوا تھا، جو زیادہ لمبا نہ تھا اور اس کی آستین بھی زیادہ لمبی نہ تھی۔ آپ کا کرتا ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ **لنگی**: اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت لنگی باندھنے کی تھی، پائجامہ کے بارے میں اختلاف ہے، صاحب ترمذی نے لکھا ہے کہ آپ نے پائجامہ خریدا ہے لیکن پہننا ثابت نہیں ہے۔ مگر صحابہ رضی اللہ عنہ آپ کی اجازت سے پہنتے تھے۔ آپ کی لنگی آدھی پنڈلی تک رہتی تھی۔ (اسوہ وشمائل) **چادر**: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ تھی۔ (شمائل ترمذی) یہ یمنی چادریں دھاری دار اور سرخ رنگ کی ہوتی تھیں۔ **ٹوپی**: اسی طرح آپ سفید رنگ کی ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ لیکن سفر وحضر میں مختلف ہوتی، جب آپ وطن میں ہوتے تو سر سے چپکی ہوئی ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔ (اسوۂ) **عمامہ**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر عمامہ استعمال فرماتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو، اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔ حضرت عمر بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ وہ منظر گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے اور سیاہ رنگ کا عمامہ مبارک آپ کے سر مبارک پر تھا۔ (مسلم ونسائی) جب آپ عمامہ باندھتے تو اسکے شملہ کو دونوں مونڈھوں کے درمیان

پچھلی جانب ڈال لیتے، جو تقریباً ایک بالشت کا ہوتا تھا۔(شمائل) آپ کے عمامہ کی لمبائی سات گز تھی۔ **موزہ**: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپکے پاس سیاہ رنگ کے دو سادے چمڑے کے موزے ہدیہ بھیجے تھے، آپ نے انکو پہنا اور وضو کے بعد ان پر مسح بھی فرمایا۔(شمائل ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی استعمال کرنے والی اشیاء

جوتے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑاؤں نما جوتا پہنا کرتے تھے۔(خصائل نبوی)

بستر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک کبھی صرف ٹاٹ کا ہوتا تھا کبھی بوریا ہوتا تھا کبھی چمڑے کا ہوتا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی۔(شمائل)

تکیہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا وہ تکیہ جس پر ٹیک لگاتے تھے چمڑے کا تھا، اس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔(مسلم شریف)

سرمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اس سے سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائی ڈالا کرتے تھے۔(شمائل ترمذی)

خوشبو: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک عطر دان تھا اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔آپ کو خوشبو بہت پسند تھی۔

انگوٹھی: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس چاندی کی انگوٹھی تھی۔ جب عجم کے بادشاہوں کے پاس خط لکھنے کا قصد فرمایا تو پتہ چلا کہ یہ بادشاہ بدون مہر کے خط قبول نہیں کرتے۔لہٰذا آپ انگوٹھی کو بطور مہر (دستخط) استعمال فرماتے تھے۔**جنگی اشیاء**: زاد المعاد میں ہے کہ آپ کے پاس تین جبے تھے جن کو جہاد کے موقع پر استعمال کرتے تھے۔آپ کے پاس زرہیں، کمانیں، خود، تیر، تلوار، نیزہ، ڈھال تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری معمولات

چال و رفتار : حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ جب تشریف لے چلتے تو کچھ جھک کر چلتے تھے گویا کہ اوپر سے نیچے کی جانب اتر رہے ہیں۔ (شمائل ترمذی)

انداز گفتگو: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صاف صاف کلام کرتے یعنی ہر بات ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتی تھی کہ پاس بیٹھنے والے اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں۔ (شمائل ترمذی)

خوشی: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ خوش ہوتے تو چہرہ انور دمک اٹھتا تھا گویا کہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ (بخاری)

ہنسی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی آپ کو اتنا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کا کوّا نظر آجائے آپ تو صرف تبسم فرمایا کرتے تھے۔

(بخاری شریف)

سونے کی کیفیت: حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ بستر پر لیٹتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھ لیتے۔ (بخاری شریف)

ناخن مبارک : آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناخن کاٹنا پہلے انبیاء کی سنتوں میں سے ہے۔آپ پندرہویں دن ناخن کٹواتے تھے یا کاٹتے تھے۔ (بخاری واسوۂ رسول)

بغل کے بال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغل کے بالوں کو اکھارنا پہلے انبیاء کی سنت ہے۔(اگر کسی کو اکھاڑنے میں تکلیف ہو تو مونڈنا بھی درست ہے)۔ (بخاری شریف)

موئے زیر ناف: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیر ناف بال صاف کرنا پہلے انبیاء کی سنتوں میں سے ہے۔ (بخاری شریف) بعض احادیث میں ہے کہ آپ ان کو مونڈتے تھے۔(بہرحال صاف کرنا ضروری ہے)

کھانا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی عادت شریفہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانے کی تھی۔ آپ ان کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے۔

تیل: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک میں اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے۔ (شمائل)

روٹی: آپ کی روٹی نہایت سادہ اور اکثر جو کی ہوا کرتی تھی گو کبھی کبھار گیہوں کی روٹی بھی مل جاتی تھی۔

سالن: آپ کو گوشت میں ذراع (دست) پسند تھا۔ اور دانتوں سے کاٹ کر کھاتے تھے تا کہ جلد ہضم ہو جائے۔ (بخاری)

سبزی: آپ کو کدو (لوکی) پسند تھا۔ اس کے علاوہ سرکہ اور زیتون کا تیل بھی استعمال فرماتے تھے۔ (بخاری)

مشروبات: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کو میٹھی چیز اور شہد مرغوب تھا۔ (بخاری) آپ کو دودھ بھی پسند تھا۔ (بخاری)

پھل: پھلوں میں آپ کھجور، ککڑی تربوز، خربوز تناول فرماتے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات

نام مع ولدیت	سن نکاح	عمر وقت نکاح	مدت مصاحبت نبی	سن وفات	عمر برس	مدفن	مرویات
خدیجہ بنت خویلد	۲۵ میلاد	۴۰	۲۵ برس	۱۰ ر نبوی	۶۵	مکہ	
سودہ بنت زمعہ	۱۰ نبوی	۵۰	۱۴ برس	۲۳ھ	۷۲	مدینہ	۵
عائشہ بن ابی بکر	۱۰ نبوی	۶	۹ برس	۵۷ھ	۶۶	مدینہ	۲۲۱۰
حفصہ بنت عمر	۳ھ	۲۲	۸ برس	۴۵ھ	۶۰	مدینہ	۶۰

زینب بنت خزیمہ	۳ھ	۳۰	۳ ماہ	۳ھ	۳۰	مدینہ	
ام سلمہ بن ابی امیہ	۴ھ	۲۶	۷ برس	۶۳ھ	۸۴	مدینہ	۳۷۸
زینب بنت جحش	۵ھ	۳۶	۶ برس	۲۰ھ	۵۰	مدینہ	۱۱
جویریہ بنت حارث	۵ھ	۲۰	۶ برس	۵۰ھ	۶۵	مدینہ	۷
ام حبیبہ بنت ابی سفیان	۶ھ	۳۶	۵ برس	۴۴ھ	۷۴	مدینہ	۶۵
صفیہ بنت حیی بن اخطب	۷ھ	۱۷		۵۰ھ	۶۰	مدینہ	۱۰
میمونہ بنت حارث	۷ھ	۳۶	۴۳ برس	۵۱ھ	۸۰	مدینہ	۷۶

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

اسم گرامی	سن ولادت	سن وفات	عمر	مدفن
حضرت قاسم	۲۸ر میلادی	۳۰ر میلادی	۲ر سال	مکہ معظّمہ
عبداللہ (طیب وطاہر)	قبل بعثت	قبل بعثت	ایک سال چند ماہ	مکہ معظّمہ
ابراہیم از ماریہ قبطیہ	۸ر ہجری	۱۰ر ربیع الاول، ۱۰ر ہجری	۱۶ر ماہ	مدینہ منورہ
حضرت زینب	۳۰ر میلادی	۸ر ہجری	۳۱ر برس	مدینہ منورہ
حضرت رقیہ	۳۳ر میلادی	۲۰ر رمضان ۲ر ہجری	۲۲ر سال	مدینہ منورہ
حضرت ام کلثوم	قبل بعثت	۶ر شعبان ۹ر ہجری	۲۵ر سال	مدینہ منورہ
حضرت فاطمہ زہراء	ار نبوی	۳ر رمضان ۱۱ر ہجری	۲۳ر سال	مدینہ منورہ

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا، دادی، اور نانا، نانی

دادی: برّہ	دادا: عبدالمطلب	نانی: فاطمہ	نانا: وہب

امام الانبیاء ﷺ کے چچا

غیداق	قثم	ابوطالب	مقوم
حجل (مغیرہ)	حارث	زبیر	حمزہ رضی اللہ عنہ
عباس رضی اللہ عنہ	ضرار	ابولہب	☆

امام انبیاء علیہ السلام کی پھوپیاں

صفیہ رضی اللہ عنہا	اروی	عاتکہ	ام حکیم البیضا	برہ	اُمیمہ

☆☆☆

عورت کی دو عمدہ خصلتیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ نِّسَآءٍ رَکِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِّسَآءِ قُرَیْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰی وَلَدٍ فِیْ صِغْرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰی زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ یَدِهٖ. (بخاری و مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورتیں اونٹوں پر سوار ہوئیں (عربی عورتیں) ان میں سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں۔ جو بچپن میں اولاد پر سب عورتوں سے زیادہ شفقت رکھتی ہیں اور شوہر کے مال کی سب عورتوں سے زیادہ نگہداشت رکھنے والی ہوتی ہیں''۔

عرب میں مرد و عورت چونکہ سب ہی اونٹوں پر سوار ہوتے تھے اس لئے عرب عورتوں کے تذکرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں پر سوار ہونے کا ذکر فرمایا۔ اس حدیث پاک میں عورتوں کی قابل تعریف دو باتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اول بچوں کی شفقت کے ساتھ پالنا، دوم شوہر کے مال کی حفاظت کرنا یہ دونوں خصلتیں بہت اہم اور ضروری ہیں۔ اگرچہ اپنی اولاد کو محبت اور شفقت کے ساتھ پرورش کرنا ہے اور عورت

کی یہ طبعی اور فطری عادت ہوتی ہے لیکن صاحب رسالت ﷺ نے اس کی تعریف کرکے اسے بھی دینداری میں شامل فرمادیا۔

بچوں پر شفقت کرنا عورت کا ایمانی تقاضا ہے

مومن و کافر سب ہی اپنے بچوں کو شفقت سے پالتے ہیں لیکن اگر مسلمان عورت اس کو دین بنالے اور اس عمل میں اللہ کی رضا کی نیت کرلے کہ اولاد کی پرورش میری دینی ذمہ داری ہے اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا میرا ایمانی تقاضا ہے، میں ان کی پرورش کرنے میں ایمانی تقاضے کو پورا کررہی ہوں تو اس کو اس شفقت و پیار پر ثواب بھی ملے گا، پھر اگر جسمانی تربیت کے ساتھ ایمانی تربیت بھی کی اور بچوں کو دین کے راستہ پر ڈالا اور نماز روزہ کا پابند بنایا تو اس کا ثواب علیحدہ ملے گا۔ اس کے بعد یہ اولاد دینی ذہن رکھنے کی وجہ سے اپنی اولاد کو دین کی راہ پر لگائے گی۔ اولاد کی دینداری کا ثواب بھی اس دادی اور پردادی اور نانی اور پرنانی کو ملے گا۔ جس نے اپنی اولاد کو دین کے راستہ پر ڈالا تھا۔ محبت اور شفقت کے تقاضوں کی وجہ سے بچوں کے نان ونفقہ اور خوراک و پوشاک نیز علاج ومعالجہ کا اہتمام تو کیا ہی جاتا ہے اور اس میں بھی بہت بڑا ثواب ہے لیکن اصلی اور سچی شفقت ومحبت کا تقاضا یہ ہے کہ بچوں کو دینی زندگی پر ڈالا جائے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ دینداری آخرت کے عذاب سے بچانے والی چیز ہے اسکے ذریعہ قبر اور آخرت کی غیر فانی دنیائے فانی تک محدود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ماں باپ کے ذمہ ہے کہ بچوں کو شفقت سے پالیں ان کی جسمانی اور ایمانی دونوں طرح کی تربیت کریں، بہت سے لوگ بچوں کے روٹی کپڑے کا فکر کرلیتے ہیں اور طرح طرح سے ان کی دلداری کرتے ہیں مگر دیندار بنانے کی فکر نہیں کرتے یہ بہت بڑی بھول ہے۔ اگر بچوں کی دنیا آرام سے گذرے

اور آخرت خراب ہو تو یہ کون سی سمجھداری کی بات ہے؟ اور وہ لوگ بھی قابل تنبیہ ہیں جو اولاد کو دیندار بنانے کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتے حالانکہ میانہ روی کے ساتھ اولاد پر مال خرچ کرنا بھی ثواب ہے۔

حدیث شریف میں جو یہ الفاظ ہیں کہ "اَحۡنَاهُ عَلٰی وَلَدٍ فِیۡ صِغۡرِهٖ" ان میں لفظ ولد نکرہ ہے جس میں مطلق اولاد کا ذکر ہے اگر لفظ ولد ہا ہوتا تو حدیث میں شفقت سے پالنے کی فضیلت صرف عورت کی اپنی اولاد تک محدود رہ جاتی ہے اپنی اولاد کے علاوہ دوسرے بچوں پر شفقت کرنے کی فضیلت بتانے کے لئے حدیث میں مطلقاً لفظ ولد لاکر اس طرف اشارہ فرمایا کہ جو بچہ بھی عورت کی پرورش میں آجائے اپنا ہو یا دوسری عورت کا اسے شفقت سے پالنا خیر وخوبی اور فضیلت اور ثواب کی بات ہے۔

شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کو تکلیف دینا ظلم ہے

بہت سی عورتیں ایسے شوہر سے نکاح کر لیتی ہیں جس کے پہلی بیوی سے بچے ہوتے ہیں ان بچوں کی پرورش اس نئی بیوی کو کرنی پڑتی ہے مگر بہت کم عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کو پیار ومحبت سے پرورش کرتی ہوں، ایسے بچے اکثر مظلوم ہی ہوتے ہیں، بعض عورتیں تو یہ کرتی ہیں کہ شوہر کا مال اپنے ان بچوں پر دل کھول کر خرچ کرتی ہیں جو پہلے شوہر کے بچے ہیں اور انہیں ساتھ لے کر نئے شوہر کے یہاں تشریف لائی ہیں اور اس نئے شوہر کی اولاد کو جو دوسری بیوی سے ہے خرچ اخراجات کی تکلیف میں رکھتی ہیں، حالانکہ یہ بچے اس مال سے اخراجات پورے کرنے کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہ ان کے اپنے باپ کا مال ہے یہ نئی عورت جو بچے ساتھ لائی ہے یہ تو اس نئے شوہر کی اولاد بھی نہیں، ان پر خوب دھڑلے سے خرچ ہو

اوراس کی اصل اولادتنگ رہے یہ سراسر ظلم ہے اپنے شوہر کے وہ بچے جودوسری عورت سے ہوں (خواہ اسکی بیوی سے ہوں جووفات پاچکی یا طلاق لے چکی یا اس بیوی سے ہوں جواس وقت بھی اس کے نکاح میں موجود ہو) ان بچوں کو محبت وشفقت سے پالنا انکی خوراک وپوشاک کا خیال رکھنا اوران کودیندار بنانا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

جیٹھ، دیوراور نند کی اولاد کی پرورش

اس طرح اگر بھائی، بہن یا نند اور جیٹھ، دیور کی اولاد کو پرورش کرنے کا موقع ہاتھ آجائے تو ثواب کے لئے غنیمت جانے اور سچے دل سے ان کی پرورش کرے اور پوری شفقت کے ساتھ ان کی ضرورتوں کی دیکھ بھال رکھے، بعض مرتبہ یہ بچے یتیم ہوتے ہیں، ایسی صورت میں ان کی شفقت بھری پرورش اور پرداخت کا ثواب مزید بڑھ جاتا ہے اگر نسوانیت اور نفسانیت کے جذبات مذکورہ بچوں کی خدمت سے روکیں تب بھی ایمانی جذبات کے پیش نظر ان کی خدمت کرے۔

شوہر کے مال کی حفاظت

حدیث میں عورتوں کی ایک یہ تعریف فرمائی کہ دوسری عورتوں کے مقابلہ میں شوہر کے مال کی حفاظت اورنگہداشت بہت زیادہ کرتی ہیں، معلوم ہوا کہ شوہر کے مال کی نگرانی اور حفاظت کرنا اور طریقہ وسلیقہ سے خرچ کرنا، تدبیر اور انتظام کا لحاظ کرتے ہوئے گھر کے اخراجات چلانا بھی دینداری کی بات ہے،شوہر کا کام ہے کمانا اور گھر میں لانا وہ ہروقت گھر میں نہیں بیٹھ سکتا لامحالہ عورت کی تحویل میں مال چھوڑنا پڑتا ہے، اب یہ عورت کی دینداری اور سمجھداری ہے کہ اخراجات میں شوہر کی ہمدردی کرے، امانت داری کیساتھ اپنے اوپر اور شوہر کی اولاد پر اور اسکے ماں باپ پر خرچ کرے۔

ایک معجزہ

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ احد کے دن نبی کریم ﷺ کے دائیں بائیں نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے دو شخصوں کو دیکھا جو خوب کافروں سے لڑ رہے تھے میں نے اللہ کے رسول ؐ سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے ارشاد فرمایا یہ جبرئیل اور میکائیل تھے، یہ میری مدد کے لئے اتارے گئے تھے۔ (بخاری)

☆☆☆

عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْمَلُوا النِّسَآءَ عَلٰی اَھْوَائِھِنَّ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عورتوں کا بوجھ ان کی خواہشات اور چاہت کے مطابق اٹھاؤ۔

آں حضور ﷺ نے فرمایا مومن جب نوالہ بنا کر اپنی بیوی کے منہ میں دیتا ہے تو اس پر بھی اس کو ثواب ملتا ہے کیونکہ شوہر کے اس طرز سے بیوی کا دل خوش ہوگا کہ میرے خاوند کو مجھ سے محبت ہے۔

اگر بیوی اطاعت گذار ہے نافرمان اور ناشکرہ نہیں ہے تو نان ونفقہ کی ادائیگی کے علاوہ عورت کی حمایت بھی گھر میں ضروری ہے ورنہ اس کی حمایت کون کرے گا جبکہ بہو سے ساس اور نند کا جھگڑا کوئی نئی اور اچنبھے کی چیز نہیں یہ آج بھی اکثر گھروں میں موجود ہے۔

آپ نے فرمایا تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر ہو یعنی جس کا برتاؤ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا نہیں وہ مرد بھی اچھا نہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ ایسی نہیں تھی کہ گھر میں آئیں اور منہ چڑھا رہے ہوں۔ جناب رسول

اللہ ﷺ ازواج مطہرات کے ساتھ نرم اور ہنس مکھ رہا کرتے تھے حتی کہ گھر میں رہ کر گھر کے بہت سے کام جو عورتوں سے متعلق ہیں وہ خود اپنے دست مبارک سے انجام دے دیتے مثلاً وہ آٹا گوندھتیں تو آپ پانی لادیتے، چولہے پر لکڑیاں پہنچادیتے، چارپائی ڈھیلی دیکھی تو پائنتی کسنے لگے۔ دونوں جہان کے سردار ہونے کے باوجود بیویوں کے کرنے کے کام بھی خود انجام دے لیتے۔

آپ ارشاد فرمایا اپنی بیویوں سے برا اثر نہ لیا کرو اگر ان کی ایک بات بری ہوگی تو دوسری سے تم خوش ہو جاؤ گے۔

آخر بیوی بھی انسان ہے۔ مرد سے بھی تو غلطیاں ہوتی ہیں اگر اس سے ہوگئی تو چشم پوشی سے کام لینا چاہئے، نمک زیادہ ہوگیا مرچ تیز ہوگئی تو گھر میں ایک فساد مچا دینا کوئی انسانیت نہیں ہے، ایسی حرکتوں سے بہت سے گھر بگڑ گئے ہیں۔

ازدواجی زندگی دراصل ایک اجتماعی زندگی ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ نے مرد وعورت کی ساخت ہی کچھ اس طرح پر کی ہے اور ان کی فطرت کچھ اس طرح بنائی ہے کہ ان کے حقوق کی ذمہ داریاں خود بخود متعین ہوگئی ہیں۔ مرد پر گھر باہر کی ذمہ داریاں اور عورت پر گھر کے اندر کی، مرد وزیر خارجہ ہے اور عورت وزیر داخلہ، ہر ایک کو اپنے دائرہ عمل میں رہ کر ہی کم کرنا چاہئے۔ آج مرد اپنی ذمہ داریوں کو بھی عورتوں پر لادنا چاہتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی بھول ہے، جو نظام قدرت کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ معاشرہ آج سینکڑوں ناکامیوں، رسوائیوں اور بداخلاقیوں کا شکار ہے، ہمیں اس سے سبق لینا چاہئے۔

(مولانا صادق علی قاسمی، ماہنامہ نقوش حیات، اکتوبر، نومبر، ۲۰۱۲ء، ص:۱۸)

☆☆☆

عورت کا مقام اور اہمیت

اسلام سے قبل عورتوں کی کوئی حیثیت نہ تھی مگر جب اسلام آیا تو اس نے عورت کو ایک درجہ ومقام دیا۔ اس کے حقوق کی حفاظت کی، میراث میں حق وحصہ دلوایا، اس کی عفت وعصمت اور آبرو کی حفاظت ونگہداشت کے لئے سخت اور ٹھوس قوانین وضوابط وضع کئے اور اس بات کا قطعی حکم دیا کہ اگر کسی باعفت وپاکباز عورت پر بدکاری کا الزام لگادیا جائے اور اس پر چار عینی چشم دید گواہ نہ پیش کئے جاسکیں تو الزام لگانے والے کو حد قذف کے طور پر ۸۰ کوڑے لگائے جائیں۔

ایمان۔توحید۔عقیدہ اور اعمال واخلاق میں اسلام کے اندر مرد وعورت دونوں کے اجر وثواب یکساں وبرابر قرار دیئے گئے ہیں۔ جس طرح کوئی مرد دعویٰ ایمان کے ساتھ عمل صالح انجام دے تو اس کو اجر وثواب سے نوازا جائے گا۔ اسی طرح مذکورہ اعمال کی انجام دہی اگر کوئی عورت کرے تو اسے بھی اجر وثواب سے نوازا جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُون '' (سورۃ النحل:۹۷) ''جو شخص نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اس حال میں

کہ وہ مومن ہوتو ہم اسے یقیناً بہترین زندگی عطا فرمائیں گے اوران کے اعمال کا بدلہ انہیں ضرور بالضرور دیں گے“۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے اس سے واضح انداز میں بیان فرمایا ہے: ”اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقَانِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصَّادِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصَّابِرِیْنَ وَالصّٰبِرَاتِ وَالْخَاشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّائِمِیْنَ وَالصّٰئِمٰتِ وَالْحَافِظِیْنَ فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذَّاكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْراً وَالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَاَجْراً عَظِیْماً“ (سورہ احزاب:۳۵) ”بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومنہ عورتیں، فرمانبرداری کرنے والے مرد، فرمانبرداری کرنے والی عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو ذکر کرنے والی عورتیں، ان (سب) کیلئے تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا اجر وثواب تیار کر رکھا ہے۔

ماں کا تین درجے زیادہ حق

مذکورہ تمام اعمال میں جس طرح مرد کے لئے اجر وثواب کی تعین کی گئی ہے ویسے ہی عورت کے لئے بھی اجر وثواب بتایا گیا ہے گویا عمل اور اجر وثواب میں دونوں یکساں اور برابر ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر بعض معاملات میں ایک مرد کو عورت پر اختیار وبرتری حاصل ہے۔ اسی طرح بعض معاملاتی میں ایک عورت کو مرد پر بھی امتیاز

وتفوق حاصل ہے، مثلاً عورت اگر ایک ماں کے روپ میں ہو تو حسن سلوک و برتاؤ میں باپ سے تین (گنا) درجہ زیادہ حق رکھتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

ماں کی نافرمانی حرام ہے

”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟ وَفِیْ رِوَایَةٍ: مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصَّحْبَةِ قَالَ: اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ: اُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اَبُوْکَ“. (متفق علیہ ، بخاری، کتاب الادب باب م احق الناس بحسن الصحبة ، مسلم کتاب البر والصلة باب البر الوالدین وانهما احق به)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: میرے حسن وسلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں اس نے کہا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں۔ اس نے کہا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے کہا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا باپ“۔

ماں کی اہمیت ہی کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے۔ ”عَنِ الْمُغِیْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقُ الْاُمَّهَاتِ ..... “

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے تمہارے اوپر ماں کی نافرمانی۔

(بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر. مسلم ، کتاب الاقضیه باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة)

☆☆☆

عورتوں میں علم کا ذوق

جن کتابوں کی مدد سے ہم نے یہ اوراق مرتب کئے ہیں وہ عورتوں کے تعلیمی حالات سے اور بھی خاموش ہیں، لیکن خوش قسمتی سے کچھ واقعات متفرق ایسے ملے ہیں جو صاف کہہ رہے ہیں کہ ہماری ترقی کے دور میں انسانی صنف نازک بھی ایک علمی شان و مرتبہ رکھتی تھی اور جو کمالات اگلے مسلمان حاصل کرتے تھے ان میں ان کی ماؤں اور بہنوں کی مدد غیر متعدبہ نہیں ہوتی تھی۔ امام حافظ ابن عساکر مورخ دمشق نے جن اساتذہ سے فن حدیث حاصل کیا تھا، ان میں اسّی سے زیادہ عورتیں تھیں۔ حافظ ابن حجر ''توالی التاسیس'' میں اپنے شیوخ میں متعدد جگہ خواتین کا نام لیتے ہیں۔

شبلیہ طبیب صادق تھیں

حفید ابن زہر اشبیلیہ کے طبیب مشہور کی بہن اور بھانجی طب اور معالجات کی عالمہ تھیں اور امراض خواتین کے معالجے میں بالخصوص ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ خلیفہ منصور (فرماں روائے اندلس) کے محلات کا علاج ان کے سپرد تھا۔ اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جیسے عموماً گھر کی بڑی بوڑھیاں عورتوں اور بچوں کے علاج کرلیا کرتی ہیں ایسی ہی ابن زہر کی بہن اور بھانجی بھی ہوں گی۔

دس برس کی عمر میں بڑے خطیب

مورخ ابن ابی اصیبعہ جو علاوہ علامہ وقت ہونے کے اعلیٰ درجہ کے طبیب بھی تھے۔ اپنی تاریخ میں ان کی نسبت یہ الفاظ لکھتے ہیں: "وکانت اختہ وانبتھا ھذہ عالمتین بصناعة الطب والمداواة ولھما خبرة جیدة بما یتعلق بمداواة النساء" یعنی اس کی (ابن زہر کی) بہن اور بھانجی فن طب ومعالجات کی عالمہ تھیں اور مستورات کے علاج میں ید طولیٰ رکھتی تھیں۔ امام یزید بن ہارون کو آخر عمر میں ضعف بصارت نے کتاب بینی سے معذور کر دیا تھا۔ ان کی جاریہ اس مصیبت میں انکے کام آتی اور وقت ضرورت کتابیں دیکھ کر ان کیلئے حدیثیں یاد کرلیتی۔ ابن سماک کوفی نے (جو اپنے عہد میں مشہور عالم تھے) ایک مرتبہ تقریر کرنے کے بعد اپنی جاریہ سے پوچھا کہ میرا طرز بیان کیسا ہے؟ سخن شناس جاریہ نے کہا کہ تقریر تو اچھی ہے لیکن اتنا نقص ہے کہ تم ایک بات کو بار بار کہتے ہو۔ ابن سماک نے کہا: "میں اعادۂ کلام اسلئے کرتا ہوں کہ جو مخاطب اول مرتبہ نہ سمجھے ہوں وہ بھی سمجھ جائیں۔ جاریہ نے جواب دیا، جب تک کم فہم سمجھیں گے، سمجھنے والے مکدر ہو چکے ہوں گے۔ امام ابن جوزی کو ان کے والد تین برس کا چھوڑ کر رحلت کر گئے تھے۔ باپ کے بعد یتیم بچے کی پرورش کی کفیل پھوپھی ہوئیں۔ ابن جوزی کی بہت چھوٹی عمر تھی کہ ان کی پھوپھی ان کو علماء کے حلقۂ درس میں لے جاتیں تاکہ بچپن ہی سے انکے کان علمی باتوں سے آشنا ہو جائیں۔ اس حفظ اوقات کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابن جوزی دس برس کی عمر میں وعظ فرمانے لگے اور دنیا کے ایک جلیل القدر امام ہوئے۔

☆☆☆

خواتین اسلام

شریعت اسلامیہ میں بہت سے احکام ایسے ہیں جن کی بناء عورتوں کی استدعا اور خواہش پر رکھی گئی ہے، اور ایسے متعدد مفید اور سودمند قوانین وقواعد ہیں جن کا سنگ بنیاد جنس لطیف نے رکھا ہے۔ ہندوستان میں اس وقت غیر قوموں کے لوگوں سے کتنی ضرورتیں پڑتی ہیں، آپس میں تحفے تحائف بھیجے جاتے ہیں اور ایک طرف سے دوسرے کو ہدایا آتے ہیں، غیر مسلمین کے ہدایا قبول کرنے کی رسم ایک عورت نے قائم کی، فتیلہ بنت عبد العزیٰ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، چونکہ وہ اسلام نہیں لائی تھیں، اس لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دیدی تھی، وہ ایک بار کچھ چیزیں ہدیۃ لائیں لیکن غیر مسلم ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکار فرمادیا، فتیلہ نے ملول ہوکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا کہ اس کے لئے کیا سبیل ہو، آپ رضی اللہ عنہا نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی: ”لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ“ (سورۃ ممتحنہ: ۸) اس آیت کریمہ میں غیر مسلمین سے قبول ہدایا کا حکم دیا گیا ہے۔ آج ہم لوگ سفر وحضر میں نعمت تمیم سے کس قدر فائدے حاصل کرتے ہیں لیکن کیا کبھی یہ بھی سوچا کہ اس عظیم الشان

برکت کا نزول کس سبب سے ہوا؟ غزوۂ بن مصطلق کے سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا، لوگ جستجو میں مشغول ہوئے، اس طلب وتلاش میں کافی وقت صرف ہو گیا، نماز کا وقت قریب آ گیا، پانی مطلق نہ تھا، لوگ سخت پریشان ہوئے، بعض لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آ کر شکایت کی کہ اس مصیبت کا باعث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، اسی موقع پر آیت تیمّم نازل ہوئی، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: "مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلِ أَبِي بَكْرٍ" (بخاری کتاب التیمم) اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے) نزول آیت کے بعد ایک اونٹ کو اٹھایا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کھویا ہوا ہار مل گیا۔

صلح حدیبیہ کی اہمیت

دورِ نبوت میں حدیبیہ کی صلح کو کس قدر اہمیت دی جاتی ہے، اس صلح کی تکمیل ایک عورت کی رائے سے ہوئی، عام صحابہ شرائط صلح سے کچھ افسردہ خاطر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام پر (حدیبیہ) پر قربانی کرنے کا حکم دیا لیکن لوگوں نے تعمیل میں کچھ تاخیر کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملول ہو کر خیمہ مبارک میں تشریف لے آئے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ پہلے خود قربانی فرمائیے، تو خواہ مخواہ اور لوگ بھی تعمیل حکم کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی عمل فرمایا، خیمہ سے باہر تشریف لائے، جانوروں کو منگا کر ذبح کیا، پھر تمام صحابہ رضی اللہ عنہ نے قربانیاں کیں۔

فرائض کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ جب مرد اور عورت دونوں کسی شخص کے ورثاء میں جمع ہو جائیں تو مردوں کو عورتوں کا دوگناہ حصہ دینا چاہیئے، اس قاعدہ کی بنیاد بھی ایک عورت کی درخواست پر قائم کی گئی ہے۔ اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، وفات کے بعد ان کے ابنائے عم نے تمام جائیداد پر قبضہ کر لیا، دو بیٹیاں تھیں، لیکن انہیں بھی ترکہ

سے محروم رکھا۔ بیوی بقید حیات تھی جن کا نام ام کحہ تھا، انہوں نے دربار رسالت میں آ کر شکایت کی، اس وقت یہ فرمان نازل ہوا کہ "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" (مردوں کو عورتوں کا دوگناہ حصہ ملنا چاہئے۔ ام ضمیرہ ایک لونڈی تھیں، حضور ﷺ کا ان پر گزر ہوا تو وہ زار وقطار رو رہی تھیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیوں روتی ہو، انہوں نے کہا کہ میرے مالک نے بیچتے وقت میرے لڑکے کو مجھ سے جدا کر دیا، یعنی مجھے دوسرے کے ہاتھ بیچ کیا، اور لڑکا کسی دوسری جگہ گیا۔ آپ ﷺ نے اسی وقت سے یہ حکم نافذ فرمایا: "لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا" (مسند احمد: ۴۱۳) ماں اور بچے کے درمیان بیچتے وقت تفریق نہ کرنا چاہئے۔

عورتوں کی تبلیغ سے وافر افراد مسلمان ہوئے

اکثر ایسا ہوا ہے کہ عورتوں کی کوشش سے قبیلہ کے قبیلہ مسلمان ہو گئے ہیں، چنانچہ قبیلہ طے تمام کا تمام صرف ایک عورت کی کوشش اور دعوت سے اسلام لایا، صفیہ بنت حاتم قید ہو کر دربار رسالت میں آئیں، اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میرا باپ قیدیوں کو زر فدیہ دے کر چھڑاتا تھا، اب مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنے آپ کو روپیہ دے کر رہائی دلاؤں، حضور ﷺ کا رحم میرا شفیع ہے، آپ ﷺ نے اسے رہا فرما دیا، اور حاتم کے لئے دعا کی، صفیہ رضی اللہ عنہا جب اپنے قبیلہ میں واپس آئیں تو انہوں نہایت بلند آواز سے کہا کہ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم ایسے شخص سے اعراض کرتے ہو جو رحمت ورافت کا مجسمہ اور مہربانی کا پیکر ہے، قبیلہ نے ان کی اس دعوت پر لبیک کہا، اور خدا کے مقدس رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ بخاری کی کتاب التیمم میں مذکور ہے، عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم لوگ سفر سے واپس آ رہے تھے۔ راستہ میں پانی کی سخت

تکلیف ہوئی، اطراف میں دور تک پانی کا کہیں نشان نہ تھا، ایک روز حسب ارشاد ہم لوگ تلاش کیلئے نکلے، راستہ میں ایک عورت ملی۔ جو پانی کی ایک مشک بھرے ہوئے لئے جا رہی تھی، دریافت سے معلوم ہوا کہ یہاں سے کامل ایک دن کی راہ پر پانی ملتا ہے اس عورت کو ہم لوگ دربار میں لائے، آپ ﷺ نے اس پانی کیلئے دعاء برکت فرمائی۔ سب نے سیراب ہو کر پیا اور پھر کچھ غلہ وغیرہ دے کر اسے واپس کر دیا۔

یہ عورت جس قبیلہ سے تھی وہ اب تک اسلام نہ لایا تھا لیکن قبیلہ میں جا کر یہ کہا کرتی تھی کہ مدعی نبوت یا تو ساحر ہے یا واقعتاً خدا کا پیغمبر ہے۔ مسلمانوں کا یہ معمول ہو گیا کہ انہوں نے اطراف کے تمام قبیلوں سے نبرد آزمائی کی لیکن اس قبیلہ سے کوئی تعرض نہیں کیا، وہ عورت تمام معاملات پر غور کرتی تھی بالآخر ایک دن اس نے اپنی دعوت کا اظہار کیا اور اہل قبیلہ کو مخاطب بنا کر کہا کہ تم نہیں دیکھتے کہ یہ رحیم و مہربان قوم ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہے، کیا تم یہ نہیں پسند کرتے کہ اسی مقدس زمرہ میں داخل ہو جاؤ؟ قبیلہ نے اس دعوت کو قبول کیا اور تمام کا تمام اسلام سے مشرف ہو گیا۔

ان کے علاوہ شخصی دعوتیں اور ان کے نتائج کی تو بکثرت مثالیں ملتی ہیں، مثال کیلئے دو ایک نقل کئے جاتے ہیں سعدیٰ قریش کی ایک فصیح و بلیغ خاتون تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے بھانجے تھے۔ جب سرور کائنات ﷺ نے مکہ معظّمہ سے مشورہ لینے کیلئے گئے اور انہیں کے مشورہ کا نتیجہ تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان مسلمان ہوئے۔

عکرمہ بن ابوجہل جنہوں نے عہد فاروقی میں رومیوں اور ایرانیوں کے مقابلہ میں بڑی جوانمردی دکھائی، ان کی بیوی ان سے پہلے مسلمان ہو چکی تھیں، عکرمہ رضی اللہ عنہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے، بیوی رضی اللہ عنہا نے ''رحمۃ للعالمین'' سے شوہر کے لئے امان طلب کی پھر یمن گئیں اور عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مل کر کہا کہ ''تم ایک ایسے شخص کے دامن سے بھاگتے ہو جو اصلاح و تہذیب کا ایک نسخہ کیمیا اپنے ساتھ لایا ہے'' پھر فتح کے سال

لاکر ان کو خدمت اقدس ﷺ میں پیش کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے باپ مالک کا جب انتقال ہوگیا تو ان کی والدہ ام سلیم نے دوبارہ نکاح کرنا چاہا، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی لیکن انہوں نے اس بناء پر انکار کر دیا کہ وہ مشرک تھے، جواب میں کہا کہ تم ایسی مورتوں کو پوجتے ہو جن کے قبضہ قدرت میں نفع ونقصان کا کوئی حصہ نہیں، اور میں ایسی ذات کی عبادت کرتی ہوں جس کی طاقت تمام طاقتوں سے بالاتر ہے، میری تمہاری کیا نسبت؟ یہ جواب کچھ ایسے پر زور الفاظ میں دیا گیا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ متاثر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

اوّلیاتِ نساء

اس عنوان کے تحت ہم ان چیزوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جن میں صنف نازک کو مسابقت اور اولیت کا شرف حاصل ہے، ان اولیات میں سے بعض اس قسم کے ہیں کہ اگر جنس لطیف کے نامۂ اعمال میں اس کے سوا کچھ نہ ہوتا تو یہ فضائل تاریخ اسلام میں عورتوں کی میزان شہرت کو جھکانے کے لئے کافی تھے۔

(۱) پیغمبر خدا ﷺ کی دعوت اسلام پر سب سے پہلے صدائے لبیک صنف نازک کی طرف سے بلند ہوئی، کیونکہ یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

(۲) مسلمانوں میں درجہ شہادت سب سے پہلے ایک عورت نے حاصل کیا، ان کا نام سمیہ رضی اللہ عنہا تھا، مشہور صحابی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں، ابوجہل نے انہیں شہید کیا تھا اسد الغابہ میں ہے۔ "فَهِيَ اَوَّلُ شَهِيْدٍ فِي الْاِسْلَامِ" (اسد الغابۃ: ۵/۴۸۱)

(۳) کفار قریش نے جب حضور ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے ایک عورت نے خبردار کیا۔ (ابن سعد: ۸/۳۵)

(۴) مسلمانوں میں تابوت کا رواج سب سے پہلے ایک عورت اسماء بنت عمیس نے کیا، مہاجرین حبشہ میں سے تھیں، اور وہاں عیسائیوں میں یہ طریقہ مروج تھا، انہوں نے اسلام میں داخل کیا۔

(۵) ہجرت کے بعد سب سے پہلے آپ ﷺ کی مہمانداری ام سعید نامی ایک عورت نے کی۔

(۶) بحری جہاد کا شوق سب سے پہلے ایک عورت نے ظاہر کیا، رسالت مآب ﷺ ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر میں آرام فرما رہے تھے، خواب سے بیدار ہوئے تو تبسم فرماتے تھے، ام حرام رضی اللہ عنہا نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے چند آدمیوں کو دریا میں جہاد کرتے ہوئے دیکھا ہے انہوں نے عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ میں انہی میں سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ان میں سے ہو۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو مہم جزیرہ قبرص کو روانہ ہوئی۔ اس میں یہ بھی شریک تھیں، اور گھوڑے سے گر کر انہوں نے جان شہادت نوش کیا۔

(۷) اسلام میں سب سے پہلا شفاخانہ عہد نبوت میں رفیدہ اسلمیہ نامی ایک عورت کے زیر نگرانی قائم ہوا جو خاص مسجد نبوی میں تھا۔

(۸) معجزات کی تصدیق سے پہلے ایک عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کی۔

(۹) سونے کی عملی توہین کی ابتداء ایک عورت نے کی، کامل ابن اثیر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مدینہ میں ایک بیوہ عورت کے یہاں اترے، انہوں نے دیکھا کہ روزانہ ایک شخص آتا ہے اور کچھ دے جاتا ہے، ایک روز دریافت کیا تو اس نے کہا: سہل بن حنیف اپنی قوم کے بت توڑ کر مجھے دے جاتے ہیں اور میں ان کو ایندھن بناتی ہوں۔

☆☆☆

مسلمان بہنوں سے پرخلوص گذارش

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مسلمان عورت اس تمنا میں اپنی زندگی گزارتی کہ اس کا حقیقی خالق ومالک اس سے راضی ہو جائے اور وہ اپنی قیمتی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا فضل ڈھونڈتی اور آخرت کی کامیابی کی فکر اس کو عبادت الٰہی میں مشغول رکھتی، موت کی فکر اس کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھتی، قیامت کے دن کے حساب وکتاب کا خوف اس کو گناہوں سے دور رکھتا جنت کی تمنا میں وہ اپنا وقت حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی میں گزارتی، دیدار الٰہی کا شوق اس کو نیکیوں کا ذخیرہ تیار کرنے میں منہمک کر دیتا، میدان محشر کے مواخذہ ومحاسبہ کا خوف اس کے دل میں بھلائی کا ذوق پیدا کر دیتا۔

اے بہن! تجھ میں فرعون کی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام جیسی فکر جنت پیدا ہونی چاہئے جس نے زندگی کی آخری سانسوں میں ظالم فرعون کے ظلم کی پرواہ کئے بغیر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اے رب! میرے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے۔

اے بہن! تجھ میں حضرت مریم علیہا السلام جیسی عفت وپاکدامنی ہونی چاہئے جنہوں نے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگی۔ اے بہن! تجھ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی دینداری واستقامت ہونی چاہئے جنہوں نے وقت کے نبی (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو

تسلی دی اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں تعاون کیا۔اے بہن! تجھ میں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جیسا شوق شہادت ہونا چاہئے جنہوں نے ہر قسم کے ظلم کا سامنا کیا اور اپنی جان جان آفریں کے حوالے کر دی، مگر اسلام سے اپنا رشتہ نہ توڑا۔

اے بہن! تجھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی حیا ہونی چاہئے جنہوں نے اپنی زندگی کی آخری وقت یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ رات کے وقت قبرستان لے جایا جائے تاکہ فاطمہ کی لاش پر کسی بھی غیر محرم کی نگاہ نہ پڑے۔

اے بہن! تجھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا "تفقہ فی الدین" (دین کی سمجھ) شرافت و پاک دامنی اور مصائب پر صبر کا جذبہ پیدا ہونا چاہئے جنہوں نے بہتان کے طوفان کا سامنا کیا، مگر صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا اور ان کی عفت و پاکدامنی کی گواہی رب ذوالجلال نے قرآن مجید میں قیامت تک کے لئے محفوظ کر دی۔

ایمان وعقیدہ درست کر لے

اے بہن! تیرا ایمان وعقیدہ سب سے پہلے درست ہونا چاہئے اور یہ یقین تیرے دل میں ہونا چاہئے کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، خوشحالی اور تنگدستی ،نفع ونقصان ، بھلائی ، وبرائی ، کامیابی وناکامی ،صحت وبیماری، عزت وذلت، ہر حالت میں تیرا کام یہ ہو کہ اپنے رب کی طرف رجوع ہو اور اسی پر بھروسہ رکھے اور زبان سے یہ کلمات کہے: رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اے رب ہم نے آپ پر بھروسہ کیا اور آپ ہی کی طرف ہم رجوع ہوئے اور آپ ہی کی طرف ہم کو لوٹ کر جانا ہے اور ہر حالت میں اللہ کا ہر فیصلہ پر راضی ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ کہے: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيِّنَا اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر میں راضی اور خوش

ہوں۔اس قدر مضبوط اور پاکیزہ ایمان وعقیدہ کے بعد اب تیرا رخ نہ جادوگروں کی طرف ہوگا، نہ دھوکہ باز اکاہنوں کی طرف اور نہ شعبدہ باز عاملوں کی طرف ہوگا۔اے عورت! اگر تو نے کسی نجومی سے اپنے بارے میں کچھ پوچھا اور اس نے تیرے بارے میں کچھ بتلایا اور تو نے تصدیق کی، تو یاد رکھ تیرے کاندھے پر کفر کا بوجھ ہوگا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ اَتٰی کَاھِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ . جو شخص کسی کاہن کے پاس آئے اور وہ جو کچھ کہے اسکی تصدیق کرے تو گویا اس نے حضور ﷺ پر اتری ہوئی باتوں کا انکار کیا۔

ایک دوسری حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَالَهٗ عَنْ شَیْئٍ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ صَلٰوةَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا . جو شخص کسی نجومی کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرمائیں گے۔اے عورت! یہ تیرا پہلا جرم ہے کہ تو نے اپنے ایمان وعقیدہ کے آئینہ کو توڑ دیا اور اپنی آخرت بگاڑ لی، اب سچی توبہ کر لے اور ہر حالت میں اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھو۔

دوسرے مذہب کی لڑکیوں سے دوستی نہ رکھو!

اے بہن! یہ صحیح ہے کہ تمہارے اسکول یا کالج کی سہیلیاں مسلمان بھی ہیں غیر مسلم بھی، غیر مسلم چاہے وہ ہندو ہوں، نصرانی ہوں، یہودی ہوں یا سکھ، ایک مسلمان کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم کو اپنا دوست بنائے، قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ (سورہ ممتحنہ)

اے ایمان والو! تم میرے اور تمہارے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

اسکول یا کالج میں اگر تمہاری کلاس میں غیر مسلم لڑکیاں بھی ہوں تو ان سے دلی دوستی نہ رکھیں کہ اپنا دل دے بیٹھیں اور رفتہ رفتہ ان کی تہذیب اور ان کا عقیدہ بد بھی تمہارے دلوں میں آجائے اور اپنے ایمان وعقیدہ کا تحفظ ہمارا اولین فریضہ ہے، ظاہر ہے کہ جب تم غیر مسلم لڑکیوں یا یہود ونصاریٰ کی لڑکیوں سے دوستی کروگی تولامحالہ تمہیں ان کی سالگرہ کی پارٹیوں میں جانا ہوگا یا ان کے مذہبی تہواروں میں شرکت کرنا ہوگا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ان کے تہواروں میں وہی کروگی جو وہ کریں گی، اس طرح ان قوموں کی مشابہت اختیار کروگی۔ جب کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی قوم کا شمار ہوگا۔

اے بہن! اللہ تعالیٰ نے تجھے اسلام کی فطرت پر پیدا کیا ہے اگر عارضی مفاد کی خاطر غیروں سے دوستی اختیار کروگی اور اس دوستی کی لاج رکھنے کے لئے ان کے مذہبی تہواروں اور تقریبوں میں شریک ہوکر اس مذہب کے اعمال ورسوم میں شرکت کروگی تو پھر اپنے دین وایمان کے ساتھ گویا کھلواڑ کرنے والی بن جاؤ گی۔ اگر غیر مسلموں سے دلی دوستی کا سلسلہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ ان سے علیک وسلیک ہوگی، تو تم انہیں السلام علیکم کہوگی جب کہ شریعت میں غیر مسلم کو السلام علیکم کہنے کی اجازت نہیں، سلامتی کی دعا تو صرف مسلمانوں کیلئے ہے، کافروں کے لئے تو پہلے ہدایت کی دعا دی جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَبْدُوا الْيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارىٰ بِالسَّلَامَ یہود ونصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل مت کرو۔

اور اگر سلام نہیں کروگی تو ان کے طریقے کے مطابق جو کہنا چاہئے تم بھی وہی کہوگی، حالاں کہ یہ درست نہیں ہے ہاں اتنی اجازت ہے کہ اگر غیر مسلم سلام کرے تو ہم صرف علیکم کہیں۔

☆☆☆

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

نام ونسب

''برہ'' نام، قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے تھیں، نسب نامہ یہ ہے: برہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ (مصطلق) پہلا نکاح اپنے ابن عم مسافع بن صوفان (ذی شعر) سے ہوا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بنو مصطلق کے سردار تھے۔ انہوں نے قریش کے اشارے سے اپنے قبیلہ کو مدینہ پر حملہ کے لئے تیار کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲رشعبان ۵ رہجری کو مجاہدین کی ایک جمعیت کے ہمراہ مدینہ بنو مصطلق کی طرف روانہ ہوئے حارث کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ گئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مریسیع میں قیام کیا، یہاں کے لوگوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا، لیکن شکست کھائی، ان کے ۱۱ر آدمی مارے گئے اور چھ سو کے قریب گرفتار ہوگئے، ان اسیروں میں حضرت جویریہ بھی تھیں جب مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو وہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کے حصہ میں آئیں چونکہ قبیلہ کے رئیس کی بیٹی تھیں لونڈی

بن کر رہنا گوارا نہ ہوا، چنانچہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مجھ سے کچھ روپیہ لے کر چھوڑ دو وہ راضی ہو گئے اور ۹/اوقیہ سونے کا مطالبہ کیا۔

حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

اب حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ''مصیبت زدہ ہوں، آزاد ہونا چاہتی ہوں از راہ کرم میری مدد فرمایئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں تمہارا زر مکاتبت ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں''۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فوراً راضی ہوگئیں، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا زر مکاتبت ادا کر کے نکاح کرلیا اور ان کا پہلا نام برہ بدل کر جویریہ رضی اللہ عنہا نیا نام رکھا، ان کے حرم نبوی میں داخل ہوتے ہی صحابہ کرام نے قرابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس کرتے ہوئے تمام اسیران جنگ رہا کر دیئے، ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس موقع پر بنو مصطلق کے سو خاندان آزادی کی نعمت سے بہرہ مند ہوئے۔

اس واقعہ کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نے جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی عورت کو اپنے قبیلہ کے لئے باعث رحمت نہیں پایا''۔

ابن اثیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد کو خبر ملی کہ ان کی بیٹی لونڈی بنالی گئی ہے تو وہ بہت سا مال واسباب اونٹوں پر لاد کر بیٹی کی رہائی کے لئے عازم مدینہ ہوئے، راستہ میں دو اونٹ جو انہیں پسند تھے عقیق کے مقام پر کسی گھاٹی میں چھپا دیئے اور باقی اونٹ اور مال واسباب لے کر مدینہ پہنچے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیٹی کو قید کر لائے ہیں یہ تمام مال واسباب لے لیں اور اسے رہا کر دیں''۔

حضور ﷺ کو غیب سے اطلاع ملی کہ یہ شخص دو اونٹ چھپا آیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو اونٹ جو تم چھپا آئے ہو وہ کہاں ہیں''۔

حارث یہ سن کر حیران رہ گئے، اسی وقت نبی اکرم ﷺ کے قدم چومے اور بطیّب خاطر اسلام قبول کرلیا، جب انہیں بتایا گیا کہ جویریہ رضی اللہ عنہا لونڈی نہیں بنائی گئی بلکہ حرم نبوی میں داخل کرلی گئی ہیں، تو بے حد مسرور ہوئے اور شاداں وفرحاں بیٹی سے مل کر گھر واپس گئے۔ ایک اور روایت کے مطابق حارث نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ: ''میں رئیس عرب ہوں، میری بیٹی لونڈی نہیں بن سکتی، آپ اس کو آزاد کردیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ معاملہ تمہاری بیٹی کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے، حارث نے بیٹی سے کہا کہ محمد ﷺ نے معاملات تیری مرضی پر رکھا ہے، دیکھنا مجھے ذلیل نہ کرنا، انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی غلامی کو پسند کرتی ہوں، چنانچہ حضور ﷺ نے ان سے نکاح کرلیا۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حارث نے بیٹی کا زرفدیہ ادا کردیا اور جب وہ آزاد ہوگئیں تو حضور ﷺ نے ان سے نکاح کرلیا۔

عبادت میں شغف

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو عبادت سے نہایت شغف تھا، رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لاتے تو انہیں اکثر عبادت میں مشغول پاتے، ایک دن حضور ﷺ نے انہیں صبح کے وقت مسجد میں عبادت کرتے دیکھا، دوپہر کو پھر ادھر سے گذرے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو اسی حالت میں پایا، حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم ہمیشہ اسی طرح عبادت کرتی رہتی ہو، جواب دیا، بیشک یا رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ نے کچھ کلمات پڑھنے کی تلقین فرمائی اور کہا کہ ان کو تمہاری نفلی عبادت پر ترجیح حاصل ہے۔

صدقہ کا گوشت وفات اور روایات

ایک دن رسول اکرم ﷺ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے اور پوچھا: کچھ کھانے کو ہے؟''

عرض کیا: ''میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا بس وہی موجود ہے''۔

حضور ﷺ نے فرمایا: لے آؤ جس کو صدقہ دیا گیا اس کو پہنچ چکا''۔

حضور جویریہ رضی اللہ عنہا کو عزت نفس کا بھی بہت خیال تھا، چنانچہ اسیر ہونے پر اپنی آزادی کے لئے انہوں نے حتی الامکان پوری کوشش کی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے ۶۵ رسال کی عمر میں ۵۰ ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے چند احادیث منقول ہیں جن کے راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

☆☆☆

بچی کو نماز پڑھتے دیکھ کر اسلام قبول کیا

مذہب کے معاملہ میں ہمیشہ ہی میرا نقطۂ نظر عام لوگوں سے مختلف رہا ہے، میرے والدین پختہ عقیدہ کے ہندو تھے، لیکن نہ جانے بچپن ہی سے میں آزاد فکر کا آدمی کس طرح بن گیا تھا، اپنی ماں کے ساتھ بھجن کیرتن کی منڈلیوں میں شامل ہو جایا کرتا تھا، کبھی کبھی فلمی دھنوں پر جب لڑکیاں رقص کرتی تھیں تو میں لطف اندوز ضرور ہوتا تھا، لیکن ہر وقت میں سوچتا رہتا تھا کہ آخر گونگی بہری مورتیوں کے آگے لوگ جھکتے کیوں ہیں، اس کے سامنے آہ وزاری کیوں کرتے ہیں، ان کے سامنے کھانے پینے کی چیزیں اس تصور کے ساتھ کیوں رکھی جاتی ہیں کہ مورتیاں کھانے کو قبول کرلیں گی جب کہ ان میں جنبش کرنے کی سکت بھی نہیں ہے۔

میں جب اس معاملہ میں اپنی ماں سے کوئی سوال کرتا تو وہ سخت ناراض ہو جاتیں اور مجھے ہدایت دی جاتی کہ میں گستاخی کی باتیں نہ کروں اور یہ مان لوں کہ مورتیاں زندہ ہیں وہ ہماری باتوں کو سنتی ہیں اور ہمیں زندگی میں جو کچھ حاصل ہے وہ ان مورتیوں کی وجہ سے ہے، کئی مرتبہ ایسے واقعات پیش آئے جب میں نے اپنے شکوک وشبہات کا اظہار دھرم آچاریوں کسے کیا تو مجھے ان کی سخت تنقید کا سامنا کرنا

پڑا، مجھے متنبہ کیا گیا کہ اگلے جنم میں پیدا کرنے والا مجھے چوپایا بلی بنادے گا، کیونکہ میں مورتیوں کے بارے میں عقیدت سے بہت دور رہتا ہوں۔

میں ذہنی طور پر پریشان تھا

اس صورت حال نے مجھے ذہنی طور پر بیحد پریشان کردیا تھا، بے یقینی کے ساتھ زندہ رہنے کے لئے میں تیار نہیں تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں مذہب سے بہت دور ہوتا چلا گیا اور مجھے میرے مطالعہ نے یہ سبق دیا کہ خدا نے انسانوں کو پیدا نہیں کیا، بلکہ دنیا کے انسانوں نے خدا کے تصور کو جنم دیا ہے اور اس تصور کے پس منظر میں وہ تبدیلیاں ہیں، جن کا سامنا ہر ذی روح کو کرنا پڑتا ہے، پیدائش سے موت تک ایسے محیر العقول مرحلے پیش آتے رہتے ہیں جس سے نسلیں ششدر رہ جاتی ہیں، خوف اور ڈر نے انسان کو محسوس کرایا ہے کہ پس پردہ کوئی ایسی طاقت یقیناً موجود ہے جو اس دنیا کے نظام کو چلا رہی ہے لیکن کمیونزم پر کئی کتابیں میں نے پڑھیں، ان سے میری سمجھ میں یہی بات آسکی کہ یہ سب نیچر کی کاری گری ہے اس جلوہ گری کو انسان نسلیں مختلف عقیدوں کے ساتھ منسوب کرتی چلی آرہی ہیں، زندگی کا وقت مختصر ہے، اس لئے اسے گوشتہ نشینی یا پوجا پاٹ میں برباد نہیں کرنا چاہئے، بلکہ عیش وعشرت کے ساتھ خدا کے خوف کے بغیر زندگی گذارنی چاہئے۔

یہ تصور میرے ذہن میں پیوست ہوگیا اور میں نے خود کو ایک انقلابی پارٹی سے وابستہ کردیا، یہاں آپ کو میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ کس پارٹی سے وابستہ ہونے کے بعد کس طرح کی سرگرمیوں میں انجام دیتا رہا، میں تو بس آپ کو اپنی زندگی کے اس موڑ پر لے جانا چاہتا ہوں جہاں سے میرا رخ اسلام کی طرف ہوگیا۔

جب اسلام سے میرا تعارف ہوا

میں ایک دن کسی وجہ سے ایک مسجد میں داخل ہوا جہاں میں نے ایک بچی کو نماز کی حالت میں مصروف پایا، اس بچی سے جب میں نے گفتگو کی تو اس نے انتہائی معصومیت کے ساتھ میرے سوالوں کا جواب دیا، میں نے جب اس سے نماز کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو اس نے انتہائی نرم لہجہ میں نماز ادا کرنے کا مقصد مجھے سمجھایا اور جب اس معصوم بچی کے دوسرے افراد خانہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ جیسے اجنبی کے ساتھ اخلاقی رویہ اختیار کیا اور مجھے اپنے اسلامی عقیدوں سے واقف کرایا، بس یہی وہ مقام تھا جہاں آنے سے میری زندگی میں ایک انقلاب آنا شروع ہو گیا اور میں نے پہلی مرتبہ محسوس کیا کہ خدا کا وجود ہے اور اسلام دین حق ہے، اس سے پہلے میں صرف ''ہندو'' مذہب کو جانتا تھا یا پھر میں لامذہب ہو گیا تھا، لیکن جب اسلام سے میرا تعارف ہوا تو میرے ذہن کے افق پر نئے چاند، سورج طلوع ہو گئے، میری سمجھ میں یہ حقیقت آسکی کہ دنیا از خود وجود میں نہیں آئی ہے، بلکہ اس کو وجود میں لانے والی کوئی عظیم ہستی موجود ہے، جس کی پہچان کائنات کے ہر ذرہ ذرہ سے ہوتی ہے۔

اور میں اسلام کا خادم بن گیا

داستان اگر چہ بہت طویل ہے، لیکن اتنا سمجھ لیجئے کہ اسلام سے جس قدر میں قریب ہوتا گیا میری زندگی مہکتی گئی، اندھیرے دور ہوتے گئے، میرے طرز زندگی اور عقیدت میں تبدیلی کی وجہ سے مجھے بے شمار مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آلام و مصائب کی شدت جیسے جیسے بڑھتی گئی، میرے ایمان میں تازگی

آتی چلی گئی اور قرآن کریم کی اس صداقت کا اظہار ہونے لگا کہ مومنوں پر دنیاوی مصیبتیں اور پریشانیاں جس قدر شدید ہوتی ہیں انکے ایمان میں اتنی ہی شدت سے تازگی پیدا ہوتی جاتی ہے، ایمان قبول کرنے کے بعد اپنے اسلامی نام کو اختیار کرنے کے بعد مجھے اپنے معاشرہ اور خاندان سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ لیکن اسلام کی محبت اگر کسی دل میں اپنا گھر بنالیتی ہے تو پھر کسی اور کی محبت دل میں جگہ نہیں بناسکتی، قرآن کریم کی تفسیر اور اسکے متن کا مطالعہ کرنے کے بعد پختہ عقیدہ کا ایک مسلمان بن چکا تھا۔ میرے لئے یہ بہت آسان ہے کہ اسلام دشمن اگر مجھ پر حملہ آور ہوں تو میں اپنی جاں نثار کردوں لیکن یہ ناممکن ہے کہ میں روشنی سے اندھیرے کی طرف واپس چلا جاؤں۔ میں ایک نومسلم کی حیثیت سے ساری دنیا کو یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ وہ سکون واطمینان کی تلاش میں سرگرداں رہنے کے بجائے اسلام کی طرف متوجہ ہوں اور اسلام مذہب کے دامن میں آکر دیکھیں کہ یہاں کتنا سکون اور اطمینان ہے، زندگی بسر کرنے کے کیسے سنہری اصول موجود ہیں، مسلمانوں نے جب تک اسلام کے اصولوں کو سمجھ کر ضابطہ کی زندگی بسر کی تو عروج کے منصب پر فائز نظر آتے رہے، لیکن جب انہوں نے روگردانی کی روش اختیار کی تو دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی طرح وہ بھی ذلیل وخوار ہوگئے۔ اب میں اسلام کے خادم کی حیثیت سے زندگی گذار رہا ہوں میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نے اسلام کی تعلیمات کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا ہے، بلکہ میری کوشش یہی رہتی ہے کہ میں اسلام کا تعارف ان لوگوں سے بھی کراؤں جو اسلام کی تعلیمات سے نا آشنا ہیں، میرے نام وپتہ کے بارے میں سوال کیا جاسکتا ہے، لیکن مجھے اپنی ذات کی تشہیر سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، میرے فائدہ کی شکل تو یہ ہے کہ میں دین حق کے بارے میں دنیا کو بتا تا رہوں جو توفیق مجھے حاصل ہوئی ہے اللہ ایسی ہی توفیق ہر گمراہ کو عطا کردے۔ (آمین) ☆☆☆

عورت پر خاوند کا حق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مرد عورتوں پر حاکم ہیں بہ سبب اس کے جو اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور بہ سبب اس کے جو وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں فرماں برداری کرتی ہیں اور پیٹھ پیچھے ان کے مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں، اللہ کی توفیق اور اس کی حفاظت سے۔

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب آدمی اپنی عورت کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ نہ آئے، پس خاوند وہ رات اس سے ناراضگی کی حالت میں گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے رکھے اور نہ جائز ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے گھر میں آنے کی اجازت دے۔ (بخاری و مسلم)

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص ذمے دار ہے اور تم سب سے اس کی اپنی رعیت کے بارے میں باز

پرس ہوگی۔ امیر (اپنی رعایا کا) ذمے دار ہے، آدمی اپنے اہل خانہ کا ذمہ دار ہے، عورت اپنے خاوند کے گھر اور اسکی اولاد کی ذمے دار ہے، پس اسطرح تم سب ذمے دار ہو اور تم سب سے اسکی اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا، تو میں یقیناً عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (ترمذی، حسن صحیح)

● حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عورت کا انتقال اس حال میں ہوا کہ اس کا خاوند اس سے خوش تھا، وہ جنت میں جائے گی۔ (ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)

● حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت دنیا میں اپنے خاوند کو ایذا پہنچاتی ہے تو اس کی حور عین میں سے ہونے والی بیوی جنت میں کہتی ہے، عنقریب یہ تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔ (ترمذی نے اسے حسن کہا ہے) ● حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے حق میں، عورتوں سے زیادہ خطرناک فتنہ کوئی اور نہیں چھوڑا۔ (بخاری و مسلم)

اہل وعیال پر خرچ کرنے کا صلہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور باپ پر جس کا وہ بچہ ہے ان دودھ پلانے والیوں کا کھانا اور لباس ہے دستور کے مطابق۔

اور فرمایا: چاہیئے کہ خرچ کرے کشائش والا اپنی کشائش (وسعت) کے مطابق اور جس کو اس کی روزی نپی تلی ملتی ہو اس کو چاہیئے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی روزی

میں سے اس کے موافق خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس سے زیادہ مکلّف (ذمہ دار) نہیں بناتا، جتنا اس نے اس کو دیا ہے۔ (سورہ الطلاق: ۷) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جو کچھ بھی خرچ کرو اللہ اس کے عوض دنیا یا آخرت میں عطا فرماتا ہے۔

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک وہ دینار ہے جسے تو اللہ کے راستے (جہاد) میں خرچ کرے، ایک وہ دینار ہے جو کسی گردن (کے آزاد کرنے) میں خرچ کرے۔ ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار میں ہے جو تو اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔ (مسلم)

● حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ (اور بعض کے نزدیک ابو عبد الرحمٰن) ثوبان بن بجدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل دینار جو آدمی خرچ کرتا ہے، وہ دینار ہے جسے وہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرے اور پھر وہ دینار ہے جو اللہ کے راستے میں اپنی سواری پر خرچ کرے اور تیسرے نمبر پر وہ دینار ہے جسے اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ (مسلم)

● حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کہ اگر میں ابو سلمہ رضی اللہ عنہا (اپنے پہلے خاوند) کی اولاد پر خرچ کروں تو اس میں میرے لئے کوئی اجر ہے؟ میں ان کو اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ تلاش رزق میں ادھر ادھر پھریں، آخر وہ میری اپنی اولاد ہیں، آپ نے جواب ارشاد فرمایا، ہاں، تو ان پر جو کچھ خرچ کرے گی، اس میں تیرے لئے اجر ہے۔ (بخاری ومسلم)

● حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اپنی اس طویل حدیث میں جسے ہم پہلے کتاب کے آغاز میں نیت کے بارے میں بیان کر آئے ہیں، روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم جو کچھ بھی اللہ کی رضا کیلئے خرچ کرو گے، اس پر تمہیں ضرور اجر دیا جائے گا حتیٰ کہ اس لقمے پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔ (بخاری)

● حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے گناہ گار ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ جن کی روزی کا ذمے دار ہے، ان کے حقوق کو ضائع کر دے، یعنی ان کے نان نفقہ میں کوتاہی کرے۔

یہ حدیث صحیح ہے جسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے اور مسلم میں بھی اس کے ہم معنی روایت ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جس خوراک کا ذمے دار ہے اس سے ہاتھ روک لے۔

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلند ہاتھ (دینے والا) نچلے ہاتھ (مانگنے والے) سے بہتر ہے اور خرچ کرنے کی ابتداء ان لوگوں سے کر جن کی دیکھ بھال کا ذمے دار تو ہے اور بہترین صدقہ وہ ہے جو تونگری (بے نیازی) کے بعد ہو اور جو سوال یا حرام سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ اسے بچا لیتا ہے۔ اور جو بے نیازی چاہے، اسے اللہ غنا و تونگری سے نواز کر بے نیاز کر دیتا ہے۔ (بخاری)

پسندیدہ اور عمدہ چیزیں خرچ کرنے کا صلہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے، تا آنکہ تم پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

اور فرمایا: اے ایمان والو! اپنی کمائی سے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو اور ان چیزوں سے جو ہم نے تمہارے زمین سے اگائی ہیں اور ناپاک کا ارادہ نہ کرنا اس میں سے تم خرچ کرو۔

● حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں کھجور کے باغات بیرحاء (نامی باغ) تھا، یہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لاتے اور باغ میں موجود پاکیزہ پانی پیتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ (راوی

حدیث) بیان فرماتے ہیں کہ جب آیت: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ نازل ہوئی، تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے تا آنکہ تم اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ کرو۔ اور مجھے اپنے مالوں میں سب سے زیادہ محبوب بیر حاء (باغ) ہے میں اسے اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر کی اور اس کے پاس اس کے ذخیرہ ہونے کی امید رکھتا ہوں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی دی ہوئی سمجھ کے مطابق جہاں مناسب سمجھیں اسے اپنے تصرف میں لائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اوہو، یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے تم نے جو کچھ کہا ہے میں نے سن لیا ہے، میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے قرابت مندوں میں تقسیم کردو۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ٹھیک ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رشتے داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ (بخاری ومسلم)

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو، نیک رشتے داروں، یتیموں، مساکین، رشتے دار، (یا قریبی) پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور پہلو کے ساتھی (ساتھ بیٹھنے والے) اور مسافر اور اپنے مملوکہ (غلام باندیوں وغیرہ) کے ساتھ احسان کرو۔

● حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! جب تم شوربے والا سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کرلو اور پڑوسی کا خیال رکھو۔ (مسلم) ● اور اسی کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ میرے خلیل (نبی ﷺ) نے مجھے تاکید فرمائی کہ جب تم شوربے والا سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کرلو، پھر اپنے پڑوسیوں کے گھر والوں کو دیکھو اور ان کو بھلائی کے ساتھ اس میں سے کچھ حصہ پہنچاؤ۔

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں عرض کیا گیا۔ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا وہ شخص جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی مشترکہ دیوار میں لکڑی (یا کیل وغیرہ) گاڑنے سے نہ روکے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے۔ کیا وجہ ہے کہ (اس فرمان رسول اللہ ﷺ کے باوجود) میں تمہیں اس حکم سے منہ پھیرتے ہوئے دیکھتا ہوں، اللہ کی قسم! میں اس کو تمہارے کندھوں کے درمیان پھینک کے رہوں گا (یعنی ضرور تمہارے سامنے پیش کروں گا۔) (بخاری ومسلم)

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے پڑوسی کو ایذا پہنچائے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ بھلائی کی ہی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری ومسلم)

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے دو پڑوسی ہیں، ان میں سے میں کس کو ہدیہ بھیجوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس کا دروازہ تیرے زیادہ قریب ہو۔ (بخاری)

☆☆☆

مسلم لڑکیاں

تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے

آج کل کے ماحول میں یہ شکایت عام ہوتی جارہی ہے کہ لڑکیاں پڑھی لکھی ہونے کے باوجود اچھی اور نیک بیویاں نہیں ثابت ہورہی ہیں وہ آرائش جمال کے جدید ترین طریقوں سے آشنا لیکن اخلاق وسیرت کی خوبیوں سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ یہ شکایت دنیا کے ہر ملک میں عام ہے اور لڑکیوں میں اس نقص کو پوری شدت کیساتھ محسوس بھی کیا جارہا ہے۔لیکن اس کا کوئی مداوا ان کے پاس نہیں، جب شدت احساس سے وہ بے خود ہوجاتی ہیں تو کوئی تربیت سینٹر کھول دیتی ہیں یا پھر کسی سیمینار کا انعقاد کردیتی ہیں مگر اس پیدا شدہ نقص کو دور کرنے میں ناکام ہی ہوتی ہے۔

اس صورت حال کا سامنا مسلم معاشرہ کو بھی ہے اور یہ وبا پوری تیزی کے ساتھ شریف گھرانوں میں بھی پہنچ رہی ہے اب تک اس بات کا رونا تھا کہ مسلم گھروں میں لڑکیوں کی تعلیم کا اہتمام نہیں لیکن اب تعلیم پر پوری توجہ ہے پھر بھی معاشرہ محبت کرنے والی ماؤں، وفا شعار بیویوں اور سلیقہ مند، دین پسند بہن بیٹیوں سے محروم

ہے۔اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے لڑکیوں کی تعلیم پر توجہ ضرور دی، لیکن غلط ڈھنگ پر ایسے اسکولوں میں تعلیم دلائی جاتی ہے جہاں کا نظام مخلوط ہے یا پھر ایسا نصاب پڑھوایا جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ بے راہ روی ودین بیزاری ہے، والدین مطمئن ہیں کہ انہوں نے اپنی بچیوں کو پڑھنے میں لگادیا مگر پھر اس کی فکر نہیں کہ وہ کیا پڑھ رہی ہیں اور ان کو جو ماحول مل رہا ہے وہ کسی قدر سازگار ہے؟

تعلیم کے ساتھ تربیت کا فقدان

ابتدائی دور میں تعلیم کے ساتھ تربیت جزء لاینفک کی طرح ہوا کرتی تھی مگر اب تعلیم محض تعلیم ہے، اسکولوں اور کالجوں میں اخلاقی نوٹس تیار کرادینے پر زیادہ توجہ ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کے بے جا اختلاف پر نہ کوئی روک ٹوک ہے اور نہ ہوٹل بازی، و پارک بازی پر کوئی قدغن، گویا تعلیم وتربیت دونوں الگ الگ جزء ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج کی لڑکیاں تعلیم یافتہ تو ہوتی ہیں لیکن تربیت یافتہ بہت ہی کم!

تعلیم کے ساتھ تربیت کے اس فقدان کو گھر کے ماحول میں دور کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ جتنی اچھی تربیت والدین کر سکتے ہیں دوسرا کوئی نہیں کرسکتا بشرطیکہ انہیں اس کا احساس ہو اور پوری فکر بھی، پرانے دور میں جب تعلیم کی کمی تھی، والدین میں یہ احساس پوری شدت سے کارفرما تھا، تربیت کے معاملہ میں کسی طرح کی تساہلی یا بے اعتنائی گوارہ نہیں کی جاتی تھی، چنانچہ اس وقت کی لڑکیاں امور خانہ داری میں ماہر بھی ہوتی تھیں۔ اور ساتھ ہی ان میں حد درجہ کا تحمل بھی ہوتا تھا، اچھی بری بات برداشت کرنے کا غیر معمولی مادہ ہوتا تھا، وہ جس گھر اور ماحول میں جاتی تھیں اپنے آپ کو اس رنگ میں رنگ لیتی تھیں انکی کسی بات سے اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا تھا کوئی بات مرضی کے خلاف ہوتی تو خندہ پیشانی سے برداشت کرتی تھیں سسرال

والوں کی کمزوریوں کو زبان پر نہ لاتی تھیں، شوہر میں اگر خامی ہوتی تو اسے نظر انداز کر کے اسکی خوبیوں پر نظر رکھتیں اور اپنی محبت والفت سے اس خامی کو دور کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی برکت ونصرت انکے شامل حال رہتی تھی، ان کی زندگیاں خوشگوار اور گھر جنت کا نمونہ ہوا کرتا تھا، ایسی ہی بیویوں کو اللہ کے رسولؐ نے دنیا کی سب سے قیمتی متاع قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ''خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ''یعنی نیک عورت دنیا کی سب سے بہترین متاع ہے۔

تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود خوبیوں سے خالی

لیکن آج کل کی لڑکیاں تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ان خوبیوں سے تہی دامن ہیں، اعلیٰ اخلاقی قدروں کا ان میں فقدان ہے، وہ اپنی مرضی کے خلاف چھوٹی سی بات بھی گوارہ نہیں کرسکتیں۔ سسرال والوں کی کمزوریوں کو تلاش کرنا پھر اس کو اچھالنا ان کی عادت سی بنتی جارہی ہے، اپنی چکنی چپڑی باتوں اور ظاہری نمائش سے شوہر کو گھر والوں سے بدظن کرتیں اور پھر ان کو علیحدگی پر آمادہ کرتی ہیں اخراجات میں ذرا بھی کمی ہوجائے تو سارے احسانات ومحبت کو فراموش کر کے گھر سر پر اٹھالیتی ہیں اور اگر پیسوں کی زیادتی ہو تو نت نئے فیشن میں بے دریغ خرچ کرتی ہیں اگر اپنے ساتھ جہیز کی لعنت لے کر آئی ہیں تو اس کا غرور ان کے سر چڑھ کر بولتا ہے اور پھر پورے گھر کو متعفن ہونے میں دیر نہیں لگتی، اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ آج کل کی لڑکیوں کا زیادہ تر وقت گھر سے باہر گذرتا ہے اور اگر گھر میں رہتی ہیں تو اکثر موبائل فون پر مصروف رہتی ہیں۔ تعلیم کے نام پر ان کو ساری آزادیاں حاصل ہیں، عریانیت کے سیل رواں کے سامنے ان کے پاؤں ٹک نہیں پارہے ہیں اور اسکے تیز بہاؤ میں ان کے چہرے کا نور، آنکھوں کی حیا، باتوں میں شرم، سر کا ڈوپٹہ اور رہن سہن سے نسوانیت سب کچھ بہا

چلا جا رہا ہے، پھر بھی وہ خوش ہیں کہ وہ زمانہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہیں اور والدین مطمئن ہیں کہ اپنی ذمہ داریاں پوری طرح ادا کر رہے ہیں۔ یورپ وامریکہ اور مغرب زدہ گھرانوں کی حالت ہمارے سامنے ہے جہاں لڑکیوں کی تعلیم ہے۔ یہاں اس مضمون کے اختتام پر تاریخ اسلامی سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے استاد امام حماد سے اس قدر محبت تھی کہ آپ امام حماد کے گھر پر جا کر ان کے گھر کے کام کاج کرتے۔ چکی پیستے، گھر کا سودا سلف بازار سے لا کر دیتے۔ گھر میں امام حماد کے مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے۔ اسی لئے ایک مرتبہ امام حماد کو ایک ماہ کے لئے کہیں دور دراز کا سفر کرنا پڑا اور واپس گھر لوٹے تو ان کے بچوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو ہم بیٹوں میں سے سب سے زیادہ کون یاد آیا؟ اس پر امام حماد نے فرمایا کہ ”سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے تم لوگوں کی بجائے ابوحنیفہ سب سے زیادہ یاد آئے۔“ امام ابوحنیفہ نے استاد کے احترام میں امام حماد کی زندگی میں منصب افتا نہیں سنبھالا۔

امام مالک کی علوم اسلامیہ حاصل کرنے کی جدوجہد

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب نوجوان لڑکے تھے اور علم حدیث سیکھ رہے تھے تو آپ امام نافع رحمۃ اللہ علیہ (جو صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اور عظیم شاگرد تھے) کے گھر کے سامنے گرمیوں کی تپتی دوپہر کو درخت کے نیچے سو جایا کرتے جب کہ آپ کا جسم پسینے سے شرابور ہوتا تھا۔ یہ اسلئے کرتے کہ جب امام نافع رحمۃ اللہ علیہ عصر کی نماز کے لئے

نکلیں تو راستے میں ان سے چند احادیث اور فقہی مسائل پوچھ لیں ورنہ مسجد میں تو امام مالک جیسے کم عمر نوجوان کے لئے امام نافع رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص تک رسائی آسان نہ تھی۔ دوپہر کو جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بہن کھڑکی سے امام مالک کو اس حالت میں دیکھتی تو اس کا دل پریشان ہوجاتا لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے والد اس کو تسلی دیتے ہوئے کہتے کہ فکر نہ کرو، مالک اسلامی علوم کے لئے یہ تکالیف برداشت کررہا ہے۔ اسپین کے قاضی یحیٰ بن یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص تھے جنہوں نے مسلمانوں کے دورِ حکومت میں پورے اسلامی اسپین میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کو عام کیا۔ طالب علمی کے دور میں جب وہ مدینہ آکر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث اور فقہ حاصل کررہے تھے تو ایک مرتبہ مدینہ میں ہاتھی لایا گیا۔ طالب علموں کی خواہش پر امام مالک نے سب طالب علموں کو اجازت دے دی کہ وہ جاکر گلی میں ہاتھی کو دیکھ آئیں۔ شاگرد چلے گئے سوائے ایک شاگرد یحیٰ بن یحیٰ کے۔ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیوں ہاتھی دیکھنے نہیں گئے تو یحیٰ بن یحیٰ نے جواب دیا: ''میں اسپین سے مدینہ ہاتھی دیکھنے نہیں آیا بلکہ آپ سے علم حدیث حاصل کرنے آیا ہوں۔''

بزرگوں نے کیسے ادب کیا اساتذہ کرام کا

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس قدر عزت کرتے تھے کہ ایک مرتبہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں کسی کام سے دوسرے قصبے میں اپنا ذاتی گھوڑا دے کر بھیجا۔ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پورا راستہ پیدل طے کیا۔ واپسی پر جب سید احمد شہید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی تو شاہ اسماعیل شہید فرمانے لگے: جس گھوڑے کی پیٹھ پر میرا استاد سوار ہوتا ہے مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ میں اس گھوڑے پر سواری کروں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اساتذہ کا بے حد احترام تھا۔ ایک بار اپنے ایک استاد شمس العلماء مولوی میر حسن کو سیالکوٹ کے بازار سے گزرتے دیکھا۔ آپ پر استاد کے ادب کا اس قدر غلبہ تھا کہ جوتے پہننے کا خیال بھی نہ رہا۔ بے ساختہ ننگے پاؤں استاد کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ استاد گرامی کا گھر آ گیا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب سات واسطوں سے حصرت ابوبکر صدق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہونے کے علاوہ مولانا روم رضی اللہ عنہ اپنے وقت میں قرآن، وحدیث، فقہ اور فلسفہ کے ایک متبحر عالم بھی تھے۔ اس کے باوجود تزکیہ اور روحانی علوم کے حصول کے لئے اپنے وقت کے عظیم ولی اللہ مولانا شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا اور ایسا کیا کہ شاگردی کا حق ادا کر دیا۔ ایک روایت ہے کہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کے سینے میں اللہ تعالیٰ کے عشق کی جو آگ ہے۔ انہیں کوئی ایسا باکمال شاگرد مل جائے جس کے سینے میں وہ عشق الٰہی منتقل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ جیسا شاگرد عطا فرمایا۔

اپنے استاد شمس تبریز کے متعلق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ درج ذیل اشعار بیان فرمائے۔

چیزے خود بخود چیزے نہ شد
آہن خود بخود تیغے نہ شد
مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

کوئی چیز از خود چیز نہیں بنی ہے، لوہا خود بخود تلوار نہیں بنا ہے، مولوی اس وقت تک مولائے روم نہیں بنا، جب تک شمس تبریزی کا غلام نہ بنا۔

یہ تمام تاریخی مثالیں ہمیں بتاتی ہیں کہ علمائے اسلام کا مقابلہ کیا ہے اوران کی شاگردی اختیار کیئے بغیر ہم خود بخود عظیم نہیں بن سکتے۔ہمیں سائنسی علوم بھی حاصل کرنے چاہئیں ،لیکن اسلام کا صحیح علم اور درد ہمیں علماء کے سامنے گھٹنے ٹیک کر ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

بقول اقبال:

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

(تعمیر افکار کراچی)

☆☆☆

ایک باپردہ فرانسیسی مسلم لڑکی کی کہانی

ایک باپردہ عورت نے فرانس کی ایک سپر مارکٹ سے خریداری کی اور اسکے بعد وہ عورت پیسوں کی ادائیگی کیلئے لائن میں کھڑی ہوگئی، اپنی باری آنے پر وہ چیک آؤٹ کاؤنٹر آئی، جہاں اسے رقم ادا کرنا تھی۔ وہاں اس نے اپنا سامان ایک ایک کرکے کاؤنٹر پر رکھ دیا، چیک آؤٹ پر کھڑی ایک بے پردہ مسلم لڑکی نے اس خاتون کی چیزیں ایک ایک کرکے اٹھائیں اور ان کی قیمتوں کا جائزہ لینے لگی، تھوڑی دیر بعد اس نے نقاب والی خاتون گاہک کی طرف ناراضگی سے دیکھا اور کہنے لگی!

ہمیں اس ملک میں کئی مسائل کا سامنا ہے ان مسائل میں ایک مسئلہ تمہارا نقاب ہے۔ ہم یہاں تجارت کرنے کیلئے آئے ہیں نہ کہ اپنا دین اور تاریخ دکھانے کیلئے، وہ مسلم عرب عورت جو نام نہاد روشن خیال تھی، اپنی بے ہودہ تقریر جھاڑے جارہی تھی کہ اگر تم اپنے دین پر عمل کرنا چاہتی ہو اور نقاب پہننا ضروری سمجھتی ہو تو اپنے ملک واپس چلی جاؤ۔ جہاں جو تمہارا دل چاہے کرسکتی ہو، وہاں نقاب پہنو، برقع پہنو، ٹوپی والا برقع پہنو، جو چاہے کرو مگر یہاں رہ کر ہم لوگوں کیلئے مسائل مت پیدا کرو۔

تم نسلی مسلمان ہو، میں اصلی مسلمان ہوں

نقاب پہننے والی خاتون ایک مسلم عورت کے منھ سے نکلنے والے الفاظ پر دم بخود ہوکر رہ گئی، اپنے سامان کو بیگ میں رکھتے ہوئے اس کے ہاتھ رک گئے اور اچانک اس نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا، کاؤنٹر پر کھڑی لڑکی اس کا چہرہ دیکھ کر حیران رہ گئی، کیونکہ نقاب والی لڑکی کے بل سنہری اور آنکھیں نیلی تھیں۔اس نے کاؤنٹر والی سے کہا: میں فرانسیسی لڑکی ہوں نہ کہ عرب مہاجر، یہ میرا ملک ہے میں مسلمان ہوں.....! اسلام میرا دین ہے، یہ نسلی دین نہیں ہے کہ تم اس کی مالک ہو، یہ میرا دین ہے اور میرا اسلام مجھے یہی سبق دیتا ہے جو میں کررہی ہوں۔

تم نسلی مسلمان ہوکر ہمارے یہاں کے غیر مسلموں سے مرعوب ہو، دنیا کی خاطر خوف میں مبتلا ہو، مجھے کسی کا خوف نہیں ہے اس فرانسیسی نومسلم عورت کے یہ لفظ بے پردہ مسلم عورتوں کے منہ پر طمانچہ تھے کہ تم پیدائشی مسلمانوں نے اپنا دین بیچ دیا ہے اور ہم نے تم سے خرید لیا ہے۔

اور وہ اسلام کے دائرے میں داخل ہوگئی

ایک نجی اخبار میں جب میں نے اس نومسلم فرانسیسی لڑکی کے بارے میں پڑھا تو روشن خیال اور اسلام کو بیک ورڈ یعنی پرانا اور فرسودہ نظام کہنے والیوں پر افسوس ہوا جن کی جھولیوں میں پشتینی اسلام جیسی نعمت آگری، انہوں نے اس کی قدر نہ جانی اور حجاب کو فرسودہ روایت کہہ کر اتار پھینکا، وہ حجاب جو اس کے لئے ایک حفاظتی قلعے کی حیثیت رکھتا ہے، مجھے ایک اور مغربی اداکارہ کا واقعہ یاد آیا، وہ ساحل سمندر پر نہانے کے لئے گئی، اب اسے اپنا لباس اتارنا تھا، اور اس لباس میں جو کہ برائے نام ہے نیم

برہنہ ہو کر ساحل پر اسے نہانا تھا، یک دم اس کے اندر کی عورت جاگی، حیا جو کہ عورت کی فطرت ہے بیدار ہوگئی، اس کے ہاتھ رک گئے، ایک مسلمان باپردہ عورت کا سراپا اس کی نظروں میں گھوم گیا، اس نے اسلام کا مطالعہ کرنا شروع کیا، کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی، حجاب اوڑھنا شروع کر دیا۔ اب اس نومسلم کا کہنا ہے کہ برقعہ یا چادر عورت کا حفاظتی قلعہ ہے جو اسے شیطان اور برے انسانوں کی پُر ہوس اور بری نظروں سے محفوظ رکھتا ہے۔

ایک غریب مسلم لڑکی کی بے بسی

میں ان نومسلم عورتوں کے احساسات اور جذبات کو داد دے رہی تھی کہ یا اللہ تیری یہ فرمانبردار بندیاں، یورپین معاشرے کی پیداوار ہیں، انہوں نے دین اسلام کو سینے سے لگایا تو اسکے ایک ایک حکم کا حق ادا کر دیا، پابندی حجاب کے باوجود استقامت اختیار کی، (اللہ ان کی مدد کرے۔ آمین) اور ادھر میری مسلم بہنوں اور بچیوں کا حال دیکھو۔ ابھی کچھ دن پہلے میں سودا سلف خریدنے کیلئے ایک سپر اسٹور پر گئی۔ ابھی سامان ٹرالی میں رکھ رہی تھی کہ تنگ پینٹ استعمال کرتی ہیں ابھی میں کچھ بولی نہیں اس نے ہاتھ میں پکڑی ٹوتھ پیسٹ کی تعریف شروع کر دیں۔ میں نے کہا کہ یہ تو میں بعد میں لوں گی پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم مسلمان ہو؟ بڑے فخر سے گویا ہوئی: جی آنٹی! میں نے کہا: تم نے جو لباس پہن رکھا ہے کیا وہ ایک مسلم عورت ہونے کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے؟ کہتی ہے: نہیں آنٹی، یہ تو کمپنی والوں کا لباس ہے، جو مجبوراً پہننا پڑتا ہے، بی اے پاس لڑکی غربت کے ہاتھوں ماری ہوئی ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ہتھے چڑھ جاتی ہے اور یہ ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنی چیزوں کو متعارف کروانے کے لئے جوان خوبصورت لڑکیوں کو تھوڑی تنخواہوں پر بڑے بڑے اسٹوروں اور پوش علاقوں

میں ڈور ٹو ڈور بھیجتی ہیں اور پھر خدا کی مار لباس بھی کافروں کا چنا ہوا۔ بہر حال! میرے سمجھانے پر مذکورہ لڑکی کی حمیت جاگی اور اس نے وعدہ کیا وہ جلد ہی اس بے ہودہ لباس سے جان چھڑائے گی اور اپنے لئے کوئی معزز راستہ تلاش کرے گی۔

دینی تربیت کا فقدان ہے

حقیقت یہ ہے کہ میں مسلم بیٹی کو کفار کی چالوں کا نشانہ بنتے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں اور کڑھ رہی ہوں کہ دینی تربیت کا فقدان ہے اور میری جوان نسل کفار کے بنے ہوئے جال میں پھنستی جا رہی ہے اور نیم برہنہ حالت میں اسٹوروں، چوکوں اور مشہوری کے لئے لگائے گئے پوسٹروں کی زینت بنتی جا رہی ہیں، یہی نیم برہنہ پھرنے والیاں جب اللہ کے گھر سے بلاوا آ جائے، حج وعمرہ کی ادائیگی کے لئے جائیں تو اپنے آپ کو سیاہ عبایا میں چھپا لیتی ہیں، یہ حکومت سعودیہ کا حکم ہے کہ کاش! وہ قرآن کا مطالعہ کریں کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بھی حکم ہے سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے نبی! اپنی بیویوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں (کہ شریف زادیاں ہیں) تو انہیں تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اللہ بے حد بخشنے والا مہربان ہے''۔

☆☆☆

عورت

اسلام اور اہل مغرب کی نظر میں

آج عیسائی ممالک کی طرف سے آزادی نسواں کا نعرہ دیا جارہا ہے ،ان کی نظر منحوس میں اسلام نے عورت کو محبوس کردیا ہے۔ اسلام نے عورتوں کو پردہ کی زنجیر میں جکڑ دیا ہے۔۔ان کا الزام ہے کہ اسلام نے عورت کو وہ عزت عطا نہیں کی جس کی وہ مستحق تھی۔عہد حاضر کے روشن خیالوں کی نظریہ ہے کہ جو آدمی کسب معاش کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے اور عورت کو آرام وآسائش سے گھر میں بٹھاتا ہے وہ ظالم وجابر ہے اور یہ عورت مظلوم ومجبور ہے اور جو حیوان ناطق کسب معاش کی شعوبتوں میں عورتوں کو ساتھ ساتھ رکھتا ہے اس کو عاشقانہ نظر سے نہیں تاجرانہ نظر سے دیکھتا ہے، وہ شخص بڑا رحیم وکریم ہے، شاعر مشرق اقبال نے کہا تھا:

اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش — معذور ہیں مجبور ہیں، مردانِ خردمند
کیا چیز ہے آرائش وقیمت میں زیادہ — آزادی نسواں کہ زمرد کا گلو بند

عورت شیطان کا دروازہ ہے، مسیحی پیشوا

آیئے پہلے ہم دیکھتے ہیں عیسائی مصنفوں مفکروں، دانشوروں، عیسائی مذہب کے پیشواؤں نے عورت کو عزت وشرف کی کس نظر سے دیکھا ہے۔عیسائیوں کے اندر مرکز روم کی حالت دیکھئے۔ روم کو مذہب عیسائیت کے اندر مرکزی کی حیثیت حاصل ہے۔عیسائیوں کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا پوپ وہیں رہتا ہے، یونانیوں کے بعد جس قوم کو دنیا میں بلندی حاصل ہوئی وہ اہل روم تھے۔ بغیر نکاح کے لوگ عورتوں سے تعلق قائم کرتے تھے طلاق کا رواج اس قدر بڑھا کہ مشہور رومی مفکر و مدبر ''سنیکا'' سختی کے ساتھ رومیوں کی کثرت طلاق پر ماتم کرتا ہوا نظر آتا تھا۔کوٹھوں اور شراب خانوں کی ارض روم میں کثرت تھی۔

ارض روم میں عیاشی کو وہ عروج حاصل ہوا کہ شاہ روم کو معزز خاندان کی عورتوں کو طوائف بننے سے روکنے کیلئے ایک قانون وضع کرنا پڑا۔ ''فلورا'' نامی کھیل اہل روم کے نزدیک بہت مقبول ہوا کیونکہ ننگی عورتیں اس کھیل میں دوڑا کرتی تھیں۔ عورتیں اپنے داشتہ مردوں کے ساتھ سرعام غسل کیا کرتیں تھیں۔ بابائے روم کی نظر میں عورت گناہ کی ماں، بدی کی جڑ اور جہنم کا دروازہ تھی۔ Tertullian جو روم میں عہد عیسائیت کا صف اول کا رہنما و پیشوا مانا جاتا تھا عورت کے بارے میں مسیحی تصور کی ترجمانی یوں کرتا ہے۔

> "The Women is the Gateway of divil. She takes us to Prophibted tree. She breaks the law of the God."

عورت شیطان کے آنے کا دروازہ ہے۔ وہ زجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی، خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی۔

Ehrysostum جو مذہب عیسائیت کے اولیائے کبار میں سے تھا۔ اس کی نظر میں عورت ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربا، ایک آراستہ مصیبت۔

یوروپ معاشرے میں عورتوں کی ذلت

عورت کے تعلق سے ان مسیحی تصورات نے عورت کا درجہ پہلے سے بھی زیادہ کم تر کر دیا۔ عیسائی شریعت کی رو سے جو قوانین عیسائی ممالک میں نافذ ہوئے ان سب کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہے: ۱- معیشت کے معاملے میں عورت کو مرد کی تحویل میں دے دیا گیا۔ ۲- طلاق اور خلع کی اجازت سرے سے نہ تھی یعنی عورت تا حیات غلام بنی آدم بنی رہے۔ ۳- شوہر اگر وادی ممات میں چلا جائے تو اسکی بیوی نکاح ثانی نہیں کر سکتی تھی۔ سرزمین ہند پر بھی اس دور میں عورت کو شوہر کی وفات کے بعد زندہ سپرد آتش کر دیا جاتا تھا تا کہ نکاح ثانی کا پروانہ نہ ملے۔ مذکورہ ساری باتیں عیسائیت کے دور قدیم کی تھیں اب ہم ترقی یافتہ عیسائی ممالک کی حالت زار رقم کرتے ہیں۔

۱۹ ویں صدی یورپ کا دور عروج ہے۔ یورپ کا پسندیدہ مصنف Paul Adam ہے۔ یورپ کا ایک نامور ادیب ہے یورپ سپاہیوں کے نام ایک اعلان شائع کیا جس کے الفاظ یہ ہیں:

"High: commond is trying to increase ratio of women but since when this arrangement would not be arranged the Gunmen instructed that they should not stay so much time inside"

ترجمہ: ''ہائی کمانڈ کوشش کر رہا ہے کہ عورتوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے مگر جب تک یہ انتظام نہیں ہوتا بندوق برادروں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ زیادہ دیر تک

اندر نہ رہا کریں۔ انگریز ماہر معاشیات Neo-Malthusian زنا کے بارے میں دلیل قائم کرتا ہے۔

"It is necassary to have three things for every human (1) necessity of food (2) necessity of sleep or relax (3) necessity of sex. Nature has given thses three things powerfully in human. Man runafter first two things. But it is surprise that his behaviour is different for third one. Moral has banded on this"

ہر انسان کیلئے ۳ ؍ چیزیں ضروری ہیں: ۱- غذا کی حاجت ۲- کھانے کی حاجت ۳- Sex کی حاجت۔ فطرت نے ان تینوں کو انسان میں پوری قوت کیساتھ ودیعت کیا ہے۔ آدمی پہلے دو چیزوں کی طرف لپکتا ہے مگر یہ عجب بات ہیکہ تیسری چیز کے بارے میں اس کا طرز عمل مختلف ہے۔ اخلاق نے اس پر پابندی عائد کردی ہے۔

عیسائی مملکت امریکہ کی ایک کورٹ کے جج Ben Lindse اپنی تصنیف Revolt of Modern youth میں تحریر کرتے ہیں:

"A 9 years odl girl who had been kept with many security from outside. That girl had many lovers and obtained to be beloved" (Page: 328)

عیسائی دنیا کی فحش انگیز آب وہوا

ترجمہ: ایک ۹ سال کی بچی جو بظاہر بہت حفاظت سے رکھی جاتی تھی اس بچی کو متعدد عشاق کی منظور نظر ہونے کا فخر حاصل تھا۔

میں ان افسوس ناک داستان کو طول نہیں دینا چاہتا مگر صرف دنیا کو آئینہ حقیقت دکھلانا چاہتا ہوں کہ عیسائی دنیا کی فحش انگیز آب وہوا، ارض ہند پر بھی پہنچ چکی

ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں کثیر تعداد میں عورتیں اپنے جسم کو پیسوں کے لئے فروخت کرتی ہیں۔ فائیو اسٹار ہوٹلوں کے Menu میں نوخیز لڑکیوں کی تصاویر آویزاں رہتی ہیں تاکہ خریدار اپنی من پسند دوشیزہ کا انتخاب کر سکیں۔ دیہی خطے میں تو غنیمت ہے لیکن معروف شہروں میں حالات بد سے بدتر ہیں۔ آزادی نسواں کے نام پر عورتیں برہنہ لباس پہنتی ہیں۔ انھی اسباب کی بنیاد پر منچلے لڑکے دوشیزاؤں سے زنا بالجبر کر بیٹھتے ہیں۔ یہ خبر کم ہی سننے کو ملتی ہوگی کہ کسی پردے میں رہنے والی لڑکی پر شہری اوباش لڑکوں نے طعنے کسے ہوں۔ آج تو حال یہ ہے کہ شہر کے اوباش لڑکے بھڑکاؤ لباس پہننے والی دوشیزاؤں کو دیکھ کر شرم ناک اور بھدے جملے کستے ہیں۔ رات کے ۱۰، ۱۱ بجے بھڑکاؤ لباس پہن کر سڑکوں پر گھومنے کی کیا ضرورت ہے؟

آزادی کے نام پر عورتوں کا استحصال

ابھی چند ماہ پہلے آندھرا پردیش کے .D.G.P نے ایک بیان میں کہا تھا کہ ”نیم عریاں لباس پہننے کی وجہ سے زنا کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے“۔ اس پر عیسائیت سے مرعوب اس وقت کے ہندوستانی وزیر داخلہ پی چدمبرم نے DGP کی سخت الفاظ میں سرزنش کی تھی۔ ہندوستانی لڑکیوں میں یہ وبا عیسائی ممالک سے آئی ہے جس کا اعتراض جارج رائیلی اسکاٹ نے اپنی کتاب تاریخ الفحشاء میں یوں کہا ہے: ”جن عورتوں کی بسر اوقات کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ اپنے جسم کو کرایہ پر چلا کر روزی کمائیں، ان کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد ان عورتوں کی بھی ہے جو اپنی ضروریات زندگی حاصل کرنے کے لئے دوسرے ذرائع رکھتی ہیں اور ضمنی طور پر اس کے ساتھ فاحشہ گری بھی کرتی ہیں“۔ ہو بہو یہی حالت زار ہندوستان کی بھی ہے یہاں بھی کئی کوٹھے مردوں کی جنسی خدمات میں مصروف ہیں۔ آج کی تاریخ میں اکثر

عیسائی ممالک (امریکہ، فرانس، برطانیہ، جرمنی، پولینڈ، ہالینڈ وغیرہ) میں جسم فروشی کو قانونی درجہ حاصل ہے۔ ہندوستان میں بھی اس طرح کے قانون وضع کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہندوستانی پارلیمنٹ کے ایوان زریں کی رکن ''پریہ دت'' نے اس کے لئے زوروشور سے مہم چلا رکھی ہے اب یہاں IPL کرکٹ میچ کا رواج چل رہا ہے۔ IPL حکومت ہند کے زیر نگرانی ہے، کوئی پرائیوٹ ادارہ نہیں۔ IPL میں نوخیز دوشیزاؤں سے ڈانس کرایا جاتا ہے۔ یہ نوخیز دوشیزائیں اپنی صدابہار جوانی کے ساتھ میدان لہوولعیب میں مداحان کرکٹ کو لطف اندوز کرنے کیلئے رقص کرتی ہیں۔

ان نوخیز دوشیزاؤں میں یورپ، افریقہ، امریکہ، سمیت ہندوستان کی بھی کم عمر لڑکیاں ہیں۔ کیا کفار کی نظر میں عورت کی آزادی یہی ہے کہ وہ صرف Underwear اور vest میں میدان پر رقص کرے۔ آخر مردوں کو IPL میں کیوں نہیں نچوایا جارہا ہے؟ ان دوشیزاؤں کے ساتھ کرکٹر IPL کے اسپانسر حضرات، کوچ، سیاسی رہنما جنسی تعلق قائم کرتے ہیں، جس کا اعتراف ایک مظلوم ۲۲ سالہ دوشیزہ Gribiral نے ان جملوں میں کیا: ''من مانے طریقے سے رات کی پارٹیوں میں کرکٹرز چیرلیڈرس (Chairleaders) کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اسپانسروں اور کرکٹروں کو چیرلیڈرس رات کی پارٹیوں میں مہیا کرایا جاتا ہے، نتیجتاً ممبئی انڈینس کی خوبصورت چیرلیڈرس کو جہاز سے ان کے وطن واپس بھیج دیا جاتا ہے''۔ (دینک ہندوستان: ۱۹ مئی ۲۰۱۲ء، ص ۱۸)

عیسائی مفکروں، دانشوروں اور لیڈروں کے عورت کے تعلق سے نظریہ کو بیان کیے بغیر یہ مقالہ ادھورا رہے گا۔ اس لئے میں نے ان کے اقوال کو صفحہ قرطاس پر رقم کیا ہے آیئے دیکھتے ہیں مذہب اسلام میں عورت کی کیا اہمیت ہے اور عورت کی اسلام میں کیا قدرومنزلت ہے؟

اسلام نے عورت کو عزت بخشی

پہلے تو اسلام نے عورتوں کو دیکھنے کی ممانعت کردی کیونکہ اگر کوئی غیر مرد کسی عوت کو دیکھے گا تو ہوسکتا ہے شیطان اس کو بہکاوے۔قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. (النور:۳۰)

اسلام نے عورت کو شرف وعزت کے کس عرش پر متمکن کیا، اس کا اندازہ اس آیت کریمہ سے ہوتا ہے: ''حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا'' اس کی ماں نے اس کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا، تکلیف کے ساتھ جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑائی میں ۳۰ ماہ صرف ہوئے۔ (الاحقاف:۱۵) اہل فہم پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجانی چاہئے کہ جس عورت کی ذات نے مرد کو تکلیف کے ساتھ جنا، اپنے پیٹ میں رکھا اسے یہود ونصاریٰ نے Sex symbol بنادیا۔مرد کہیں عورت کو دیکھ کر صراط مستقیم سے بھٹک نہ جائے، اس لئے صادق المصدوق پیغمبر ﷺ نے داعی شہوت سے ہی منع فرمادیا: ابن آدم لک اول نظر وایاک الثانیۃ ۔آدمی زادے تیرے پہلی نظر تو معاف ہے مگر خبردار دوسری نظر ڈالنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا: يَا عَلِيُّ لَا تَتْبَعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَ لَكَ الْاٰخِرَةِ. (سنن ابوداؤد شریف) اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو۔پہلی نظر تو معاف ہے دوسری نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں؟ فرمایا فوراً نظر پھیر لو''۔ (سنن دواؤد شریف)

زانیوں کو خاطر خواہ سزا دی جائے

آج کھلے عام عصمت وعفت لٹنے کا واقعہ پیش آجاتا ہے اور غم کی ماری عورت جب اس کی شکایت ارباب حل واقتدار سے کرنے ان کے دولت کدہ پر جاتی ہے تو وہ اس کا تدارک کرنے کے بجائے خود اسی کی عصمت لوٹ لیتے ہیں۔ آج آئے دن یہ خبریں اخباروں کی زینت بنا کرتی ہیں کہ فلاں جگہ فلاں MLA نے فلاں MP نے فلاں لڑکی کی عصمت ریزی کی لیکن ان سفید پوشوں کو معمولی سزا بھی نہیں ملتی۔ اسلام کی مقدس کتاب قرآن میں ہے:

لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلاً. اسلام نے زنا کار کے لئے سخت سزا رکھی ہے حالانکہ ہمارے وطن عزیز میں بھی سزا ہے لیکن محض ۷رسال کی لیکن مذہب اسلام کی رفعت وعظمت یہ ہے کہ اگر کوئی شادی شدہ شخص، عورت جیسی مقدس شے کی عزت وناموس کو تاراج کرے تو اسے سنگ سار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اگر مرد غیر شادی شدہ ہے تو اسے ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں، جیسا کہ قرآن میں ہے۔ ہے کہ کوئی مذہب، ہے کوئی ملک، جو عورتوں کی عزت وناموس کو تاراج کرنے والے شخص کو اتنی سخت سزا دیتا ہو؟

آج ہندوستان میں بہت سی تنظیمیں بھی یہ مطالبہ کر رہی ہیں کہ زنا کار کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے، لیکن افسوس ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ وجہ صاف ہے ہم عورت کو یہود ونصاریٰ کی طرح سامان لذت سمجھتے ہیں۔ عیسائی ممالک میں ۸۰ فیصد لوگ جنسی بے راہ روی کا شکار ہیں۔ ۸۰ر فیصد لوگ امریکہ میں بغیر شادی کے جنسی عمل کرتے ہیں جس کے سبب امریکی ایڈس جیسے مہلک مرض سے دوچار رہتے ہیں۔ اسلام نے دائرہ

ازواج میں رہ کر ہی جنسی عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔Radio پر ایڈس سے بچنے کے لئےAdvertise آتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

قرآن میں عورت کی عظمت اور برتری

''ایڈس سے بچنے کے متعدد طریقے ہیں جس میں پہلا طریقہ شادی سے پہلے جنسی تعلق قائم نہ کرنے کا ہے''۔

یہود ونصاریٰ کی نقل اتارنے کے سبب امراض خبیثہ (ایڈس) نے ہند میں بھی اپنا پیر پھیلا دیا ہے۔اس لئے ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ہی ہوگا ورنہ وہ دن دور نہیں جس دن ہم تباہی وبربادی کے ساحل پر کھڑے ہو کر بے یارومددگار خون کے آنسو رو رہے ہوں گے۔

اس سے بڑھ کر اسلام میں عورت کی عزت کیا ہوگی کہ خدا بزرگ وبرتر نے قرآن کی ایک سورت کو عورت کے لئے مختص کر دیا۔اس سورہ کا نام نساء ہے۔نساء کا معنی عورت ہے۔اس سورت میں احکام نساء ذکر کئے گئے ہیں۔آج کل کچھ دریدہ دہن حضرات یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اسلام نے یوں چار شادی کی اجازت دی ہے؟ حالانکہ ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ مطلقاً اسلام نے ۴رشادی کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ چار شادی کی اجازت چند سخت شروط کے ساتھ دی ہے۔

لیکن ان دریدہ دہنوں کو پہلے اپنا دامن دیکھنا چاہئے کہ ایسی ایک شادی سے کیا فائدہ کہ گھر پر بیوی کو دھوکہ دے کر نہ جانے کتنی عورتوں کی عزت وناموس پر ڈاکہ ڈالتے پھرتے ہیں۔کبھی کوٹھے پر جاتے ہیں تو کبھی کال گرل کو بلا کر اپنی ہوس کی پیاس کو بجھاتے ہیں۔High Socity کے لوگ Change wife کا عمل کرتے ہیں۔کبھی پرائیویٹ سکریٹری کو رات میں پرائیوٹ بیوی بناتے ہیں۔ایسے افراد کو

حکومت High Socity کا فرد قرار دیتی ہے۔ حکومت کی نظر میں یہ عناصر عزت وشرف کی منزل میں ہیں۔

ہندوستان میں ۹۹ فیصد مسلمان ایک شادی والے

ارض ہند میں ۹۹ / فیصد مسلمان ایک بیوی والے ہیں۔ اسلام ہمیں چار شادیوں کے لئے مجبور تو نہیں کررہا ہے۔ اسلام نے عورتوں کو حقوق ہی حقوق عطا کیے۔ عورت اپنی مرضی سے اپنے شوہر کا انتخاب کرسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حَتّٰی تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ صادق المصدوق پیغمبر ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

عورت بھی مرد کی طرح انسان ہے

اَلۡاَیِمُّ اَحَقُّ بِنَفۡسِهَا مِنۡ وَلِیِّهَا لاتَنۡكِحُ الۡبِكۡرَ حَتّٰی لِتَسۡتَاذِنُ. آج حقوق انسانی کے جو الفاظ آپ کو سنائی دیتے ہیں یہ سب اسی انقلاب انگیز صدا کی بازگشت ہیں جو حضرت محمد ﷺ کی زبان اقدس سے جاری ہوئے اور جس نے افکار انسانی کا رخ ہمیشہ کے لئے بدلدیا۔ وہ حضور صاحب لولاک ہی کی ذات ہے جنہوں نے دنیا کو بتا دیا کہ عورت بھی ویسی ہی انسان ہے جیسا مرد ہے۔ اللہ کی عزت کی قسم حضرت محمد ﷺ دنیا کے وہ پہلے اور آخری شخص عظیم ہیں جنہوں نے عورت کو مرد کی طرح سمجھنے کی تلقین فرمائی اور عورت کی عصمت وناموس کی حفاظت فرمائی۔ میرے آقا نے ۲۵ / سال کی عمر میں ایک بیوہ عورت حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حالانکہ ۲۵ / سال کی عمر میں جوانی شباب پر ہوتی ہے۔

کوئی مرد بیوہ سے ضعیفی میں شادی کرنا چاہتا ہے لیکن حضرت محمد ﷺ نے بیوہ سے شادی کر کے بتا دیا کہ ہمارا مذہب وہ مذہب نہیں جس میں عورتوں کو رکھیل یا

کھلونا یا جنسی تسکین بجھانے والا کھلونا سمجھا جائے۔ آج تو حال یہ ہے کہ بیوہ کو سفید ساڑی پہنا دی جاتی ہے اور ان کی چوڑیاں اترا دی جاتی ہیں لیکن میرے پیارے صادق المصدوق رسول اللہ ﷺ نے جہاں بیوہ سے شادی کر کے عورتوں کو عزت وشرف کے عرش پر متمکن کر دیا وہیں عورتوں پر ہو رہے ظلم کا تدارک بھی کیا۔ حدیث میں ہے حضور ﷺ نے بیویوں پر دست درازی کی عام ممانعت فرما دی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عمر نے شکایت کی کہ ''عورتیں شوخ ہوگئی ہیں ان کو فرماں بردار بنانے کے لئے مارنے کی اجازت ہونی چاہئے'' آپ نے اجازت دے دی۔ لوگ نہ معلوم کب سے اسی انتظار میں بیٹھے تھے جس روز اجازت ملی اسی روز ۷۰ عورتیں اپنے گھروں میں پٹی گئیں۔ دوسرے دن صاحب لولاک کی چوکھٹ اقدس پر فریادی عورتوں کا ہجوم لگ گیا۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا: لَقَدْ طَافَ اللَّيْلَةَ بِآلِ مُحَمَّدٍ سَبْعُوْنَ اِمْرَاةٌ كُلُّ اِمْرَاةٍ تَشْتَكِيْ زَوْجَهَا فَلَا تَجِدُوْنَ اُولٰئِكَ خِيَارَكُمْ. (السنن الصغیر بیہقی، جلد ۶، ص ۴)

اسی اخلاقی اور قانونی اصلاح کے نتیجے میں عورتوں کو اسلامی برادری میں وہ مقام حاصل ہوا جس کی نظیر دوسری برادری میں نہیں۔ اس مقالے میں عورتوں کے تعلق سے رقم کی گئی درد انگیز باتوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہود ونصاری جو کہ عورتوں کی آزادی کے متوالے ہیں کس طرح عورتوں کو پائے عز وشرف سے گرا ہوا سمجھتے ہیں۔ اگر ہماری رقم کی گئی باتوں سے مسند اقتدار پر براجمان نفوس سئیہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ نفاق رکھنے والا شخص اگر آفتاب کے وجود کو اپنے مقصد کے خلاف دیکھے گا تو بھی دن دہاڑے کہہ دے گا کہ آفتاب موجود نہیں ہے۔ البتہ دقیق نظروں سے دیکھا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی ساری زینت عورت کے چہرہ میں رکھی ہے۔

پردہ ایک عقلی، قانونی دلیل ہے

اب اگر آپ کو کسی دوشیزہ سے شادی کرنی ہے تو آپ انصاف کا خون کیے بغیر بتائیے کیا دیکھ کر آپ فیصلہ کریں گے؟ آپ بے ساختہ کہیں گے کہ عورت کا چہرہ دیکھ کر ہم شادی کا فیصلہ کریں گے۔ اب اگر گمراہی کے طوفان کو روکنا ہے تو پہلے ہم کو ان محرکات کو روکنا ہوگا جن کی وجہ سے وہ طوفان آتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی خوبصورت عورت کے چہرے کو نہیں دیکھے گا تو وہ شخص اس عورت پر نگاہ غلط نہیں ڈال سکتا۔ اہل دانش پر ان باتوں کی وجہ سے یہ روشن ہوگیا ہوگا کہ پردہ کوئی جاہلی رسم نہیں بلکہ ایک عقلی قانونی دلیل ہے۔

اسلام نے مردوزن کے اختلاف سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے منچلے مرد عورت کو جنسی طور پر ہراساں کر سکتے ہیں اور ایسا آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ کہ فلاں شعبہ میں فلاں آدمی نے فلاں عورت کی عصمت دری کی یا کوشش کی۔ اس لئے اسلام نے ان محرکات پر سختی سے پابندی عائد کر دی جو داعی زنا ہیں۔ سب کے سب اسی فکر فلک رسا کا ایک انمول نمونہ ہیں۔ برطانیہ کا مشہور مفکر اپنی تصنیف A History of Prostitution میں راقم طراز ہے:

”ایک اور اہم سبب جو سوسائٹی میں وسیع پیمانے پر جنسی آوارگی پھیلنے کا موجب ہوا، یہ ہے کہ عورتیں روز افزوں تعداد میں تجارتی کاروبار، دفتری ملازمتوں اور مختلف پیشوں میں داخل ہو رہی ہیں جہاں شب وروز ان کو مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونے کا موقع ملتا ہے۔ مردانہ اقدامات کے مقابلے میں عورتوں کی قوت مزاحمت کو بہت کم کر دیا ہے“۔

یہ عجیب الٹا فلسفہ حیات ہے

آج تو فائیو اسٹار ہوٹلوں، بڑے بڑے شاپنگ سینٹروں میں کم عمر لڑکیوں کو رکھا جاتا ہے تاکہ خریداران صنف نازک کی وجہ سے ہمارے دروازے پر دست طلب دراز کریں۔ یہ شمس در کف حقیقت ہے کہ جہاں زندہ گوشت ہوں گے وہاں تو چیل کوے تو آئیں گے ہی! آج تو کھلے عام شاپنگ سینٹر والے، ہوٹل کے مالکان، چینل کے مالکان، چینل کے ایڈیٹران اپنے یہاں کام کرنے والی کم عمر لڑکیوں سے بوس و کنار ہوتے نظر آتے ہیں۔ ہوائی جہاز میں Air Hostess کو صرف اس وجہ سے رکھا جاتا ہے تاکہ ان کی نازک ٹانگوں سے عیاش لوگ مستفیض ہوسکیں۔ گھٹنے کے اوپر تک ان کی ٹانگیں برہنہ رہتی ہیں۔ آخر مرد Air Hostess کی ٹانگیں کیوں نہیں برہنہ رہتی ہیں، یہ عجیب وغریب الٹا فلسفۂ حیات ہے۔ Kingfisher Airlines کا سربراہ مشہور برنس مین Vijay Maliya جو کہ MP ہے۔ دینک جاگرن اخبار میں پہلے صفحہ پر اس کی ایک تصویر شائع ہوئی جس میں وہ اپنی داشتہ Bollywood ہیروئن ۲۵ سالہ سمیرا ریڈی کے ساتھ رومانس کر رہا تھا۔ اخبار کی ہیڈ لائن تھی ''وجے مالیہ سمیرا ریڈی کے ساتھ انترنگ موڈ میں''۔

کمپنی نہیں قبحہ خانے ہیں یہ!

یہ ہے ہمارے وطن عزیز کے MP, MLA کی حیات جاویداں۔ ہریانہ کے سابق وزیر مملکت برائے داخلہ Gopal Kanda جو کہ ہریانہ کا MLA ہے اس کے تعلق سے روزانہ یہ خبریں اخباروں کی زینت بن رہی ہیں کہ گوپال کانڈا اپنے Airlines میں کام کرنے والی ایئر ہوسٹس Gitika Sharma سے جسمانی تعلق

رکھتا تھا۔ وہ ۳/ بار حاملہ ہوئی اس نے اس کا Abortion کروادیا۔ اس نے کانڈا سے پریشان ہوکر خودکشی کرلی اور اپنے سوسائٹ نوٹ میں یہ تحریر کیا کہ ہماری موت کے لئے گوپال کانڈا ذمہ دار ہے۔ گیتیکا خودکشی معاملہ میں آئے دن نئے نئے انکشافات منظر عام پر عیاں ہورہے ہیں۔ اس بار ایک ایسا ہی انکشاف ہیروئن Nipur Mehta نے کیا ہے۔ نپور کا دعویٰ ہے کہ وہ اس وقت کانڈا کی کمپنی کی مینجر تھی۔ نپور نے بیان دیا ہے ''گیتکا شرما کانڈا کو پہلی ہی نظر میں بھاگئی تھی۔ جب گتیکا کانڈا کی Airlines کمپنی میں انٹرویو کیلئے آئی تھی تو اس وقت اسکی عمر ۱۷ رسال تھی، کم عمر ہونے کی وجہ سے اسے ۶ رماہ بعد آنے کو کہا گیا تھا۔ لیکن کانڈا اس انٹرویو کو CCTV کیمرے سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھے بلایا اور گتیکا کو نوکری پر رکھنے کو کہا''

عورت معمولی چیز نہیں!

اسلام نے آج کے دور پر خطر کو ۱۴۰۰ ارسال پہلے ہی جان لیا تھا اسلئے اسلام نے مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے منع فرمادیا تھا۔ ہاں جہاں اختلاط نہ ہو صرف وصرف عورتیں ہی ہوں، ایسی جگہوں پر عورت کا کام کرنا مضر نہیں۔ عیسائی ممالک میں اعلیٰ فوجی اہل کار اپنے ماتحت کام کرنے والی فوجی عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کرتے ہیں۔ ایسے کئی معاملے عدالت میں زیر التوا ہیں۔ صنف نازک کی عزت سے کھلواڑ کے پاداش میں اسلام نے سخت سزا کا حکم دیا ہے جیسا کہ مضمون میں گذار۔ ایسی سخت سزا نہ ہی کسی ملک کے قانون میں ہے اور نہ ہی کسی مذہب کی کتاب میں۔ علم کا حصول عورتوں کیلئے فرض قرار دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلم مرد اور عورت پر فرض ہے''۔ (جامع ترمذی جلد ۵، ص ۱۵) اسلام نے ہمیں عورتوں کیساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم بھی صادر فرمایا ہے۔

اسلام نے عورت کو وراثت میں حصہ دار بنایا گیا، کسی مذہب یا کسی سلطنت میں اس کی مثال مل سکتی ہے؟ کیا ہنود کی مذہب میں عورت باپ کی جائیداد کی وارث ہوسکتی ہے؟ جس مذہب کے پیشوا برہما نے اپنی بیٹی سے شادی کی ہو، اس مذہب میں عورتوں کی حالت زار کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ حاصل بحث یہ کہ یہود ونصاریٰ اور ہنود نے عورت کو Sexual Symbol سمجھ رکھا ہے، اس لئے عورت کو چاہئے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو یہی اس کے درد کی دوا ہے، اسلئے کہ عورت کوئی معمولی شئ نہیں، محبوب محبوب رب العالمین ہے۔ یہ کچھ کم فخر کی بات نہیں۔

☆☆☆

اسلام میں عورت کا مقام

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۔(سورہ بقرہ:۲۲۸)

ترجمہ: یعنی عورتوں کے حقوق ہیں مردوں پر جیسا کہ مثل انہیں کے حقوق ہیں جو ان عورتوں پر مردوں کے ہیں۔ ان کو قاعدہ شرعی کے موافق ادا کیا جائے اور اتنی بات ضرور ہے کہ مردوں کا ان کے مقابلے میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اس لئے ان کے حقوق کی نوعیت عورتوں کے حقوق کی نوعیت سے بڑھی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حاکم ہے اور حکیم بھی ہے۔

یہ آیت عورتوں اور مردوں کے باہمی حقوق وفرائض اور ان کے درجات کے بیان میں ایک شرعی ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اسلام میں عورت کا مقام

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عورت کے اس موقف ومقام کی کچھ تشریح کردی جائے جو اسلام نے اس کو عطا کیا ہے جس کو سمجھ لینے کے بعد یقینی طور پر اس کا

اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایک عادلانہ اور متعدلانہ نظام کا تقاضا یہی تھا اور یہی وہ مقام ہے جس سے اونچ نیچ یا انحراف انسان کے دین و دنیا کے لئے عظیم خطرہ بن جاتا ہے۔ غور کیا جائے تو دنیا میں دو چیزیں ایسی ہیں جو اس عالم کی بقا اور تعمیر و ترقی میں عمود کا درجہ رکھتی ہے ایک عورت، دوسری عورت، لیکن تصویر کا دوسرا رخ دیکھا جائے تو یہی دونوں چیزیں دنیا میں فساد و خونریزی اور طرح طرح کے فتنوں کا سبب بھی ہیں اور غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ دشوار نہیں کہ یہ دونوں چیزیں اپنی اصل میں دنیا کی تعمیر و ترقی اور اس کی رونق کا ذریعہ ہیں، لیکن جب کہیں ان کو اپنے اصلی مقام اور موقف سے ادھر ادھر کیا جاتا ہے تو یہی چیزیں دنیا میں سب سے بڑا زلزلہ بھی بن جاتی ہیں۔ قرآن کریم نے انسان کو جو نظام زندگی دیا ہے اس میں ان دونوں چیزوں کو اپنے اپنے صحیح مقام پر ایسا رکھا گیا ہے کہ ان کے فوائد و ثمرات زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں اور فتنہ فساد کا نام نہ رہے۔ دولت کا صحیح مقام، اسکے حاصل کرنے کے ذرائع اور خرچ کرنے کے طریقے اور تقسیم دولت کا عادلانہ نظام یہ ایک مستقل علم ہے جس کو اسلام کا معاشی نظام کہا جاسکتا ہے۔ مذکورہ آیت میں عورتوں کے فرائض وحقوق کا ذکر ہے، اسکے متعلق ارشاد خداوندی ہے کہ جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں، جن کی ادائیگی ضروری ہے، اسی طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق لازم ہیں، جن کا ادا کرنا ضروری ہے۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہیکہ مردوں کا درجہ عورتوں سے بڑھا ہوا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عورت کا درجہ

اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں تمام دنیا کی اقوام میں یہ حال تھا کہ حیثیت گھریلو استعمال کی چیزوں سے زیادہ نہ تھی۔ چوپایوں کی طرح اس کی بھی خرید وفروخت ہوتی تھی۔ اپنی شادی بیاہ میں بھی کسی قسم کا کوئی اختیار نہ تھا۔ اس کے

اولیا جس کے حوالے کر دیتے وہاں جانا پڑتا تھا۔ عورت کو اپنے رشتہ داروں کی میراث میں کوئی حصہ نہ ملتا تھا۔ بلکہ وہ خود گھریلو اشیاء کی طرح مال وراثت سمجھی جاتی تھی، وہ مردوں کی ملکیت تصور کی جاتی تھی۔ اس کی ملکیت کسی چیز پر نہ تھی اور جو چیزیں عورت کی ملکیت کہلاتی تھیں ان میں اس کو مرد کی اجازت کے بغیر کسی قسم کے تصرف کا کوئی اختیار نہ تھا۔ ہاں اس کے شوہر کو ہر قسم کا اختیار تھا کہ اس کے مال کو جہاں چاہے اور جس طرح چاہے خرچ کر ڈالے۔ اس کو پوچھنے کا بھی کوئی حق نہ تھا۔ یہاں تک کہ یوروپ کے وہ ممالک جو آج کل دنیا کے سب سے زیادہ متمدن ملک سمجھے جاتے ہیں ان میں بعض لوگ اس درجہ کو پہنچے ہوئے تھے کہ عورت کے انسان ہونے کو بھی تسلیم نہ کرتے تھے۔

عورت کے لئے دین ومذہب میں بھی کوئی حصہ نہ تھا، نہ اس کو عبادت کے قابل سمجھا جاتا تھا، نہ جنت کے۔ روما کی بعض مجلسوں میں یہ طے کیا گیا تھا کہ وہ ایک ناپاک جانور ہے جس میں روح نہیں۔ عام طور پر باپ کے لئے لڑکی کا قتل بلکہ زندہ درگور کر دینا جائز سمجھا جاتا تھا بلکہ یہ عمل باپ کے لئے عزت کی نشانی اور شرافت کا معیار تصور کیا جاتا تھا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ عورت کو کوئی بھی قتل کر دے نہ تو اس پر قصاص واجب ہے نہ خون بہا اور اگر شوہر مر جائے تو بیوی کو بھی اس کی لاش کے ساتھ جلا کر ستی کر دیا جاتا تھا۔ رسول کریم ﷺ کی ولادت کے بعد اور آپ کی نبوت سے پہلے ۵۸۶ء میں فرانس نے عورت پر یہ احسان کیا کہ بہت سے اختلافات کے بعد یہ قرارداد پاس کی کہ عورت ہے تو انسان مگر وہ صرف مرد کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ الغرض پوری دنیا اور اس میں بسنے والے تمام مذاہب واقوام نے عورت کے ساتھ یہ برتاؤ کیا ہوا تھا جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اس بے چاری مخلوق کیلئے نہ کہیں عقل ودانش سے کام لیا جاتا تھا نہ عدل وانصاف سے۔

قربان جایئے رحمۃ للعالمین ﷺ پر اور آپ کے لائے ہوئے دین حق کہ جس نے دنیا کی آنکھیں کھولیں، انسان کو انسان کی قدر کرنا سکھایا، عدل وانصاف کا قانون جاری کیا۔ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم کیئے جیسے عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں۔ اس کو آزاد وخود مختار بنایا۔ وہ اپنی جان ومال کی ایسی ہی مالک قرار دی گئی جیسے مرد۔ کوئی شخص خواہ باپ دادا ہی ہو بالغ عورت کو کسی شخص کے ساتھ نکاح پر مجبور نہیں کرسکتا اور اگر اس کی اجازت کے بغیر نکاح کردیا جائے تو اس کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، اگر نامنظور کردے تو باطل ہوجاتا ہے۔ اس کے اموال میں کسی مرد کو بغیر اس کی رضا واجازت کے کسی تصرف کا کوئی حق نہیں، شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد وہ خود مختار رہے، کوئی اس پر جبر نہیں کرسکتا۔ اپنے رشتہ داروں کی میراث میں اس کو بھی ایسا ہی حصہ ملتا ہے جیسا لڑکوں کو اس پر خرچ کرنے اور اس کے راضی رکھنے کو شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے عبادت قرار دیا۔ اگر شوہر اس کے حقوق واجبہ ادا نہ کرے تو وہ اسلامی عدالت کے ذریعہ اس کو ادائے حق پر، ورنہ طلاق پر مجبور کرسکتی ہے۔

مرد عورتوں کے ذمہ دار اور نگراں ہیں

عورت کو اس کے حقوق مناسبہ نہ دینا ظلم وجور اور قساوت وشقاوت تھی جس کو اسلام نے مٹایا ہے۔ اسی طرح ان کو کھلے مہار چھوڑ دینا اور مردوں کی نگرانی اور سیادت سے آزاد کردینا اس کو اپنے گذارے اور معاش کا خود کفیل بنانا بھی اس کی حق تلفی اور بربادی ہے۔ نہ اس کی ساخت اس کی متحمل ہے اور نہ گھریلو کاموں کی ذمہ داری اور اولاد کی تربیت کا عظیم الشان کام جو فطرتاً اس کے سپرد ہے۔ وہ اس کا متحمل ہے۔

علاوہ ازیں مردوں کی سیادت ونگرانی سے نکل کر عورت پورے معاشرے کے لئے خطرہ عظیم ہے جس سے دنیا میں فساد وخون ریزی اور طرح طرح کے فتنے پیدا ہونا لازم اور روزمرہ کا مشاہدہ ہے اس لئے قرآن کریم نے عورتوں کے حقوق واجبہ کے بیان کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: ”وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ“ یعنی مردوں کا درجہ عورتوں سے بڑھا ہوا ہے اور دوسرے لفظوں میں یہ کہ مردان کے نگراں اور ذمہ دار ہیں۔

مگر جس طرح اسلام سے پہلے جاہلیت اولیٰ میں تمام اقوال عالم اس غلط کا شکار تھیں کہ عورتوں کو ایک گھریلو سامان یا چوپایہ کی حیثیت میں رکھا ہوا تھا۔ اس طرح اسلام کے زمانۂ انحطاط میں جاہلیت اخریٰ کا دور شروع ہوا۔ اس میں پہلی غلطی کا رد عمل اس کے بالمقابل دوسری غلطی کی صورت میں کیا جا رہا ہے کہ عورتوں پر مردوں کی اتنی سیادت سے بھی چھٹکارا حاصل کرنے اور کرانے کی سعی مسلسل جاری ہے۔ جس کے نتیجہ میں فحاشی اور بے حیائی عام ہوگئی۔ دنیا جھگڑا فساد کا گھر بن گئی۔ قتل وخون ریزی کی اتنی کثرت ہوگئی کہ جاہلیت اولیٰ کو مات دے دی۔

عورتوں کی غیر ضروری آزادی فلسفوں کا سبب

عرب کا مشہور مقولہ ہے کہ: ”الجاهل اما مفرط اور مفرط“ یعنی جاہل آدمی کبھی اعتدال پر نہیں رہتا اگر افرط یعنی حد سے زیادہ کرنے سے باز آجاتا ہے تو کوتاہی اور تقصیر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس وقت یہی حال لوگوں کا ہے کہ یا تو عورت کو انسان کہنے اور سمجھنے کے لئے تیار نہ تھے اور آگے بڑھے تو یہاں تک پہنچے کہ مردوں کی سرپرستی ونگرانی جو مردوں، عورتوں اور پوری دنیا کے لئے عین حکومت ومصلحت ہے اس کا جوا بھی گردن سے اتارا جا رہا ہے جس کے نتائج بدروزانہ آنکھوں کے سامنے

آرہے ہیں اور یقین کیجئے کہ جب تک وہ قرآن کے اس ارشاد کے سامنے نہ جھکیں گے ایسے فتنے روز بڑھتے رہیں گے۔

آج کی حکومتیں دنیا میں قیام امن کے لئے روز نئے نئے قانون بناتی ہیں اس کے لئے نئے نئے ادارے قائم کرتی ہیں۔ کروڑوں روپیہ ان پر صرف ہوتا ہے لیکن فتنے جس چشمے سے پھوٹ رہے ہیں اس کی طرف دھیان نہیں دیتیں۔ اگر آج کوئی کمیشن اس تحقیق کے لئے بٹھایا جائے کہ فساد وخوں ریزی اور باہمی جنگ وجدال کے اسباب کی تحقیق کرے تو خال یہ ہے کہ پچاس فیصد سے زائد ایسے جرائم کا سبب عورت اور اس کی بے مہار آزادی نکلے گی۔ مگر آج کی دنیا میں نفس پرستی کے غلبے نے بڑے بڑے عقلمندوں کی آنکھوں کو خیرہ کیا ہوا ہے۔ خواہشات نفسانی کے خلاف کسی مصلحانہ قدغن کو گوارہ نہیں کیا جاتا۔ نظام عالم کی بہتری وسلامتی اور انسانی فطرت اور خود عورتوں کی مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ مردوں کو عورتوں پر ایک قسم کی حاکمیت اور نگرانی کا نہ صرف حق دیا جائے بلکہ ان پر لازم کیا جائے۔

اب اس آیت کے الفاظ پر غور کیجئے، ارشاد فرمایا: "لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ" یعنی ان عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمے ہیں جیسے کہ ان کے ذمے مردوں کے حقوق ہیں۔ اس میں عورتوں کے حقوق کا ذکر مردوں کے حقوق سے پہلے کیا۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مرد تو اپنی قوت اور خدا داد تفوق وبرتری کی بناء پر عورت سے اپنے حقوق وصول کر ہی لیتا ہے، فکر عورتوں کے حقوق کی ہونی چاہئے۔ کہ وہ عادتاً اپنے حقوق زبردستی وصول نہیں کر سکتیں۔

دوسرا اشارہ اس میں یہ بھی ہے کہ مردوں کو عورتوں کے حقوق ادا کرنے میں مسابقت کرنا چاہئے اور یہاں مثل کے لفظ سے دونوں کے حقوق کی مثلیت اور مساوات کا ارشاد ہے۔ اس کا یہ مطلب تو ہو ہی نہیں سکتا کہ جس طرح کا کام مرد

کرے اسی طرح کے کام عورت بھی کرے کیونکہ مرد وعورت میں تقسیم کار اور ہر ایک کے فرائض فطرتاً جدا جدا ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں کے حقوق کی ادائیگی یکساں طور پر واجب ہے اور اس میں کوتاہی و تقصیر کی سزا بھی یکساں ہے۔

عورتوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم نے ایک مختصر سے جملے میں ایک عظیم الشان دفتر حقوق وفرائض کو کیسا سمویا ہے کیوں کہ آیت کے مفہوم میں عورتوں کے تمام حقوق مردوں پر اور مردوں کے تمام حقوق عورتوں پر داخل اور شامل ہیں۔اس جملے کے آخر میں ایک لفظ بالمعروف اور بڑھا کر آپس میں پیش آنے والے جھگڑوں کا خاتمہ فرمادیا کہ حقوق کی ادائیگی معروف طریقے پر کی جائے، کیونکہ معروف کے معنی ہیں کہ جو شرعاً بھی منکر اور ناجائز نہ ہو اور عام عادت وعرف کے لحاظ سے بھی اس میں کوئی تشدد اور زیادتی نہ ہو۔اس کا حاصل یہ ہوا کہ زوجین کے حقوق اوران کی اذیت سے بچانے کے معاملے میں خالص ضابطہ پری کافی نہیں بلکہ عام عرف وعادت کے اعتبار سے دیکھا جائے گا کہ اس معاملہ میں دوسرے کو کوئی ایذا اور ضرر پہنچانے کی قرار دی جائیں وہ ممنوع اور ناجائز ہوں گی۔مثلاً بے رخی، بے التفاتی یا ایسے افعال یا حرکات جن سے دوسروں کو ایذا پہنچے یہ چیزیں تو قانونی دفعات میں تو نہیں آسکتیں مگر بالمعروف کے لفظ نے ان کا احاطہ کرلیا۔اس کے بعد فرمایا۔ "وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ" اس کا مشہور مفہوم ومطلب یہی ہے کہ طرفین کے حقوق مساوی ہونے کے باوجود حق تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر ایک درجے کی برتری اور حاکمیت عطا فرمائی ہے اور اس میں بڑی حکمتیں ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس جملے کا مطلب یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے

مقابلہ میں بڑا درجہ دیا ہے، اس لئے ان کو زیادہ تحمل سے کام لینا چاہئے کہ اگر عورتوں کی طرف سے ان کے حقوق میں کوئی کوتاہی بھی ہو جائے تو ان کا درجہ یہ ہے کہ یہ اس کو برداشت کریں اور صبر سے کام لیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔ (قرطبی)

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو نورِ ایمانی سے منور فرمائے اور اپنی کتاب اور اپنے رسول ﷺ کی ہدایات پر پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ وہی دنیا و آخرت میں سرمایۂ سعادت ہے۔ (معارف القرآن۔ سورہ بقرہ)

☆☆☆

عورت عیسائی اور ہندو تہذیب میں

زمانۂ جاہلیت میں یہودی تہذیب کے تصورات تو تھے ہی ساتھ ہی یہ تصور بھی تھا کہ عورت جہنم کا دروازہ ہے، دنیا میں سبھی آفتوں کا سبب عورت ہے، عورت ناپاک ہے اور اس ناپاک سے پیدا ہونے والا ناپاک ہے اسلئے عیسائی مذہب کا تصور یہ ہے کہ جو خدا کا پیارا بننا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ غیر شادی شدہ رہے، عورت سے دور رہے۔ آیئے ہم اپنے ملک کے ان وفاداروں کے مذہب کا جائزہ لیں جنہوں نے مسلم عورتوں کے حقوق کیلئے ملک کو سر پر اٹھا رکھا ہے مسلم عورت کی وفاداری کے غم میں اس قدر بے چین ہیں اور ایسا تڑپ رہے ہیں کہ خود اپنی بہن، بیٹی کی خبر لینے کی فرصت نہیں، عورت کے بارے میں یہ خیال ہے کہ وہ طوفان، موت، جہنم، زہر اور زہریلے سانپ ان میں کوئی بھی عورت سے زیادہ خراب نہیں۔ (از مولانا رحمانی ''اسلام میں عورت کا مقام'')

عورت بے وفا، میراث میں حق نہیں، مرد عورت کا خدا کا تصور کیا جاتا ہے، عورت مرد کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتی بیوہ ہونے کی صورت میں دوسری شادی کا حق نہیں رکھتی۔ بیوہ ہونے پر اپنے شوہر کی چتا پر زندہ جل کر مر جانا اس عورت کا سب سے بڑا کار ثواب ہے، عورتوں کو زندہ دریاؤں دیوی دیوتاؤں پر بھینٹ کا عام رواج

تھا اور آج بھی معصوم بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زہر دے کر مار ڈالنا ہندوستان کے بعض علاقوں میں عام رواج ہے۔ معصوم بچوں کے گلے کاٹ کر دیوی، دیتاؤں پر چڑھانا کار ثواب اور دیویوں کے خوشی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ جہیز کی بھینٹ چڑھنے والی بہن اور بیٹیوں کو چند پیسوں کا عام رواج بن چکا ہے اور یہی دیش بھگت مصنف اور جج صاحبان ظالموں اور قاتلوں کو چند پیسوں کی خاطر سہارا بخشتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

اسلام نے عورت کو وقار بخشا

دیگر مذاہب کے اس مختصر جائزہ کے بعد آیئے ہم دیکھیں کہ اسلام نے عورت کو کس درجہ عزت و وقار بخشا، کس درجہ حقوق و مساوات سکھایا اور کتنا عمدہ نظام زندگی عطا کیا جس کا دنیا کے کسی مذہب میں کوئی تصور نہیں۔

جس دن ایک بچی عالم وجود میں آتی ہے ماں باپ کو جنت کی بشارت ملتی ہے، حضور پاک ﷺ ایسے ماں باپ کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے دو لڑکیوں کو پال پوس کر شادی کر دی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ اس طرح ہوگا جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں۔ یعنی وہ مجھ سے اس درجہ قریب ہوگا۔ جب کہ اس دور میں بچی زندہ درگور کر دی جاتی تھی۔ اسلام آنے کے بعد لڑکی پیدا ہونے پر ایک دوسرے کا مبارک دیتے تھے۔ حالانکہ اسلام سے پہلے لڑکی پیدا ہونا باعث شرم تھا، قرآن اس کی حقیقت کو اس طرح پیش کرتا ہے۔ کہ جب لڑکی کی خوش خبری دیجاتی ہے تو مارے رنج کے منہ کالا پڑ جاتا ہے۔ اور جی میں گھٹ کر رہ جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس بدنامی کو برداشت کر کے زندہ رہے یا مٹی میں دبا دے۔ اسلام کا سب سے پہلے کام یہ ہے کہ عورت کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کیا، حضور پاک ﷺ کا یہ فرمان کہ: جس نے کسی

مسلمان کو آزاد کیا اللہ پاک اس کے ہر عضو کے بدلے اس کو آگ سے آزاد کردے گا۔ (بخاری و مسلم) اسی طریقے سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دو مسلمان عورتوں کو آزاد کیا یہ دونوں اس کو آگ سے بچانے کا ذریعہ ہوں گے۔ (ترمذی) یہ اسلام کا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ دنیا کے ظلم و ستم سے نکال کر آزاد فضا میں سانس لینے کا موقع دیا۔ اور پھر یہ فرما کر: "یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْ" الخ (سورہ نساء) مساوات کا پیغام اور رحم کی نسبت پر ایک دوسرے کا حق، اور حق تلفی کے نتیجہ میں گرفت۔

اسلام نے عورت کو میراث میں حق دار بنایا

میراث کے معاملہ میں دنیا نے عورت کو محروم کیا۔ قرآن نے: "وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ" ۔الخ فرما کر میراث کا حق دلوایا۔ مختلف حالات میں کبھی تو نصف، کبھی چھٹا، کبھی تہائی قرار دیا، عورت کو حق تلفی سے بچانے کے لئے: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً، (نساء) فرما کر دنیا کو یہ بتایا کہ عورت کا اسلام میں کتنا اونچا تصور ہے، دنیا نے عورت کو ناپاک تصور کیا، خود حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے "وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ" ، الخ (آل عمران) کا عظیم سرٹیفکیٹ دیگر مذاہب نصرانیت کے ٹھیکداروں کے خلاف زبردست دلیل ہے اور انہیں عورتوں سے انبیاء ورسل کو پیدا فرما کر نیز انہیں عورتوں کو انبیاء ورسل کی بیوی "یا نساء النبی" قرار دے کر اس نظریہ کی تردید کر دی کہ عورت ناپاک اور اسے پیدا ہونے والا ناپاک ہے۔ عورت کی کوئی حیثیت تصور نہیں کی جاتی تھی۔

قرآن نے: "اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ" (الاحزاب) اس آیت میں مرد وعورت کو اعمال کے اجر وثواب کے مساویانہ حقوق عطا کئے اور ساتھ ہی اس بات کی

بھی تردید کردی کہ برے مرد مرک عورت کی شکل میں بھیج دیئے جاتے ہیں جو افلاطون کے نظریہ کی تردید ہے۔

عورت کو اسلام نے مکمل حق دیا

''اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ '' الخ (النور) عورت کی عفت و پاک دامنی کی حفاظت کے لئے سو کوڑوں کی سزا اور سرکار ﷺ کے فرمان سنگساری کی حد مقرر کر کے عورت کی عصمت کے لٹیروں پر زبردست پہرہ بٹھا دیا جب کہ دنیا میں عورت کی حفاظت کا کوئی دستور نہیں تھا، عورت کی عفت و پاکدامنی پر ضرب لگانے والوں پر: وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ. (النور) کہ اس آیت کے ذریعہ ۸۰ کوڑے کا حکم دے کر ظالموں کے دل ہلا دئے۔ جب کہ دنیا کے دیگر مذاہب میں عورت کو گواہی کا حق نہیں تھا۔ قرآن کے اس فرمان: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَئَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ '' عورت کو گواہی کا حق دیا، دنیا کے دیگر مذاہب میں عورت کو حق وصیت سے محروم رکھا۔ اسلام نے مکمل حق دیا، ہندو تہذیب میں عورت مرد کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے پیار کا ایک لقمہ اپنی بیوی کے منھ میں رکھا تو اسے عمرہ کا ثواب ملے گا، عورت سے یہ کہا کہ اگر کسی کا سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو اپنے شوہر کو سجدہ کا حکم دیا جاتا، یہ ہیں حقیقی مساوات کے مظاہرہ۔

رومیوں کے وہاں عورت کو اپنی ذات کے بارے میں کوئی حق نہیں تھا، حضور ﷺ کا یہ فرمان: ''الثیب تشاور'' کہ ثیبہ سے مشورہ لیا جائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کو اپنے بارے میں سوچنے کا پورا حق دیا، ہندو تہذیب میں عورت کا چتا پر جلنا کار ثواب تھا۔ اسلام نے اس کو روک کر اور سرکار مدینہ ﷺ نے اس کو گناہ

قرار دے کر عورتوں پر عظیم احسان کیا، آج دنیا کے قوانین اسلام کے چرائے ہوئے ہیں بھیک مانگے ہوئے ہیں، دنیا کے پاس ایسا کوئی دستور نہیں تھا، اگر کسی قانون میں کوئی اچھائی نظر آتی ہے تو وہ اسلام اور سرکار مدینہ محمد عربی ﷺ کی دین ہے اسلامی مساوات سے پورا قرآن ہی بھرا پڑا ہے۔ سرکار مدینہ رحمت للعالمین ﷺ بنا کر بھیجے گئے آپ ﷺ کے ارشاد کا عظیم ذخیرہ ان چند اوراق میں اکٹھا کرنا ممکن نہیں۔

☆☆☆

شرعی احکام میں صنف نازک کی رعایت

اسلام دین الٰہی ودین سماوی کا نام ہے، جس کے قوانین واصول کائنات کے مالک وخالق کے بنائے ہوئے ہیں اسلام اپنی متنوع خصوصیات وکمالات کی بناء پر سابقہ تمام ادیان سماویہ پر ممتاز اور نمایاں ہے، اس کے بے شمار خصوصیات وخصائل میں سے ایک نرالی اور منفرد خصوصیت یہ ہے کہ یہ سب سے آسان اور سہل مذہب ہے، جس میں ایک مکلّف پر نہ اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا گیا ہے اور نہ نا قابل برداشت کسی حکم کا پابند بنایا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا“ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں بناتا۔ (البقرۃ:۲۸۶) دوسری جگہ اس خصوصیت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا: ”وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ“ کہ تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔ (الحج:۷۸) اور ایک جگہ پر ان الفاظ میں ارشاد باری ہے: ”یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ“ کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے نہ کہ سختی کا۔ (البقرۃ:۱۸۵) یعنی اسلام میں ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ جس کا متحمل نفس انسانی نہ ہو بلکہ پچھلی شریعتوں کے بعض سخت احکام بھی منسوخ کردیئے، علاوہ ازیں

بہت سی ایسی آسانیاں مسلمانوں کو عطا کردی گئی۔ جو سابقہ شریعتوں میں نہیں تھیں۔ آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ بھی قرآنی آیات کی تشریف بیان کرتی ہیں، آپ ﷺ نے اپنے بکثرت فرامین میں مختلف الفاظ کے ساتھ دین اسلام کے آسان ہونے کو واضح کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ الدِیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنِ'' کہ دین بالکل آسان ہے کوئی بھی شخص ہرگز اس کو سخت نہ بنائے۔ (بخاری:۳۹)

مذکورہ تمہید سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ دین اسلام اپنے تمام ماننے والوں کے لئے انتہائی آسان دین ہے اور شریعت کے تمام ہی احکام پر ہر ایک کے لئے عمل کرنا آسان ہے، اس عمومی آسانی اور سہولت کے ساتھ اسلام نے عورتوں کے ساتھ احکام میں جو سہولت ورعایت برتی ہے وہ قابل دید ہے، چاہے وہ سہولت واجبات وفرائض کے اعتبار سے ہو یا سنن اور نوافل کے تعلق سے ہو، یا نکاح وجنایات کے قبیل سے ہو، چنانچہ چند مثالوں کے ذریعہ اس خصوصی رعایت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ہم ذیل میں کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں۔

عورتوں کے مخصوص ایام میں نماز وروزہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اِذَا اَقْبَلَتُ الْحَیْضَۃِ فَدَعَی الصَّلٰوۃَ وَاِذَا اَدْبَرَتُ فَاغْسِلِیْ عَنکَ الدَّمُ وَصَلِّیْ'' کہ جب تم کو حیض شروع ہوجائے تو نماز کو چھوڑ دو اور جب حیض بند ہوجائے تو غسل کر کے نماز پڑھو۔ (بخاری:۳۳۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ: اَلَیْسَ اِذَا حَاضَتِ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَذٰلِکَ مِنْ نُقْصَانِ دِیْنِھَا'' اے عورتوں کی جماعت: کیا ایسا نہیں ہوتا کہ جب کسی عورت کو حیض آجاتا ہے تو وہ نماز

نہیں پڑھتی، روزہ نہیں رکھتی، تو عورتوں نے کہا جی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی اس کے دین کا نقص ہے۔ (بخاری:۳۰۴) ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے مشہور محدث وفقیہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”فاجمعت الامة علی انه یحرم علیها الصلوٰہ فرضها ونفلها واجمعوا علی انه یسقط عنها فرض الصلوٰۃ فلا تقضی اذا طهرت“ کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حائضہ عورت پر فرض اور نفل نماز دونوں حرام ہیں اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اس سے فرض نماز ساقط ہوتی ہے اور جب وہ پاک ہو جائے تو اس کی قضا واجب نہیں ہے۔ (المجموع:۳۵۵/۲) اسی طرح علامہ خطیب شربینی نقل کرتے ہیں: ”ویحرم به ای الحیض.... الصوم للاجماع علی تحریمه وعدم صحته.... ویجب قضاء ہ بخلاف الصلوٰۃ“ کہ حیض کی وجہ سے روزہ رکھنا حرام ہو جاتا ہے اس لئے کہ روزہ کی حرمت اور عدم صحت پر اجماع ہے، البتہ اس کی قضا واجب ہے برخلاف نماز کے۔ (مغنی المحتاج:۱/۶۵-۱۶۶)

حالت حیض میں خون کے بہنے کی وجہ سے عورتوں کے جسم میں کمزوری اور انہیں تکلیف لاحق ہوتی ہے اس کے باوجود اگر انہیں روزہ ونماز کا مکلّف بنایا جاتا تو یقیناً مشقت در مشقت کا انہیں سامنا کرنا پڑتا۔ لیکن اس حالت میں اسلام کے دو اہم رکن کو معاف کر کے عورتوں کی رعایت کی گئی ہے۔

حاملہ اور مرضعہ کے لئے روزہ

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ”وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ“ کہ روزہ کی طاقت رکھنے کے باوجود روزہ نہ رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں۔ (البقرہ:۱۸۴) اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”والحبلی والمرضع اذ خافتا“ قال ابو دائود: یعنی علی اولادهما افطرتا واطعمتا“ کہ حاملہ عورت

اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ رکھنے کی وجہ سے خوف ہو تو روزہ کے بدلہ فدیہ دیں، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے حمل کو یا دودھ پیتے بچہ کو تکلیف کا اندیشہ ہو تو انہیں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور اس کے بدلہ مسکینوں کو ہر روزہ کے بدلہ فدیہ دینا ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۲۳۱۸)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ حاملہ اور مرضعہ کے لئے روزے کے احکام کو اس طرح نقل کرتے ہیں: "ان مذهبا انهما ان خافتا على انفسهما لا غير او على انفسهما وولدهما افطرتا وقضيتا ولا فدية عليهما بلا خلاف وان افطرتا للخوف على الولد افطرتا وقضتا والصحيح وجوب الفدية" کہ حاملہ اور مرضعہ کو اگر روزہ رکھنے کی وجہ سے صرف اپنی ذات کو تکلیف پہنچنے کا امکان ہے یا اپنی ذات کیساتھ بچہ کو بھی تکلیف لاحق ہونے کا گمان ہے تو انہیں اس حالت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے البتہ بعد میں قضا ضروری ہے اور فدیہ واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر ان دونوں کو روزہ رکھنے میں کوئی مشقت نہیں البتہ روزہ کی وجہ سے بچہ کو تکلیف لاحق ہوتی ہے تو فی الحال روزہ نہیں رکھے گیں اور بعد میں اسکی قضا کیساتھ فدیہ بھی ادا کرے گیں۔ (المجموع: ۲۶۹/۶)

بھوک و پیاس سے انسانی جسم تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن حالت حمل اور دودھ پلانے کے دوران اس کا احساس کچھ زیادہ ہی ہو جاتا ہے، کیوں کہ ایک طرف حمل کی تکلیف تو دوسری طرف بھوک و پیاس کی پریشانی، دودھ پلانے کی وجہ سے خون کی کمی کی پریشانی پھر اس پر روزہ کی تھکان کی بنا پر شریعت نے اس قسم کی عورتوں کو خصوصی رعایت دے کر انسانی فطرت کا مکمل خیال رکھا۔

عورتوں پر نماز جمعہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ اَوْ اِمْرَأةٍ اَوْ صَبِيٍّ اَوْ مَرِيْضٍ" کہ جمعہ ہر

مسلمان پر جماعت کے ساتھ فرض ہے، سوائے چار لوگوں کے کہ غلام، عورت، بچہ اور بیمار پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۱۰۶۷) اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے علامہ خطیب شربینی فرماتے ہیں: "فلا جمعة علی امرأة" کہ عورت پر جمعہ واجب نہیں۔ (مغنی المحتاج: ۱/۲۷۴) جمعہ جیسے اہم فریضہ کو عورتوں سے اس لئے ساقط کیا گیا کہ عورت اپنے شوہر کی خدمت، اولاد کی تربیت اور گھر کے کام کاج میں مشغول رہتی ہے اور مخصوص وقت میں اور متعین جگہ پر حاضر ہونا اس کے لئے مشقت اور تکلیف کا باعث بنتا ہے اس لئے عورت پر تخفیف کرتے ہوئے فرضیت جمعہ کو ساقط کیا ہے۔

عورتوں پر جہاد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جِهَادُ كُنِ الْحَجّ" کہ تمہارا جہاد حج کرنا ہے یا تمہارے لئے جہاد کی طرف سے حج کافی ہے۔ (بخاری: ۲۶۶۳)

شریعت میں جہاد جیسی عظیم عبادت کے وجوب سے عورتوں کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ نقل فرماتے ہیں کہ جہاد میں قتل وقتال کا منظر ناقابل برداشت ہوتا ہے اور عورتیں کمزور دل ہونے کی بناء پر اس کو برداشت کرنے کی سکت اور طاقت نہیں رکھتی۔ (المجموع: ۲۱/۱۳)

نیز جس صورت میں قتل کی وجہ سے دیت قاتل کے عصبہ پر واجب ہوتی ہے تو عصبہ عورتوں پر دیت کو واجب نہیں کیا گیا چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وعدم تكليف النساء بكثير مما يجب على الرجال كالجمعة والجهاد وتحمل العقل" بہت سی وہ چیزیں جو مردوں پر واجب ہیں عورتوں کو ان کا مکلّف نہیں بنایا گیا جیسے جمعہ، جہاد اور دیت کا وجوب۔ (الاشباہ والنظائر: ۱/۱۶۱)

کافر عورتوں کے ساتھ اسلام کی رعایت

اسلام کی رعایت صرف مسلمان عورتوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ مسلمان عورتوں کی طرح کافر عورتوں کے ساتھ تخفیف اور آسانی برابر ہے اسی لئے جہاد میں کافر عورتوں کو قتل کرنے کی ممانعت ہے حضرت عمر نے اسلامی لشکروں کے سپہ سالاروں کی طرف خطوط لکھے اور ان میں آپ نے حکم دیا: "قاتلوا من قاتلکم ولا تقتلوا النساء" کہ جو تم سے قتال کرے اس کو قتل کرو اور عورتوں کو قتل مت کرو۔ (کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۱/۱۵۷) اسی لئے ابن نقیب نقل کرتے ہیں: "ولا یجوز قتل النساء... الا ان یقاتلوا" کہ عورتوں کو جہاد میں قتل کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ وہ خود قتال کرنا شروع کرے تو پھر انہیں قتل کرسکتے ہیں۔ (عمدۃ السالک: ۲۱۷) نیز اسلامی حکومت میں رہنے والے غیر مسلموں میں جزیہ صرف مردوں پر ہی واجب ہے عورتوں پر واجب نہیں کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جزیہ وصول کرنے والے حکام کی طرف خط روانہ کرکے یہ حکم دیا: "لا تضربو الجزیة علی النساء" کہ عورتوں پر جزیہ لازم مت کرو۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۵۳۴) اسی لئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں: "ولا توخذ الجزیه من امرأة" کہ عورت سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ (المجموع: ۲۱/۲۰۸) مذکورہ مثالیں اور ان کے علاوہ اس طرح کی اور کئی مثالیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلام نے عورتوں کے ساتھ جو تخفیف کا معاملہ کیا ہے وہ بہت ہی انوکھا اور نرالا ہے اور ان معاندین اور معترضین کے لئے جواب بھی ہے جو اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام نے عورت کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا ہے اور اسلام عورتوں کو آزادی نہیں دیتا، اگر انصاف پسند شخص ان سطور پر غور کرے تو وہ اس بات کا فیصلہ کرسکتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے ساتھ رحیمانہ مشفقانہ معاملہ کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

☆☆☆

پردہ اور اسلامی شریعت

غالباً ۵ ہجری ہے، ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ولیمہ ہے، دعوت ولیمہ میں مومن، منافق، نیک و بد: ہر طرح کے لوگ شریک ہیں، نیک و بد ہر قسم کے لوگوں کو در اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر موجود دیکھ کر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جی میں خیال آیا کہ امہات المومنین ازواج مطہرات کو اب پردہ کرنا چاہئے۔ آپ نے اس خیال کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برملا اظہار کیا، چونکہ اب تک منجانب اللہ تعالیٰ پردے کی بابت کوئی حکم صریح نازل نہ ہوا تھا۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا: لیکن پھر بعد میں آیت حجاب: "وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَاب" کا نزول ہوا۔

"قَالَ عمر رضی اللہ عنہ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرِ، لَوْ اَمَرْتُ اُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ آيَتِ الْحِجَابِ". حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کہ آپ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، اے کاش! آپ ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم فرما دیتے، چنانچہ من جانب اللہ آیت حجاب کا نزول ہوا۔

پردے کا حکم صبح قیامت تک باقی رہے گا

چنانچہ ہر بالغ باشعور عورت پر صبح قیامت تک کے لئے پردہ لازم کردیا گیا، اب پردے کا حکم کبھی ختم اور منسوخ نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ کا جو حکم دوٹوک، صاف واضح اور محکم ہوتا ہے وہ کبھی منسوخ نہیں ہوسکتا، مثال کے طور پر سود کی حرمت ثابت بالکتاب والسنۃ، صریح اور محکم ہے، لہٰذا اگر پوری دنیا سودی کاروبار پر اتر آئے، پھر بھی سود کی حرمت کبھی حلت سے نہیں بدل سکتی۔

مرد اور عورت کو الگ الگ خطاب

ویسے عام حالات میں عادت اللہ یہ ہے کہ احکام میں مذکر کا صیغہ استعمال کرکے اور براہ راست مردوں کو مخاطب کرکے، عورتوں کو ضمنا اس خطاب میں شامل مان کرکے، احکام کا مکلّف و پابند بنادیا جاتا ہے، لیکن جب اہتمام کا اظہار منظور ہوتا ہے تو مردوں اور عورتوں کو الگ الگ خطاب کیا جاتا ہے، مثلاً مسئلہ میراث میں اللہ جل شانہ نے مردوں وعورتوں کو علیحدہ علیحدہ تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ، وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ" والدین اور اعزاء کے ترکہ میں مرد وعورت سب کا حصہ ہے خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ"۔ اسی طرح خداوند قدوس نے پردہ کرنے اور بدنگاہی سے بچنے کی مرد وعورت دونوں کو الگ الگ تاکید وتلقین فرمائی، چنانچہ مردوں کو مخاطب کرکے فرمایا: "قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ" اور عورتوں کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا: قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ"۔

صنف نازک کو "عورت" کہنے کی وجہ

"مسجد" کے معنی ہیں سجدہ کرنے کی جگہ، چونکہ مسلمان "مسجد" میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اس لئے مسجد کا نام "مسجد" ہے، "مذبح" کے معنی ہیں جانور ذبح کرنے کی جگہ، چونکہ وہاں جانور ذبح کئے جاتے ہیں، اس لئے اس جگہ کا نام "مذبح" ہے آمد برسر مطلب! اسی طرح "عورت" کے معنی ہیں (پردہ) عورت کو عورت بمعنی "پردہ" اس لئے کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ پردے کی چیز ہے اور صنف نازک کو یہ نام خود جناب نبی کریم ﷺ کا زبان حق ترجمان سے ملا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطٰنِ".

لباس کے باوجود ننگی عورتیں

آج سے چودہ صدی قبل جناب نبی کریم ﷺ یہ پیشین گوئی فرمائی تھی: "رُبَّ كَاسِيَاتٍ عَارِيَاتٍ مَائِلاَتٍ مَمِيلاَتٍ رُؤُوسِهِنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ لاَ يَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ وَلاَ يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَرِيْحَهَا لَتُوْجَدَ مِنْ مَّيْسِرَةٍ كَذَا، وَكَذَا وَفِىْ رِوَايَةٍ مِنْ مَيْسِرَةٍ خَمْسَمِائَةَ عَامٍ" کہ کچھ ایسی عورتیں جنم لیں گی جو لباس میں ملبوس ہونے کے باوجود ننگی ہوں گی، بازاروں، کوچوں اور سڑکوں پر بڑے ناز وانداز کے ساتھ چلیں گی، خود بھی گناہ کی طرف مائل ہوں گی، دوسروں کو بھی گناہ کی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گی، ان کے سر کی چوٹی اتنی اونچی ہوگی کہ سمجھو اونٹ کی کوہان، ایسی عورتیں اتنی محروم القسمت اور بدنصیب ہوں گی ان کا جنت میں داخلہ تو درکنار، جنت کی خوشبو بھی میسر نہ ہوں گی۔ حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت کی دوری سے بھی سونگھی اور محسوس کی جاسکتی ہے۔

حدیث شریف کے تین مطلب

حضور اکرمؐ کے اس فرمان ''رب کاسیات عاریات'' کہ لباس کے باوجود وہ عورتیں ننگی ہوں گی، کہ حضرات علمائے کرام نے تین مطلب بیان فرمائے ہیں:
ا-لباس تو بدن پر ضرور ہوگا لیکن بہت زیادہ چھوٹا ہوگا، بازو، کلائی، ہاتھ، پنڈلی، پیٹ اور پیٹھ کا حصہ کھلا ہوا ہوگا، ظاہر ہے کہ بدن کے کچھ حصوں پر کپڑا ہے، اسلئے وہ ''کاسیات'' بھی ہیں، لیکن چونکہ بیشتر اعضائے جسم دکھائی دے رہے ہیں، اسلئے وہ ''عاریات'' بھی ہیں، اس مطلب کے مطابق گویا اسکا مصداق وہ عورتیں جن کے لباس بہت چھوٹے ہوا کرتے ہیں۔ ۲-لباس تو بدن پر ضرور ہوگا، لیکن لباس کا جو مقصد ہے، اعضائے جسم کو چھپانا، وہ مقصد حاصل نہ ہوگا، کیونکہ وہ لباس اتنا باریک ہوگا کہ باہر سے اندر کا حصہ جھلکتا ہوا نظر آئے گا، ظاہر ہے کہ بدن پر لباس ہے اسلئے ''کاسیات'' بھی ہیں لیکن چونکہ سب کچھ نظر آرہا ہے، اسلئے ''عاریات'' ننگی بھی ہیں، اس مطلب کے مطابق گویا اس وعید شدید کا مصداق وہ عورتیں ہیں جو بہت باریک لباس استعمال کرتیں ہیں۔

۳-لباس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جسم کے اعضاء کی ضخامت، جسامت، کا نیز جسمانی نشیب وفراز پتہ نہ چلے ان عورتوں کے بدن پر لباس تو ضرور ہوگا، لیکن اتنا فٹ اور چست ہوگا کہ بدن کی ہیئت کذائیہ یعنی ڈیل ڈول اور ضخامت وسائز کا باہر سے پتہ چلے گا، ظاہر ہے کہ بدن پر لباس ہے اسلئے وہ ''کاسیات'' بھی ہیں، لیکن چونکہ مقصد لباس حاصل نہیں، اسلئے وہ ''عاریات'' بھی ہیں، اس توضیح وتوجیہ کے لحاظ سے اسکا مقصداق وہ عورتیں ہیں جو بہت چست لباس پہنا کرتی ہیں۔

دیوث جنت میں نہیں جائے گا

حدیث شریف میں ہے کہ وہ شخص جس کے گھر کی عورتوں کے پاس اجنبی اور غیرمحرم آئیں، ہنسی، مذاق اور دل لگی کریں، لیکن نہ تو اس شخص کی حمیت جاگے، نہ رگِ غیرت پھڑکے وہ شخص ''دیوث'' یعنی بے حیا ہے، نیز حدیث شریف میں ایسے شخص کے بارے میں یہ سخت وعید آئی ہے کہ ایسا شخص ہمیشہ ہمیش کیلئے جنت سے محروم کردیا جائے گا۔علامہ فخرالدین الرازی نے اپنی تفسیر ''مفاتیح الغیب'' میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے خلاف عدالت میں یہ درخواست دی کہ شوہر نے تاحال اسکا حق مہر ادا نہیں کیا ہے، جب کہ شوہر عورت کے اس دعوے کا منکر تھا، بیوی مع شاہدین عدالت میں حاضر ہوئی قاضی نے کہا: کہ عورت اپنے چہرے سے نقاب ہٹائے تا کہ شاہدین اپنی مدعیہ کو پہچان کر اسکے حق میں گواہی دے سکیں۔ اتنا سننا تھا کہ شوہر کی آواز آئی، ایسا ہرگز نہ ہوگا، مہر دوبارہ دیدینا مجھے گوارہ ہے لیکن میری بیوی کا چہرہ غیرمحرم کے سامنے کھولا جائے، اجنبیوں کی اس پر نظر پڑے یہ مجھے گوارا نہیں، جب بیوی نے دیکھا کہ شوہر کو میرا اتنا خیال ہے اور میری تعلق سے وہ اتنا غیور واقع ہوا ہے تو اس نے بھرے مجمع میں یہ اعلان کردیا''**فاشھدوا انی ابرأت ذمتک من کل حق لی علیک**'' سامعین باتمکین! آپ حضرات گواہ رہیئے کہ میں نے حق مہر کیساتھ ساتھ تمام تر حقوق سے اپنے شوہر کو معاف ودستبردار کردیا ہے۔

میری حیا نہیں مری ہے: ام خلاد الانصاریہ رضی اللہ عنہا

ایک لڑکا جنگ میں شہید ہوگیا، تفتیش حال کیلئے اس کی ماں ام خلاد الانصاریہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، وہ بانقاب و باپردہ تھیں، حاضرین متعجب

ہوکر کہنے لگے، کہ بایں پریشانی بھی نقاب نہیں چھوڑا تو صحابیہ نے جواب دیا، جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے: "ان ارزاء ابنی فلن ارز احیائی" میرا بیٹا فوت ہوا ہے میری حیا نہیں، میرے بیٹے کا جنازہ نکلا ہے میرا نہیں۔

میاں بیوی بھی حتی الامکان پردے سے کام لیں

دنیا جانتی ہے کہ سب سے زیادہ کھلا معاملہ زوجین کا ہوتا ہے، پھر بھی حضور اکرم ﷺ کی تاکید وتلقین ہے کہ میاں بیوی بھی حتی الامکان پردہ کریں اور بہت زیادہ بے پردگی سے گریز کریں، چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "اِذَا اَتَی اَحَدُکُمْ اَھْلِہٖ فَلْیَسْتَتِرْ وَلَا یَتَجَرِّدُ تَجَرُّدَ الْبَعِیْرِ" جب کوئی بیوی کے پاس ہمبستری کے لئے آئے تو جانوروں کی طرح مادر زاد ننگا نہ ہوجائے، یہی حضور اکرم ﷺ کا عمل بھی تھا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مَا رَأَی مِنِّیْ وَمَا رَأَیْتَ مِنْہُ" ہم نے ایک دوسرے کی شرمگاہ پر کبھی نظر نہیں ڈالی۔ بلکہ بعض روایات میں ہے کہ شرمگاہ پر نظر ڈالنے کا یہ نقصان ذکر کیا گیا ہے: "فانہ مما یورث النسیان، وفی روایۃ یورث العمی" کہ اس سے قوت حافظہ یا قوت بینائی متاثر ہوتی ہے۔

شوہر اپنی متوفی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا ہے

بیوی زندگی کی سفر کی رفیق، خوشی، غم کی شریک، شوہر کی ہمدم وہمساز، ہم نوالہ وہم پیالہ ہوتی ہے، لیکن اگر بیوی کا انتقال ہوجائے تو رشتۂ ازدواج ختم ہوجاتا ہے، جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کی بہن سے فی الفور نکاح درست ہوجاتا ہے، رشتہ ازدواج کے انقطاع کی وجہ سے شوہر نہ تو عورت کو غسل دے سکتا ہے نہ

چھوسکتا ہے، البتہ بلا اندیشہ شہوت اس کو دیکھ سکتا ہے، اس کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے۔ یَمْنَعُ زَوْجُهَا مِنْ غَسْلِهَا وَمَسِّهَا لاَ مِنَ النَّظْرِ اِلَيْهَا. شوہر کو بیوی کو غسل دینے سے، چھونے سے روکا جائے گا نہ کہ دیکھنے سے۔

مادرزاد ننگا ہونے سے انسان حتی الامکان بچے

اگر مرد وعورت ایسے غسل خانہ میں غسل کریں، جہاں بے پردگی کا اندیشہ نہ ہو وہاں بھی حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق مادرزاد ننگا ہونے سے بچنا چاہیئے۔ ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا کہ کیا ایسی جگہوں پر مادرزاد ننگا ہوا جاسکتا ہے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا: فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يَّسْتَحْيٰ مِنْهُ، نیز حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّغْتَسِلَ فَلْيَتَوَارِ بِشَيْئٍ" غسل کا کسی کا ارادہ ہو تو کسی چیز سے آڑ کرلے۔

سنت نے جان بھی بچائی اور عزت بھی

ایک عورت نے خود کا واقعہ ذکر کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق وہ باپردہ ہوکر غسل خانہ میں بھی غسل کیا کرتی تھی محض یہ سمجھ کر کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے، اس پر عمل کرنا چاہیئے، اس سے زیادہ دل میں اہمیت نہ تھی، لیکن ایک دن کا واقعہ ہے کہ غسل خانے میں غسل کے ارادہ سے، عادت کے مطابق ضرورت کے کپڑے پہن کر پہنچی، غسل کا ارادہ بنایا ہی تھا کہ یکایک کونے میں بیٹھا سانپ پر نظر پڑی، میں دم بخود ہوکر رہ گئی، تیزی سے نکل کر باہر بھاگی، اور میں سوچنے لگی کہ اگر حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان پر میرا عمل نہ ہوتا تو یا تو جان جاتی، یا بے پردہ نکلتی تو شان وآبرو جاتی، لیکن ایک سنت نے جان بھی بچالی، اور شان وعزت بھی بچالی۔

وہ مسائل جن میں مرد وعورت کے درمیان احکام میں فرق کی وجہ صرف ''پردہ'' ہے

۱-عورت کا کفن سنت پانچ کپڑے ہیں، جب کہ مرد کا کفن سنت تین کپڑے ہیں، یہ تین اور پانچ کا جو فرق ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ عورت کے لئے پردہ ہے مرد کے لئے نہیں۔

۲-عورت کو جب قبر میں اتارا جاتا ہے تو اس کے جنازے کو چاروں طرف سے چادر سے گھیر لیا جائے گا، جب کہ مرد کے جنازے میں ایسا نہیں کیا جائے گا، اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو باپردہ رکھنا ہے۔

۳-نماز کی ہیئت میں مرد وعورت کے درمیان جو بھی فرق ہے، علامہ بیہقی کے بیان کے مطابق اس کی بنیادی وجہ پردہ ہے، چنانچہ فرمایا: ''**وجماع ما یفارق المرأۃ فیہ الرجل منا حکام الصلوٰۃ راجع الی الستر وھو انھا ما مورۃ بکل مکان استرلھا**''.

۴-مردوں کا امام مرد متقدیوں سے آگے نمایاں ہو کر کھڑا ہوتا ہے جب کہ عورتوں کی امامت حضرات فقہاء کے یہاں مکروہ ہے، تاہم اگر عورت، عورتوں کی امامت کرائے تو امام صف اول میں عورتوں کے وسط میں کھڑا ہوگا، مرد امام کی طرح آگے کھڑا نہ ہوگا، کیونکہ آگے کرنے میں اس کو نمایاں کرنا ہے، جب کہ وہ پردہ میں رہنے کی مکلّف و پابند ہے۔

۵-اگر نمازی مرد ہے اور نماز کی حالت میں اسکے سامنے سے کسی آدمی کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو وہ ''تسبیح'' پڑھ کر کے متنبہ کرے گا، جب کہ نماز عورت کو ایسا خدشہ

لاحق ہو تو تسبیح کے بجائے ''تصفیق'' دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کے ہتھیلی کے اوپر والے حصہ پر مارنے سے کام لے گی، زبان سے سبحان اللہ نہ کہے گی، یہ تسبیح و تصفیق کا فرق صرف اسلئے ہے کہ عورت سراپا پردہ ہے حتی کہ اسکی آواز بھی پردہ ہے۔

یہ بھی بے پردگی اور بے حیائی ہے

یہ بھی بے پردگی ہے کہ کوئی عورت دولہن دیکھ کر آئے اور اپنے شوہر کے سامنے اس کے اوصاف ومحاسن، قد وقامت، ضخامت وجسامت خوب کھول کھول کر بیان کرے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا'' کوئی عورت کسی عورت سے مل کر اپنے شوہر کے سامنے اس کے اوصاف اس طرح کھول کر نہ بیان کرے کہ گویا وہ عورت اس کے شوہر کے سامنے ہے، بلکہ یہ بھی بے پردگی و بے حیائی ہے، کہ میاں بیوی اپنے نجی، پرائیوٹ خاص تعلقات کے بارے میں اپنے دوستوں اور سہیلیوں کو مطلع کردیں بلکہ حدیث میں ایسے لوگوں کو ''شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة'' آخرت کے بدترین لوگ قرار دیا گیا ہے۔

بلکہ شریعت کے چند احکام مثلاً استیذان اجازت طلبی کا حکم، تانک جھانک کی ممانعت، بیوی کے لئے خاص کمرے اور رہائش گاہ کا نظم کی شرط صرف پردہ اور حجاب کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ ان کے بغیر حجاب کی رعایت نہیں ہو پاتی۔

عورت کا گھر سے باہر نکلنا چند شرطوں کیساتھ مشروط ہے

عورتوں کا گھر سے باہر قدم رکھنا چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے (۱) ضرورت شدیدہ کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے (۲) بلا اجازت شوہر یا بلا اجازت محرم نہ

نکلے (۳) نہایت سادہ لباس میں نکلے، نہ عطر لگائے، نہ بھڑکیلے اور جاذب نظر کپڑا پہن کر نکلے (۴) جتنی جلدی ہو واپس آجائے (۵) اجنبی کے ساتھ نہ نکلے (۶) شرعی سفر کی مقدار ہو تو شوہر یا محرم کے بغیر نہ جائے۔

چند غلط فہمیاں

پردے کے تعلق سے چند غلط فہمیاں سماج و معاشرے میں پائی جاتی ہیں (۱) یہی پتہ نہیں کہ کس سے پردہ ہے اور کس سے نہیں (۲) بچپن سے کوئی گھر میں آتا ہے تو نوجوانی میں بھی اس کو روکا نہیں جاتا (۳) بہت زیادہ حسن ظن اور خود اعتمادی، عموماً دیور، چچازاد بھائی وغیرہ سے زنا کے قضیے یعنی گھر کے چراغ سے گھر کے جلنے کے قصے اسی حسن ظن اور حد سے زیادہ خود اعتمادی کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔

بے پردگی کے نقصانات

بے پردگی سے بے حیائی کو فروغ ملتا ہے، زنا عام ہوتا ہے، اور بعض مرتبہ مزاج اور طبیعت میں اس قدر بگاڑ اور فساد پیدا ہوجاتا ہے کہ ایک عورت، نیک کو چھوڑ کر بدکار سے یا مشرک سے نکاح کے لئے آمادہ ہوجاتی ہے، اگر معاشرہ بیچ میں حائل ہوتا ہے، تو ''فرار'' کے واقعات پیش آتے ہیں، اللہ نے اسی مزاج کے فساد و بگاڑ کو بیان فرمایا: ''اَلزَّانِیُ لاَ یَنْکِحُ اِلاَّ زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً، اَلزَّانِیَۃُ لاَ یَنْکِحُھَا اِلاَّ زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ'' عامۃً وعادۃً زناکار مرد زناکار عورت یا مشرکہ سے نکاح کرتا ہے، زناکار عورت کا نکاح زناکار مرد یا مشرک سے ہی ہوتا ہے۔

سزا ہے تیری بدمستی کی اب رونے سے کیا حاصل
نہ تو یوں بے خبر ہوتا، نہ گرتا تیرا پیمانہ

امرد بچوں سے بھی احتیاط کیجئے!

عورت تو عورت ایسے بچوں سے جو بے ریش اور اجرد وامرد ہوں ان سے بھی احتیاط برتنی چاہئے ، ہمارے اکابرین ایسے بچوں سے بھی خلوت میں ملنے سے گریز واجتناب کیا کرتے تھے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ورع کا یہ عالم تھا کہ جب تک شاگرد سید امام ابو یوسف بے ریش تھے، ان کو سبق میں سامنے بیٹھنے نہیں دیا، ایک دن پرچھائی سے محسوس ہوا کہ امام ابو یوسف کے چہرے پر خط آنے لگے ہیں تب آپ نے ان کو سامنے بیٹھنے کی اجازت دی۔

نوٹ: ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ ہم کو اسلام کا شجرۂ سایہ دار ہی میں سکون ملے گا ، اگر اسلام کی تعلیمات کو ہم نظر انداز کریں گے تو ٹھوکر کھانا ہماری قسمت ہوگی ۔ اے کاش! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہر درودیوار پر نقش ہوجائے:

”اعزنا الله بالاسلام فمهما ابتغينا العزة بغير الاسلام اذلنا الله“.

ہمیں اللہ نے اسلام کے طفیل عزت دی ہے اگر اور طریقے سے ہم نے عزت حاصل کرنی چاہی تو خدا ہم کو رسوا کردے گا۔

☆☆☆

عورتوں کے حقوق آزادی اور اسلامی تعلیمات

اصولی طور پر سب سے پہلے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ کیا واقعی اسلام میں عورت کی حیثیت اور حقوق کی تعین کا مسئلہ مبہم چھوڑ دیا گیا ہے، کیا واقعی اسلام نے عورت کو جائز مقام نہیں دیا اور یہ کہ اس بارے میں دشمنان اسلام کا پروپیگنڈہ واقعی صحیح ہے، اس کے لئے ہمیں تاریخ پر ایک سرسری نگاہ ڈالنی ہوگی اس بارے میں کیا عرب اور کیا عجم اقوام وادیان عالم کی تاریخ کا ایک ادنی طالب علم بھی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسلام ہی وہ دین فطرت اور دینِ رحمت تھا اور ہے، جس نے عورتوں کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر اوج ثریا تک پہنچا دیا ہے۔

ظہورِ اسلام سے قبل عورت کا مقام

ظہور اسلام سے قبل دنیا بھر کے اقوام وملل اور مذہبی رسوم ورواج میں عورت جس ظلم وستم اور تحقیر وتذلیل کی حالت میں مبتلا تھی، اسے قرآن نے ایک لفظ جاہلیت اولیٰ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ جاہلیت کیا تھی تاریخ شاہد ہے کہ اسے ایک ذلیل چیز سمجھا جاتا تھا جانوروں کی طرح اس کی خرید وفروخت عام بات تھی وہ کسی چیز کی مالک نہ سمجھی

جاتی نہ وہ اپنے مال ومتاع میں مردوں کی مرضی کے بغیر کوئی تصرف کر سکتی تھی، نہ وہ کسی وراثت کی حقدار تھی، نہ اسے کسی قسم کی وصیت کرنے کا حق حاصل تھا، اس کے قتل ہو جانے کی صورت میں دیت اور قصاص میں وہ مردوں کے برابر نہ تھی، نکاح میں اس کی مرضی تو بڑی بات ہے اسے کسی بھی طرح کا اختیار حاصل نہ تھا۔

عورت اور جاہل اقوام کے نظریات

عورت کے بارے میں جاہل اقوام کے عجیب روح فرسا نظریات تھے، روم جیسے متمدن اقوام میں ایک عرصہ تک سرے سے یہ مسئلہ بھی محل نظر رہا کہ عورت انسان بھی ہے یا جانوروں کی طرح کوئی اور مخلوق، رومی ادوار میں اسے ایک نجس جانور قرار دے کر فیصلہ کیا گیا اسے بات چیت کرنے کا بھی حق نہیں، مغربی اقوام میں ایک رائے یہ بھی تھی کہ عورت ذی روح ہی نہیں، اس بارے میں یہ بھی اختلاف تھا کہ عورت عبادت اور بندگی کی اہلیت بھی رکھتی ہے یا نہیں، بعض اقوام میں شودروں کی طرح عورتوں کے پورے طبقہ کو مقدس مذہبی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کی قانونی ممانعت تھی اسی طرح ادائیگی عبادت کی بھی، کئی قبائل اور اقوام بلکہ خودساختہ ادیان میں والد کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنی بیٹی کو بیچ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض عرب قبائل میں بیٹی کو زندہ در گور کر دینے کا سماجی حق حاصل تھا، یہ کوئی معیوب بات نہ تھی، اس کی حیثیت مردوں کی ایک شاملات ایک وقف اور ایک مشترکہ قومی ملکیت کی تھی کہ وہ مردوں کے مفاد عامہ کی ایک مخلوق اور تفریح طبع کا ایک سامان تھی، اس کا فریضہ تھا کہ غلاموں کی مانند مردوں کے آرام وسکون، راحت واطمینان میں لگی رہے، یہ تھی ماقبل اسلام میں عورتوں کی حیثیت کہ کس طرح سے لوگ عورت کو اچھوت اور بے مقصد چیز سمجھتے تھے لیکن اسلام نے ان کو کیا مقام عطا کیا آگے کی سطروں میں ملاحظہ ہو۔

عورت پر اسلام کے احسانات

اب اسلام نے آکر ایک طرف تو اس ضعیف وناتواں جسم سے ظلم واستبداد، جبر وتشدد کی ساری بیڑیاں توڑ ڈالیں، اسے مقام انسانیت میں مردوں کے ہمسر قرار دیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى (الحجرات:۱۳) حضور ﷺ نے فرمایا عورتیں مردوں کا جڑواں نصف ہیں، پھر انہیں نہ صرف خطابات خداوندی کا مکلّف اور مخاطب بنایا بلکہ یہ بھی کہ وہ عبادات کی اہلیت رکھتی ہیں اور احکام دین کی تعمیل میں اجر وثواب اور قدر ومنزلت کے اعتبار سے مردوں سے بھی سبقت لے جاسکتی ہیں۔ قرآن کریم نے عبدیت وعبادات میں بلاتفریق اگر مردوں کو مُسْلِمِیْنَ، مُؤْمِنِیْنَ، قَانِتِیْنَ، صَابِرِیْنَ، خَاشِعِیْنَ، صَائِمِیْنَ، حَافِظِیْنَ، ذَاکِرِیْنَ، کے خطابات سے سرفراز کیا تو اسی کے ساتھ عورتوں کو بھی مُسْلِمَاتٍ، مُؤْمِنَاتٍ، قَانِتَاتٍ، صَادِقَاتٍ، صَابِرَاتٍ، خَاشِعَاتٍ، صَائِمَاتٍ، حَافِظَاتٍ اور ذَاکِرَاتٍ کے تمغوں سے نوازا اور بلا امتیاز ایسے دونوں طبقوں کو مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت دی، فوز عظیم جناتِ خلد اور رضوان وخوشنودی کی بشارت دیتے ہوئے دونوں طبقوں کو کہا گیا: وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ. (التوبۃ:۷۲)

دینی، دنیوی، انفرادی، اجتماعی اور شرعی حقوق کا تحفظ

اسلام نے نہ صرف عورتوں کے حق ملکیت کو تسلیم کیا بلکہ اپنے مال ودولت میں ہر طرح جائز عقد وتصرف، بیع وشراء، عاریت، صدقہ اور ہبہ وغیرہ تصرفات کا اختیار دیا گیا تو اسے وصیت کرنے کا حق دیا گیا، میراث کا اسے مستحق قرار دیا، اللہ تعالیٰ

کا پاک ارشاد ہے: ”وَلِلنِّسَآءِ نَصِیبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ“ (النساء:۷)
”عورتوں کا والدین اور رشتہ داروں کی وراثت میں حصہ ہے“۔

دیت اور قصاص میں وہ مردوں کے برابر ہیں، انہیں قتل کرنا تو بڑی بات انہیں مارنا بھی ممنوع ہے ان کی پاکدامنی اور عفت وعصمت پر انگلی اٹھانے والے اور تہمت لگانے والے دنیا وآخرت میں لعنت کے سزاوار ہیں۔ انہیں عذاب عظیم کی وعید ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے: ”اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ“۔ (النور:۲۳)

اگر چاہے تو اپنے شوہر کے غلط بہتان پر اس سے لعان کر سکتی ہے، اور اس سے الگ ہو سکتی ہے شریعت نے پاک دامن خواتین کی بہتان تراشی کی سخت سزا حد قذف مقرر کر دی ہے۔ الغرض وہ ہر طرح سے اپنے جائز حقوق کا دفاع کر سکتی ہے۔ اسلام نے اس کی انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی زندگی کی ہر ناجائز بندش توڑ دی ہے نکاح میں اسے اپنی مرضی اور اختیار کا حق دیا گیا کہ جسے چاہے قبول کرے، جسے چاہے مسترد کر دے، پھر اسلام نے نکاح کی حدود بھی متعین کر دیں کہ وہ مالکیت اور مملوکیت کا رشتہ نہیں بلکہ زوجیت کے باہمی تعلق اور ربط کا نام ہے، اس عقد سے وہ مرد کی غلام نہیں بن جاتی، بلکہ یہ ایسی تمدنی اور معاشرتی ضرورت ہے جس کے مرد اور عورت دونوں محتاج ہیں اور یہ دونوں کے فطری تقاضوں کی تکمیل ہے، البتہ فریقین کی خلقی اور فطری ضرورتوں سے شوہر کو اس پر ایک گونہ برتری حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ“ (البقرة:۲۸۲) اور ”اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ“. (النسا:۳۴)

حقوق والدین کی وصیت کی گئی تو بار بار ماں کے بارے میں زیادہ تاکید کی گئی، فرمایا: جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے، فرمایا جو شخص لڑکیوں کی کفالت

کرے گا دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوگی، فرمایا جو شخص دو بیٹیوں کی نگہداشت کرے گا وہ جنت میں میرے اتنے قریب ہوگا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں ہوتی ہیں، فرمایا: ''مَا اَکْرَمُ النَّاسِ اِلَّا کَرِیْمٌ وَمَا اِهَانَهُنَّ اِلَّا لَئِیْمٌ'' عورتوں کی عزت وتکریم، شرفاء کا، اور ان کی اہانت وتذلیل کمینوں کا شیوہ ہے۔

عرب کے جاہل لوگ عورتوں پر بے دھڑک سختیاں کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے عورتوں کے حقوق قائم کیے اور اپنے برتاؤ سے ان حقوق کو مستحکم بنا دیا۔ ایک خطبہ میں آپ ﷺ نے مرد و عورت کے تعلقات کے بارے میں یہ فرمایا کہ: لوگو! عورتوں کے حق میں میری نیکی کی وصیت کو مانو، یہ تمہارے قبضہ اور تمہارے بس میں ہیں، تم سوا اس کے کسی اور بات کا حق نہیں رکھتے کہ اگر وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں تو ان کو خواب گاہ میں علیحدہ کر دو اور ان کو ہلکی مار مارو، اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر ان پر الزام دھرنے کا پہلو نہ ڈھونڈو، تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے، اور نہ تمہارے گھروں میں ان کو آنے کی اجازت دیں جن کو تم پسند نہیں کرتے، ان کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کو کھلانے پہنانے میں اچھا رویہ اختیار کرو، نکاح کے خطبوں میں عموماً یہ آیتیں پڑھا کرتے تھے: ''هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ'' (البقرہ:۱۸۷) ''عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو''۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ (البقرہ: ۲۲۸) ''عورتوں کے حقوق مردوں پر وہی ہیں جو مردوں کے عورتوں پر اور عورتوں کو مردوں پر ایک گونہ منزلت حاصل ہے''۔

''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَبِمَا اَنفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ'' (النساء:۳۴) ''مرد عورتوں پر با اختیار کیے گئے ہیں اسلئے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے اور مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

رہبانیت پسندی کی مذمت میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں تو جس نے میرے طریقہ سے روگردانی کی وہ مجھ میں سے نہیں۔

اسی طرح تعداد ازدواج میں جاہلیت کی غیر محدود تعداد کو چار تک محدود کردیا گیا اور یہ بھی اسی شرط کے ساتھ کے جب عدل کے تقاضوں کو پورا کیا جاسکے، اب مرد استطاعت مال کے باوجود بھی چاہے تو چار سے زیادہ شادیاں نہیں کرسکے گا، اس طرح طلاق میں بے تحاشا اسراف اور دھاندلی کا سلسلہ تھا، اس اسراف اور ابتذال کو روکنے کیلئے اس پر طرح طرح قدغن لگائے گئے۔ فرمایا: ''فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً'' (النساء:۱۹) ان کے ساتھ نیکی کی معاشرت کرو، اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تب بھی، تم کسی چیز کو ناپسند کرو، گے اور خدا اس میں بہت بھلائی رکھ دے، پھر رجوع کی شکل میں اس مبغوض الی اللہ تلافی کا موقع بھی مردوں کو دیا گیا۔ اسلام سے قبل بیواؤں کی حالت نہایت قابل رحم تھی، اس نے نہ صرف ان سے عقد کو جائز قرار دیا بلکہ حضور ﷺ نے اپنے پہلے نکاح میں عملی نمونہ پیش فرمایا اور بیواؤں کی مشکل حل کردی گئی، عورت کو یہ حق بھی اسلام نے بخش دیا کہ وہ نکاح کی شکل میں اس باہمی معاہدہ کو مجبوری اور نامساعد حالات میں فریقین کی مرضی سے فسخ اور منسوخ بھی کرسکتی ہے۔ الغرض دنیا کا کوئی دستور و نظام اور رسم و رواج ایسا نہیں جس نے عورت ذات کو وہ مقام دیا ہو جو قدر و منزلت عزت و تکریم اسلام کے آنے کے بعد ان کو ملی۔

☆☆☆

بے حجاب فرانسیسی گلوکارہ
دیام بنی باحجاب

کسی فرد کو ایک ہی مذہب یا ثقافت تک محدود رکھا جاسکتا تو دنیا میں اتنے مذاہب نہیں ہوتے اور نہ اتنی ثقافتیں ہوتیں لیکن یہ باتیں جن لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں وہ قانون بنا کر مذہب یا ثقافت کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں اور خود کو مخصوص مذہب یا ثقافت کا محافظ ثابت کرتے ہیں۔ یوروپی ممالک میں شروع سے ہی اظہار رائے کی آزادی، ملبوسات کی آزادی اور جینے کی آزادی پر زور دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اظہار رائے کی آزادی کے نام پر مقدس شخصیات کے کارٹونس بنانے والے کارٹونسٹوں، متنازعہ فلموں کے فلمسازوں اور مذہبی شخصیات پر مذموم کتابیں لکھنے والے رائٹرس کا دفاع کیا گیا ہے لیکن حیرت ہوتی ہے کہ انہیں یوروپی ممالک میں بہت سی خواتین کو اپنی پسند کے ملبوسات پہننے کی اجازت نہیں ہے، کم از کم نقاب اور برقعہ پہننے کی اجازت تو نہیں ہے۔

نقاب مخالف فرانس میں

سابق فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی نے نقاب مخالف مہم فرانس میں اس طرح چلائی جیسے فرانس کا یہی سب سے بڑا مسئلہ ہو۔ بہت سے لوگوں کو تعجب بھی ہوتا تھا کہ لاکھوں بے روزگار فرانسیسیوں کی موجودگی میں سرکوزی صاحب کی توجہ مرکز چند سو نقاب پوش خواتین یوں بن گئی ہیں۔ وہ فرانسیسیوں کی بے روزگاری دور کرنے پر توجہ کیوں نہیں دیتے لیکن سرکوزی نے مخالف قانون بنانے میں کامیاب رہے۔ یہ بات الگ ہے کہ صدارت کے انتخاب میں نکولس سرکوزی کا ناکام کر کے فرانسیسیوں نے یہ اشارہ دے دیا کہ نقاب ہی فرانس کا اکلوتا مسئلہ نہیں تھا، فرانس کے کئی مسئلے تھے جن کے حل میں سرکوزی کی کارکردگی متاثر کن نہیں رہی۔

خیر، فرانس میں ثقافت کے تحفظ کے نام پر نقاب پہننے پر پابندی کا جو قانون بنایا گیا تھا وہ آج بھی نافذ ہے اور جو خواتین قانون توڑنے کی مرتکب ہوتی ہیں یعنی نقاب یا برقعہ پہنتی ہیں یا حجاب کا استعمال کرتی ہیں وہ سزاؤں کی مستحق قرار دی جاتی ہیں۔ یہ بات الگ ہے کہ سزا کے خوف سے خواتین کے نقاب ترک کرنے کی خبریں تو کم آتی ہیں البتہ یہ خبر ضرور آئی ہے کہ ایک فرانسیسی گلوکارہ دائرہ اسلام میں آ گئی ہیں اور وہ حجاب کے استعمال کو برا نہیں مانتی۔ وہ حجاب کے استعمال کو فرانس کی ثقافت کے لئے خطرہ نہیں مانتی۔

اگر وہ ایسا مانتی تو حجاب کا استعمال گھر پر تو کرتی لیکن لوگوں کے درمیان یا ٹی وی چینل پر نہیں کرتی مگر گزشتہ دنوں وہ حجاب اوڑھ کر ہی ایک ٹی وی چینل پر آئی اور اسے دیکھ کر ایسا لگا نہیں کہ یہ وہی گلوکارہ ہے جو کھلے سر رہتی تھی۔ فرانس کی اس مقبول گلوکارہ کا نام ملینئی جارجیا دیس ہے۔

دیام گلوکارہ حجاب میں

رپورٹ کے مطابق، گلوکارہ ملینئی جار جیا دیس اپنے پرستاروں میں دیام نام سے مشہور ہے۔ ۲۰۰۹ء کے بعد دیام منظر نامے سے غائب رہیں اور ان کے پرستار بس یہ قیاس آرائیاں ہی کرتے رہے کہ وہ کہاں گئیں۔ کبھی کبھار باحجاب ہو کر نظر بھی آئیں لیکن یہ بات اسرار کے پردے میں ہی رہی کہ وہ کہاں روپوش ہیں اور کیوں روپوش ہیں۔ وہ کب تک روپوش رہیں گی لیکن پچھلے دنوں دیام حجاب اوڑھے جب بھی ٹی وی پر نظر آئیں تو ان کے پرستاروں کی خوشی اور حیرت کی انتہا نہ رہی۔ خوشی اس بات پر کہ وہ نظر آئیں اور حیرت اس بات پر کہ وہ حجاب میں نظر آئیں۔ جب کہ حجاب کے استعمال پر فرانس میں پابندی عائد ہے۔

بے پردگی پر حجاب کو ترجیح کیوں؟

اب فرانس میں حجاب کے خلاف پابندی کے قانون پر جاری بحث میں شدت آجائے تو حیرت نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ گلوکاروں، فنکاروں اور مصنفین کا اپنا دائرہ اثر ہوتا ہے اور اس دائرے میں رہنے والے لوگ ان کی بہت سی باتوں پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا یہ امید کی جاسکتی ہے کہ دیام کے پرستاران کے حجاب کے استعمال کو سنجیدگی سے نہیں لیں گے؟ وہ یہ جاننے کی کوشش نہیں کریں گے کہ جب بے حجابی کو عورت کی آزادی بتانے کی کوشش کی جاتی ہیں اور حجاب کو غلامی کی علامت تو پھر دیام نے باحجاب ہونے کو بے حجاب ہونے پر ترجیح کیوں دی؟ اسلام کی وہ کیا کشش تھی جو انہیں دائرہ اسلام میں ایسے وقت میں لے آئی جب 'اسلامی دہشت گردی' کی باتیں کرنے والے عالمی لیڈر یہ سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے کہ

اسلام ہی نہیں دنیا کا کوئی بھی مذہب دہشت گردی نہیں سکھاتا؟ خیر، فرانسیسی گلوکارہ دیام حال ہی میں اپنی نئی پہچان اور نئے نظریات کے ساتھ فرانس کے ٹی وی چینل ٹی ایف ون پر نظر آئیں۔ یہ بتایا کہ ان کے اندر کیا تبدیلیاں آئیں اور کیوں آئیں۔ رپورٹ کے مطابق ٹی ایف ون کو انٹرویو دیتے ہوئے دیام نے بتایا کہ زندگی کے کچھ غموں کو غلط کرنے کے لئے وہ منشیات اور نشہ آور ادویہ کا سہارا لینے لگی تھیں۔ دیام کا کہنا ہے کہ 'اپنی نفسیاتی صحت کی بحالی کے لئے ذہنی امراض کے ایک مرکز میں بھی داخل رہی تھی لیکن اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوا تھا۔ اس دوران میری مسلم دوستوں میں سے ایک سے ملاقات ہوئی اور اس نے بتایا کہ میں نماز کے لئے جارہی ہوں تو میں نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی'۔

جب میں نے سب سے پہلے سجدہ کیا

دیام کے مطابق 'یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے اپنا ماتھا فرش پر رکھا تھا۔ میں نے اس وقت جو کچھ محسوس کیا، اس سے قبل مجھے کبھی ایسا تجربہ نہیں ہوا تھا اب میرا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکنا چاہئے' رپورٹ کے مطابق، مسلم دوست سے ملاقات کے بعد دیام موریشس چلی گئی تھیں۔ وہاں دیام نے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی۔ کلام مقدس کا مطالعہ کیا، اسلام کی کشش سے متاثر ہوئیں اور جب بہتر طور پر مذہب اسلام کو سمجھ لیا تو یہ مانا کہ 'اسلام سب سے زیادہ روادار دین ہے' دیام نے یہ بات واضح کردی ہے کہ دائرۂ اسلام میں وہ یونہی نہیں آئی بلکہ 'قرآن مجید کو پڑھ کر اور سمجھ کر اسلام قبول کیا'۔ دیام کا کہنا ہے کہ 'میں مسلمان ہونے کے بعد سے خوش ہوں'۔ دیام نے بتایا کہ 'میں نے ایک برس قبل شادی کرلی تھی۔ اب ایک بچے کی ماں ہوں اور اپنے منشیات زدہ ماضی سے بہت آگے نکل چکی ہوں۔' حجاب کے استعمال

پر ان کا کہنا ہے کہ 'میرا خیال ہے کہ میں ایک روادار معاشرے میں رہتی ہوں۔ میں تنقید کا برا نہیں مانتی لیکن روایتی قسم کی تضحیک اور برجستہ فیصلوں کا ضرور برا مانتی ہوں۔ ٹی وی اینکر کے یہ پوچھنے پر کہ کئی مسلم خواتین حجاب کا استعمال نہیں کرتیں، پھر وہ با حجاب کیوں ہیں، دیام نے واضح لفظوں میں کہا کہ 'میں پردے کو ایک شرعی حکم سمجھتی ہوں۔ اس سے میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور میرے لئے یہی کافی ہے'۔ اسلام کے نام پر ہونے والی قتل وغارت گری کے بارے میں پوچھنے پر دیام کا کہنا تھا کہ 'میرے خیال میں ہمیں جاہل اور باعلم میں فرق کرنا چاہیئے۔ جاہل اگر کسی کے بارے میں کچھ جانتا نہیں تو اس کو ہرگز بھی اس سے متعلق کوئی بات نہیں کرنی چاہیئے۔ اسلام بے گناہ لوگوں کو ہرگز بھی اس طرح قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا جیسا کہ ہم آج کل مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اسکی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا' اس طرح دیام نے یہ بتا دیا ہے کہ وہ اسلام سے واقف ہو گئی ہیں اور اب کسی پروپیگنڈے کا شکار نہیں ہوں گی لیکن سوال یہ ہے کہ دیام کی طرح کتنے لوگ ہیں جو پروپیگنڈوں سے نہیں، اسلام کو اسلام کی مقدس کتابوں سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆☆☆

عورتیں ان گناہوں سے پرہیز کریں

● کسی عورت کا بالوں کو دوسری عورت سے ملانا اور اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگانا۔

● گودنے کا نشان دوسرے کو لگانا اور اپنے لئے دوسرے سے لگوانا

● دوسرے کے دانتوں کو تیز اور باریک کرنا اور یہی عمل اپنے لئے کرانا

● دوسرے کے ابروں کے بال اُکھیڑنا اور یہی عمل اپنے لئے کرانا

ان چاروں گناہوں کے بارے میں بخاری و مسلم شریف کی تین حدیثیں ہی کافی ہیں، جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةُ وَالْمُسْتَوْصِلَةُ وَالْوَاشِمَةُ وَالْمُسْتَوْشِمَةُ، وَفِيْ رِوَايَةِ. لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلَقَ اللّٰهُ.

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس عورت پر جو کسی عورت کے بال کسی تیسری عورت کے ساتھ ملانے والی ہے اور اپنے بالوں میں دوسرے سے بال ملانے والا عمل کراتی ہے اور گودنے اور سرمے وغیرہ کا نشان کسی عورت پر لگانے والی پر اور گودنے کا

نشان اپنے جسم میں لگوانے والوں پر اور ابرو کے بال اُکھیڑنے والیوں اور اپنے دانتوں کو تیز اور باریک کرنے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے جو جس کے لئے ایسا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی (اصل شکل) کو بدلتی ہیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اِنِ امْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ زَوَّجَتِ ابْنَتَهَا فَتَمَعَّطَ شَعْرُ رَأْسِهَا فَجَاءَ تْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَالِكَ لَهُ وَقَالَتْ اِنَّ زَوْجَهَا اَمَرَنِيْ اَنْ اَصِلَ فِيْ شَعْرِهَا فَقَالَ لَا اِنَّهُ لَعَنَ الْمَوْصُوْلَاتِ''. فرمایا کہ بیشک ایک انصاری عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کی تو اسکے سر کے بال جھڑ گئے اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بتایا اور یہ بھی کہا کہ اسکے خاوند نے حکم دیا تھا کہ ایسا کرو (یعنی میں اسکے سر پر عورتوں کے بال ملادوں تاکہ اس کا عیب دور ہو جائے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (یہ قطعاً جائز) نہیں ایسے کرنے والیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

فائدہ: اس دور کی عورتیں غالباً صرف نمص کرتی ہیں یعنی چہرہ کے بالوں کو یا ابروں کے بالوں کو اُکھیڑتی ہیں یہ بھی ناجائز ہے اگرچہ خاوند حکم دے یا پسند کرے۔ جب خاوند کو خوش کرنے کے لئے یہ کام ناجائز ہے تو کنواریوں کے لئے یہ کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ ہاں البتہ چہرہ سفید کرنے کا مروجہ طریقہ کو چہرے کو بلیچ کرنا یعنی کریم وغیرہ چہرے پر لگاتی ہیں تاکہ چہرے کے بال براؤن ہو جائیں اور منہ سفید ہو جائے یہ خاوند کے لئے کیا جائے تو صحیح ہے نیز عورتوں کا دوسری عورتوں کے بالوں کو ملانا تاکہ بال لمبے معلوم ہوں یہ ناجائز ہے۔ البتہ انسانوں کے بالوں کے علاوہ دوسرے بال ہوں یا سیاہ قسم کے دھاگے ہوں تو ان کا استعمال جائز ہے۔

☆☆☆

جنّتی عورتیں

نبی رحمت ﷺ کی زبان مبارک سے

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہے اور رمضان کے روزے رکھ لیا کرے اور اپنی آبرو کی حفاظت رکھے اور اپنے خاوند کی تابعداری کی، تو ایسی عورت جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

● رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلانی عورت کثرت سے نفل نمازیں اور روزے اور خیر خیرات کرتی ہے، لیکن زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف بھی پہنچاتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی، پھر اس شخص نے عرض کیا کہ فلانی عورت نفل نمازیں اور روزے اور خیرات کچھ زیادہ نہیں کرتی یونہی کچھ پنیر کے ٹکڑے دے دلا دیتی ہے لیکن زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی، آپ نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی عورت کا اپنے گھر میں گھر گرہستی کا کام کرنا جہاد کے رتبہ کو پہنچتا ہے۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عورتو! میں نے تم کو دوزخ میں بہت دیکھا ہے عورتوں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا تم پھٹکار سب چیزوں پر بہت ڈالا کرتی ہو۔ (یعنی لعن طعن کرتی ہو، کوستی ہو) اور شوہر کی ناشکری بہت کرتی ہو اور اس کی دی ہوئی چیزوں کی بہت ناقدری کرتی ہے۔

● اسماء بنت یزید انصاریہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں عورتوں کی فرستادہ آپ کے پاس آئی ہوں۔ (یعنی عورتوں نے مجھے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ) مرد جمعہ اور جماعت اور عیادت مریض اور حضور جنازہ اور حج وعمرہ اور اسلامی سرحد کی حفاظت کی بدولت ہم پر فوقیت لے گئے۔ آپ نے فرمایا تو واپس جا اور عورتوں کو خبر کر دے کہ تمہارا اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگار کرنا یا حق شوہری ادا کرنا اور شوہر کی رضامندی کا لحاظ رکھنا اور شوہر کے موافق مرضی کا اتباع کرنا یہ سب ان اعمال کے برابر ہے۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسی عورت پر اللہ کی رحمت نازل ہو جو رات کو اٹھ کر تہجد پڑھے اور اپنے شوہر کو بھی جگائے کہ وہ بھی نماز پڑھے۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب عورتوں سے اچھی وہ عورت کہ جب شوہر اس کی طرف نظر کرے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب وہ اس کو کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اپنی جان اور مال میں اس کو ناخوش کر کے اس کی مخالفت نہ کرے۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں کچھ تکلیف دیتی ہے تو جنت میں جو حور اس شوہر کو ملے گی وہ کہتی ہے کہ خدا تجھے غارت کرے وہ تیرے پاس مہمان ہے جلدی ہی تیرے پاس سے ہمارے پاس چلا آئے گا۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے اچھی وہ عورت ہے جو اپنی عزت آبرو کے بارے میں پارسا ہو اور اپنے خاوند پر عاشق ہو۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس عورت کو پسند کرتا ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ محبت اور لاگ کرے اور غیر مرد سے اپنی حفاظت کرے۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت دوسری عورت سے اس طرح نہ ملے کہ اپنے خاوند کے سامنے اس کا حال اس طرح کہنے لگے جیسے وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخی عورتیں جن کو میں نے دیکھا نہیں میرے زمانہ کے بعد پیدا ہوں گی کہ کپڑا پہنے ہوں گی اور ننگی ہوں گی یعنی نام کو بدن پر کپڑا ہوگا لیکن کپڑا اس قدر باریک ہوگا کہ تمام بدن نظر آئے گا اور اترا کر بدن کو مٹکا کر چلیں گی اور بالوں کے اندر موباف یا کپڑا دے کر بالوں کو لپیٹ کر اس طرح باندھیں گی کہ جس میں بال بہت سے معلوم ہوں جیسے اونٹ کا کوہان ہوتا ہے ایسی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی ان کو نصیب نہ ہوگی۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت زیور دکھلاوے کے لئے پہنے گی (قیامت میں) اسی سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے اچھی عورت وہ ہے جو اپنی عزت آبرو کے بارے میں پارسا ہو اور اپنے خاوند پر عاشق ہو۔

☆☆☆

مسلم خواتین اور مغربی تہذیب کے اثرات

اسلام سے قبل عورت کی جو حالت تھی محتاج وضاحت نہیں ہے۔ اسے انتہائی ذلت و رسوائی سے دوچار کیا جاتا تھا اور بازار کی ادنی چیز سے زیادہ وقعت نہیں دی جاتی تھی۔ اسلام نے اسے قعرِ مذلت سے نکالا اور عزت واحترام کے مقام پر فائز کیا۔ وہ وراثت سے محروم تھی، اسے وراثت میں حصہ دار بنایا۔ نکاح وطلاق میں اس کی پسندیدگی وناپسندیدگی کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ اسلام نے اسے نکاح وطلاق میں خاص حقوق عطا کئے۔ اسی طرح اسے تمام وہ تمدنی ومعاشرتی حقوق عطا کئے جو مردوں کو حاصل تھے۔

مسلمان عورت کے لئے پردہ کا حکم ان امتیازات میں سے ہے جن میں وہ مردوں سے ممتاز اور جن کی وجہ سے مذہب اسلام دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے۔ اور اس کا مقصد مسلمان عورت کا تحفظ ہے۔ اس کی عزت وناموس کی حفاظت اور اس کو شبہات سے بچانے کے لئے ایک تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد وزن کو باہمی اختلاط سے منع فرمایا ہے اور دوسرے عورت کے لئے حجاب کی پابندی کو لازمی قرار دیا ہے۔ پس پردہ اس کے لئے اس درخت کی حیثیت رکھتا ہے جس کے سائے میں وہ پناہ

حاصل کرتی ہے اور جس کے دامن میں وہ سکون محسوس کرتی ہے۔ ساتھ ہی اسلام نے عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ اپنی اولاد کی صالح تربیت کرسکیں۔ اور اسے تمام خارجی امور سے بری قرار دیا ہے اور مرد کو اس کا ذمہ دار بنایا ہے اور کہا ہے: اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (سورہ نساء) "یعنی مرد عورت کا نگہبان ہے"۔

مگر افسوس کہ جس اسلام نے عورتوں کو سماج و معاشرہ میں وقعت و اہمیت دی، انہیں جینے کا سلیقہ سکھلایا، انہیں فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا۔ آج اسی اسلام کو مسلم خواتین فرسودہ تصور کررہی ہیں اور مغربی تہذیب کی ظاہری چکا چوند سے دھوکہ کھا کر اس سے روشنی طلب کررہی ہیں بقول شاعر۔

مانگتی ہے مغربی تہذیب سے تو روشنی
ظلمت شب سے نہیں ممکن اجالے کا حصول

اسلامی معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ

قارئین! یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب تک مسلم خواتین اسلامی تہذیب وتمدن کے زیور سے آراستہ رہیں، اسلامی معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ رہا۔ اور بے حیائی، آبرو باختگی، بدکاری اور ہر قسم کی خفیہ یا اعلانیہ فحاشی سے محفوظ رہا۔ جس کی واضح مثال وہ اسلامی معاشرہ ہے جو صدیوں تک دنیا کے سامنے ایک نمونے کے طور پر موجود رہا ہے۔ لیکن جب مسلم خواتین نے مغربی تہذیب کو اپنانا شروع کیا تو زنا، ہم جنس پرستی، شراب نوشی، حق ناشاسی، خاندانی بکھراؤ، آوارگی اور قتل وفساد کے تمام جراثیم مسلم سماج میں اپنی جڑیں مضبوط کرنے لگیں۔ چنانچہ آپ دیکھتے جایئے کہیں خواتین کو ائیر ہوسٹیس بنایا جارہا ہے تو کہیں وہ سلیس گرل اور ماڈل گرل کے ناپاک عزائم کی تکمیل میں کوشاں ہیں۔ تو کہیں ہوٹلوں میں مردوں کے بارِ عظیم کو اپنے نازک

کندھوں پر اٹھائی ہوئی ہیں، تو کہیں پولیس اور فوج کے مشقت آمیز امور کو اپنے نازک ہاتھوں سے انجام دے رہی ہیں۔تو کہیں پارلیامنٹ کی کرسی سنبھال رہی ہیں تو کہیں گاؤں گاؤں نگر نگر گھوم گھوم کر ووٹ مانگ رہی ہیں،تو کہیں فلمی ایکٹرس بن کر لوگوں کا دل بہلا رہی ہیں تو کہیں ماڈلنگ کر کے اپنی وقعت گھٹا رہی ہیں، الغرض ہر جگہ اور ہر موڑ پر مغربی تہذیب سے ہم آہنگ ہو کر مردوں کے شانہ بشانہ ہی نہیں بلکہ ان سے دو قدم آگے نظر آ رہی ہیں۔

مغربی تہذیب کی نحوستیں

ان کے علاوہ مغربی تہذیب کے کچھ اور برے اثرات مندرجہ ذیل ہیں: (۱) یہ مغربی تہذیب کا ہی انسانیت سوز کارنامہ ہے کہ آج جب لڑکیاں اپنے گھروں سے بے نقاب ہو کر، جنس ٹی شرٹ اور شارٹ اسکرٹ پہن کر نکلتی ہیں تو آوارہ لڑکے ان پر آوازیں کستے ہیں، سیٹیاں بجاتے ہیں اور فحش الفاظ جیسے بدترین تحفہ کو چمکیلے غلاف میں لپیٹ کر پیش کرتے ہیں۔ اور افسوس ناک امر تو یہ ہے کہ لڑکیاں ان چھچھورے لڑکوں کی طرح ان چھچھوری حرکات سے محفوظ ہوتی ہیں اور اسے اپنے حسن و جمال اور دلکش ناز و ادا کا کمال مانتی ہیں۔ بعض خواتین ایسی ہیں جو پردہ تو کرتی ہیں لیکن ایسا پردہ جو انہیں بے پردہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔ انہیں عورتوں کو رسول اللہ ﷺ نے کاسیات عاریات کہا ہے اور ان پر لعنت فرمائی ہے اور بقول شاعر:

ہے گردش دوراں کہ زمانے کی ترقی
میں پردہ شب میں حیا ڈھونڈ رہا ہوں

(۲) مغربی تہذیب کے تحائف میں سے بھی ہے کہ لڑکے لڑکیاں مخلوط ماحول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جسکے نتیجے میں سماج میں زنا، فحاشی جیسے امراض عام ہو چکے

ہیں۔ اور جس کی وجہ سے ہزاروں طالبات کی عزت نشانے پر ہے۔ (۳) یہ مغربی تہذیب کا ہی ہلاکت خیز کارنامہ ہے کہ لڑکیاں جب ملازمت کی تلاش میں گھر سے باہر نکلتی ہیں تو ساتھ ہی انہیں اپنی عزت کا نذرانہ پیش کرنا پڑتا ہے۔

(۴) یہ مغربی تہذیب کا ہی اثر ہے کہ موجودہ زمانہ میں ملازم مائیں اپنے بچوں کو آیاؤں کی گود میں ڈال کر کام پر نکل جاتی ہیں اور شام کو جب تھکی ہاری گھر واپس آتی ہیں تو اپنے بچے کے لئے ان کے پاس وقت نہیں ہوتا اور وہ اگلے دن آفس جانے کی تیاریوں میں مشغول ہو جاتی ہیں نتیجتاً بچے ماں سے دور ہو جاتے ہیں اور صحیح تربیت نہ ملنے کی وجہ سے معاشرہ کا ناسور ہو جاتے ہیں۔ (۵) یہ مغربی تہذیب کی ہی حوصلہ افزائی ہے کہ آج تیزی کے ساتھ خواتین کو سربراہی سونپی جارہی ہے۔ حالانکہ قول رسول اللہ ﷺ: "لَنْ يُّفْلَحَ قَوْمٌ وَلَوْا اَمَرَ هُمْ اِمْرَاَةٌ" (بخاری) کہ جس قوم کی سربراہ عورت ہو وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ عورت فطرتاً کمزور پیدا کی گئی ہے اور وہ سربراہی اور اس جیسے دوسرے امور کی ذمہ داری کما حقہ ادا نہیں کر سکتیں۔ (٦) مغربی تہذیب کے عطا کردہ فتنوں میں سے ایک برا فتنہ ماڈرن شادی کا چلن بھی ہے۔ چنانچہ آج کے زمانہ میں لڑکا لڑکی اسلامی شادی جو چند نہایت ہی سادہ سے امور پر مشتمل ہے، اپنانے کی بجائے شادی سے پہلے مہینوں دوستی کا تماشہ کرتے ہیں اور جب ان سے اس بارے میں پوچھا جاتا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنے لائف پارٹنر کے خیالات جاننے کے لئے ایسا کرتے ہیں تا کہ شادی کے بعد ہم میں مس انڈر اسٹینڈنگ نہ ہو۔ اسی طرح شادی سے پہلے رسم منگنی کی ادائیگی اور شادی میں جہیز کو جز ولازم سمجھتے ہیں۔ اسی طرح آرکیسٹرا، مرد وزن کے باہمی ڈانس، موسیقی، ڈرنکنگ، اور دیگر فضولیات کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ (۷) یہ مغربی تہذیب کا ہی دین ہے کہ ہمارے یہاں نشہ آور چیزوں کا استعمال روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ لڑکے تو لڑکے

لڑکیاں بھی شراب، سگریٹ، ڈرگس، نشہ آور سوئیوں، وغیرہ کا استعمال اچھی خاصی تعداد میں کرتی ہیں۔

(۸) یورپ یہ موبائل، ٹی وی، انٹرنیٹ، کیمرہ، سب کے سب اسی مغربی تہذیب کے عطایا ہیں، جن کی وجہ سے فحش گانے سننے، فحش فلمیں دیکھنے لڑکیوں کے ایم ایم ایس (M.M.S) بنانے اور اس کے ذریعہ انہیں بلیک میل کرنے کا رواج عام ہو چکا ہے۔ (۹) یہ مغربی تہذیب کا ہی ذلت آمیز اثر ہے کہ آج حاملہ عورت کے بارے میں یہ معلوم ہوتے ہی حمل لڑکی کا ہے، اسقاط کروادیا جاتا ہے۔ (۱۰) یہ بھی مغربی تہذیب کو ہی اپنانے کا بھیانک نتیجہ ہے کہ ہم روزانہ اخباروں میں یہ چیزیں ملاحظہ کرتے ہیں کہ فلاں لڑکی کو راہ چلتے چند لڑکوں نے اغوا کرلیا اور اس کی عصمت دری کی، فلاں باپ اپنی بیٹی کے ساتھ اتنے سالوں تک جنسی تعلقات قائم کرتا رہا، فلاں بھائی پر اپنی بہن کی آبروریزی کا مقدمہ ہے، فلاں بیٹے نے اپنی ماں کی عزت کو پامال کیا۔ مغربی تہذیب ہمارے سماج، تہذیب، ہمارے گھریلو معاملات یہاں تک کہ ہماری زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملے پر بھی بری طرح اثر انداز ہورہا ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارے کھانے پینے کا، پہننے اوڑھنے کا، رہنے سہنے کا، اٹھنے بیٹھنے کا، بات چیت کرنے کا، سوچنے سمجھنے کا، سب کچھ کا انداز بدل گیا ہے۔ چنانچہ آج کے زمانے میں جو چمچہ کی بجائے ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے اسے ''ان کلچر'' کہا جاتا ہے۔ جو لڑکی برقعہ استعمال کرتی ہے اسے دقیانوس سمجھا جاتا ہے۔ جو اسلامی اصولوں کو اپناتا ہے اسے قدامت پسند خیال کیا جاتا ہے۔

الغرض ہم اس قدر مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگ چکے ہیں کہ ہماری اپنی تہذیب اسلامی کہیں کھوگئی ہے۔ خیال رہے کہ مغربی تہذب کے یہ سارے اثرات صرف غیر مسلم لڑکیاں ہی نہیں بلکہ مسلم لڑکیاں بھی بڑی تیزی سے قبول کررہی ہیں۔

اور وہ بھی غیروں کی طرح بے حیائی و بے پردگی کے سیلاب میں بہی جارہی ہیں۔
بقول شاعر ؎

نام کل تک تھا جن کا حیا داروں میں
آج وہ منہ کھولے ہوئے پھرتی ہیں بازاروں میں

میری دینی بہنو! آج ہم جس تہذیب کو مشعل راہ سمجھ رہے ہیں، وہ تہذیب محض ایک دھوکہ ہے، فریب ہے، ہمیں اپنے اصلی مقصد، اسلامی و اصلاحی مقصد سے دور کرنے کی سازش ہے۔ اسکے پیچھے ہم اپنے آپکو حقیر و کمتر بنارہے ہیں۔ لہٰذا:

اس قدر رازاں نہ کر خود کو تو ہے ایسی متاع
سہل ہے جسکی طلب، دشوار ہے جس کا حصول

اس لئے میری بہنو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ہوش میں آئیں۔ اسلامی تہذیب کو اپنالیں، اور مغربی تہذیب کو ٹھکرادیں۔

تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر
کہ اس حرامزادی کا حلیہ بگاڑ دے

کیونکہ اسلامی تہذیب کے سائے میں رہ کر ہی ہم اپنی عزت و ناموس کو محفوظ رکھ سکتے ہیں اور صحیح معاشرہ کی تشکیل کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

اسلام میں
نکاح کی پیچیدگیوں سے بچنے کا حل

نکاح ایک ایسا عمل ہے جو دو مختلف ماحول اور سوسائٹی میں پرورش پانے والی ہستی کو باہم جوڑ دیتا ہے، ایک اجنبی عورت جس کی طرف نگاہ اٹھانا اسلام کی نظر میں گناہ ہے۔ لیکن جب نکاح کا بندھن اس اجنبی عورت کو ایک اجنبی مرد کے ساتھ مربوط کر دیتا ہے تو اس مرد کا اس عورت کی طرف نہ صرف دیکھنا جائز ہو جاتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ہر وہ عمل درست ہو جاتا ہے جو نکاح سے پہلے حرام تھا۔

نکاح فطرت الٰہیہ کی وہ عظیم نشانی ہے جس پر اعتماد کرتے ہوئے عورت اپنے والدین، بھائی، بہن، خویش اقارب اور تمام اہل خاندان کو ترک کر کے ایک ایسے اجنبی آدمی کا سہارا لے کر ایسے گھر میں زندگی گذارنے پر راضی ہو جاتی ہے جو اب تک اس کے لئے نامانوس تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہترین عطیہ ہے کہ نکاح کے بعد میاں بیوی میں بے پناہ محبت ومودت ڈال دیتا ہے اور یہ تعلق کا وہ مضبوط ترین رشتہ قائم کر دیتا ہے جو دیگر رشتہ داروں سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔

شادی تمام انبیاء کی سنت

شادی تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت رہی ہے۔اس لئے کہ شادی ہی خوشگوار ماحول حسن معاشرت اور تعمیر دنیا کا سبب ہے۔اللہ کا ارشاد ہے:"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجاً وَذُرِّیَّةً" (رعد:۳۸) اوراسی طرح شادی نصف ایمان بھی ہے ۔ ارشاد نبوی ہے جب انسان شادی کرلیتا ہے تو نصف ایمان پورا کرلیتا ہے باقی نصف میں وہ اللہ سے ڈرے۔ (بیہقی فی شعب الایمان) نکاح وشادی کا نظام ایک فطری نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مشروع ہے اوراس میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہے۔فرمان ربانی ہے:"فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ" (النساء:۳) یعنی عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئے اس سے شادی کرو۔اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شادی کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔اب آیئے ذرا غور کریں کہ موجودہ دور میں نکاح ایک پیچیدہ مسئلہ کیوں بن گیا ہے؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے سلسلہ میں ہمارے لئے کیسا نمونہ چھوڑا اور شادی کے معاملہ میں کن طریقوں کی جانب ہماری رہنمائی فرمائی؟

سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ نکاح کرنے کے وقت کن چیزوں کو پیش نظر رکھیں۔تو اس سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"عورت سے چار چیزیں دیکھ کر شادی کی جائے گی اور وہ یہ ہیں: مال، حسب ونسب، خوبصورتی اور دین پھر آگے فرمایا، دیندار کو ترجیح دو"۔ (متفق علیہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری جملہ سے اس بات کی نشاندہی فرمادی کہ اولین وجہ انتخاب دینداری ہونی چاہئے۔لیکن افسوس کہ آج وجہ انتخاب کا پیمانہ ہی بدل گیا ہے، نکاح کرنے والے اور کرانے والے سرپرستوں کی نگاہ لڑکی یا عورت کی خوبی اور دینداری

پر نہیں ہوتی یا بہت کم ہوتی ہے، بلکہ تمام تر نگاہ اس بات پر ہوتی ہے کہ لڑکی کے والد کے پاس کتنے کارخانے ہیں، کتنی فیکٹریاں ہیں اور اس کی مالی حیثیت کیا ہے اور وہ اپنے ہونے والے داماد کو کیا دے سکتا ہے؟ یعنی ان کی نظر لڑکی کے والد کی جیب پر ہوتی ہے۔ اور لڑکی کی خوبیوں، حسن و جمال اور دینداری و پرہیز گاری پر نظر یا تو ہوتی ہی نہیں اور کبھی اگر ہو بھی تو اس کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔ بعض وقت تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شادی کار، ماروتی، ہیرو ہونڈا، یا ٹیلی ویژن اور گھروں کو آراستہ کرنے والی فرنیچروں پر ہوتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو نکاح کے تقدس کو پامال کر رہی ہے۔ یہی سبب ہے کہ آج نکاح کے پیچیدہ ہونے کا، اور اگر لڑکی کے والد نے داماد کی خواہش کے مطابق اس کی مانگ پوری کی تب لڑکی کسی حد تک اس کے گھر میں چین و سکون پاتی ہے ورنہ بہت ہی پریشانی و مصیبت کا سامنا کرتی ہے۔

نکاح کے پیچیدہ ہونے کے اسباب

آج کے دور میں نکاح کے پیچیدہ ہونے کا سبب ایک یہ بھی ہے کہ ہم نے شریعت کے پاس ولحاظ کا خیال نہ رکھا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ اَعْظَمَ النِّکَاحِ بَرَکَةً اَیْسَرُہٗ مُؤْنَةً'' (بیہقی) یعنی سب سے بابرکت وہ نکاح ہے جس میں کم خرچ ہو، ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے، جس نکاح میں سب سے کم خرچ ہو وہ نکاح سب سے برکت والا ہے۔ اور دوسری طرف ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ہم شادی کے موقع پر بے دریغ خرچ کرتے ہیں اور پانی کی طرح روپے بہاتے ہیں اور اس طرح نکاح کی برکت کو خود ختم کرتے ہیں۔ نکاح میں خرچ کرنے کے سلسلہ میں مقابلہ چلتا ہے جس کو حماقت کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا، مقابلہ اور تنافس تو خرچ کے کم کرنے میں ہونا چاہئے تھا۔ جس

سے نکاح میں برکت پیدا ہوتی جو اچھے ڈھنگ سے خانہ آبادی کی باعث بنتی مقابلہ اور منافسہ ایسی چیز میں قطعاً نہیں ہونا چاہئے۔ جس سے نکاح کی برکت ہی ختم ہوجائے اور ایک غریب شخص پر قرض کا وبال آئے۔

نکاح کاروباری انداز میں ہونے لگا

دور حاضر میں پرانی اقدار دم توڑ رہی ہیں، مادیت، بلند معیار زندگی حصول تعلیم نے نکاح کا معیار بھی بدل دیا ہے، ہر کام کاروباری انداز اختیار کرگیا ہے۔ ہر انسان مصروف ہے۔ اسلئے رشتوں کی تلاش کیلئے بہت سے ادارے کام کررہے ہیں۔ اخبارات ورسائل میں ''ضرورت رشتہ'' ''تلاش رشتہ'' اور ''رشتہ مطلوب ہے'' کے نام سے اشتہارات ایک عام معمول ہے اسکے باوجود رشتوں کی تلاش دور حاضر کا ایک اہم مسئلہ بن چکی ہے جس سے ملوث رشتے کی بات کرتا ہے، اس کے علاوہ لڑکے اور لڑکیوں کو بھی اس کام پر لگا دیا جاتا ہے، مائیں مختلف تقریبات میں اسلئے شرکت کرتی ہیں کہ شاید کوئی من پسند رشتہ مل جائے ڈھونڈ ڈھونڈ کر رشتہ داریاں، جتائی اور بنائی جاتی ہیں صرف اس خیال سے کہ شاید یہیں سے کسی اچھے رشتہ کا سراغ مل جائے، جہاں دو عورتیں یا مرد جمع ہوں ان کا موضوع رشتہ کی تلاش ہوتا ہے ان تمام تگ ودو کے باوجود بچوں کی عمریں بڑھتی جاتی ہیں۔ خصوصاً لڑکیوں کے سر میں چاندی کے تار چمکنے لگتے ہیں، لیکن شادی کی منزل قریب آتی دکھائی نہیں دیتی۔

اگر رشتہ مل جائے تو رشتہ طے ہونے، منگنی کرنے اور رخصتی تک قدم قدم پر فریقین فریب کا شکار ہوتے اور پیچ وتاب کھاتے رہتے ہیں کہ مہریں اتنی ہوں اور کہیں جہیز میں کار بس فریج وغیرہ ہوں۔ کبھی لڑکا عمر دراز ہوتا ہے، تو کسی کی لڑکی مطلقہ ہوتی ہے وغیرہ۔ غرض کہ زندگی بیسیوں الجھنوں میں پھنس جاتی ہے، بیوی بات بات

پر علیحدگی کی دھمکی دیتی ہے۔ خاوند طلاق کا ہوا دکھاتا رہتا ہے۔ بچے الگ پریشان ہوتے ہیں اور میاں بیوی دونوں کے والدین اپنی قسمت کا رونا روتے ہیں۔

اسلام امن وسلامتی کا ضامن

اسلام ایک مکمل دین ہے اور امن وسلامتی کا ضامن بھی، اگر ہم اسلامی نقطے کو برقرار نہ رکھیں تو ہمارے اوپر طرح طرح کی پریشانی آئے گی، اور اگر اسلام کا پابندی کریں تو زوجین کو دنیا میں محبت اور سکون ملے گا۔ جس طرح بھوک کے بعد غذا کی ضرورت ہے اسی طرح جوانی کے ساتھ نکاح لازمی ہے۔ اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ جو فرد بلوغت کی حد تک پہنچ جائے اس کے نکاح میں تاخیر نہیں کرنا چاہئے۔

☆☆☆

عورتوں کی شخصی آزادی اور تعلیمی حقوق

ایک اندازہ کے مطابق کرۂ زمین پر انسان کی پیدائش لاکھوں سال سے زیادہ عرصہ پہلے ہوئی۔ بہت طویل عرصہ تک انسانی تہذیب میں یہ پتا نہیں چلتا ہے کہ اس زمانہ میں عورت اور مرد کے تعلقات کیسے تھے۔ عورتوں کا کیا مرتبہ تھا اور کیا ان کو کسی قسم کے حقوق حاصل تھے۔ کیوں کہ ہم اپنے ماضی کے اس دور سے بہت ہی کم واقف ہیں۔ اغلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں بھی مرد کو عورتوں پر سبقت حاصل تھی اور عورتوں کی کسی قسم کے حقوق حاصل نہیں تھے۔ اسکی وجہ سے شاید یہ رہی ہو کہ مرد جسمانی طور سے عورت کے مقابلہ زیادہ طاقت ور ہوتا ہے اور اس نے عورت کی حفاظت اور کفالت کا ذمہ اپنے اوپر لیا ہو لیکن ایک بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ دونوں کیلئے ایک دوسرے کی فطری کشش کی وجہ سے دونوں ساتھ ہی رہتے تھے۔ اگرچہ انکے کام کے دائرے الگ الگ تھے۔

قدیم مصری اور یونانی تہذیب میں عورت

اس کے بعد جب ہمیں قدیم تاریخ کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوئی تو پتا چلتا ہے کہ عام عورتوں کی حیثیت سماج میں مردوں کے مقابلہ بالکل ایسی ہی ہوگئی

جیسے ایک غلام یا خادم کی ہو۔ اب خواہ وہ قدیم مصری تہذیب کا زمانہ ہو یا یونانی تہذیب کا اور چاہے رومی تہذیب کا۔ اس زمانہ میں لڑکیاں بچپن سے ہی اپنے باپ، بھائی یا ان کی غیر موجودگی میں کسی اور مرد رشتہ دار کے زیر اثر رہتی تھیں اور شادی کے بعد اپنے شوہر کی ملکیت تو ہی جاتی تھیں ان کی اپنی کوئی آواز نہیں تھی۔ کسی بھی معاملہ میں ان کی رائے لینا ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا، یہاں تک کہ شادی کے موقع پر بھی۔ عورت کو ہر برائی کی جڑ سمجھا جاتا تھا۔ وراثت میں اسکے حصہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اس زمانہ کے اگر دانش وروں، فلسفیوں، مبصروں کے خیالات کا جائزہ لیں تو بھی یہی حال نظر آتا ہے، لیکن یہ ساری معلومات ہمیں مردوں کے ذریعہ ہی ملی ہیں کیوں کہ قدیم دنیا میں عورتیں شاذ و نادر ہی پڑھی لکھی ہوتی تھیں۔ مثلاً سقراط کے خیال میں عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی کوئی اور چیز نہیں ہے۔ ارسطو کی نظر میں مرد اپنی فطری خصوصیات کی وجہ سے عورت سے برتر ہیں اور اسلئے وہ عورت کے حاکم ہیں اور عورتیں ان کی محکوم۔ کچھ اسی قسم کا خیال یونان کے مردوں میں عام تھا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو لکھنا پڑھنا سکھاتا ہے تو وہ یہ سمجھ لے کہ وہ ایک سانپ کو زہر پہنچا رہا ہے۔

دیکھیں مختلف مذاہب میں عورتوں مقام

یہ تو قدیم تہذیبوں کا حال تھا۔ آیئے اب دیکھیں کہ مختلف مذاہب میں عورتوں کو کیا مقام دیا گیا ہے۔ زیادہ تر مذاہب میں (سوائے اسلام کے) عورتوں کو کوئی مقام یا حقوق قابل ذکر نہ تھے جن کا تذکرہ کیا جاسکے۔ ان کو نہ تو خودمختاری حاصل تھی اور نہ ہی شخصی آزادی، تعلیمی، شادی وطلاق، مذہبی اور معاشی حقوق حاصل تھے۔ ایک مذہب کے مطابق اگر عورت اپنے دماغ، زبان اور جسم کو اپنے شوہر کے سلسلہ میں قابو میں رکھتی ہے تو نہ صرف اس دنیا میں وہ قابل تعریف مانی جائے گی بلکہ

اگلے جنم میں بھی اس کو اپنے شوہر کی رفاقت نصیب ہوگی۔ بیوگی کے بعد دوسری شادی کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ستی کا رواج ہندوستان میں عام تھا۔ایک دوسرے مذہب میں یہ تصور تھا کہ مرد کی تخلیق صرف عظیم الشان اور انتہائی شاندار کارناموں کو انجام دینے کے لئے کی گئی ہے اور عورتیں صرف خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ایک اور مذہب میں عورت کے شر سے بچنے کے لئے مجرد رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

لڑکیوں کی بچہ کشی عام تھی

اس سے پہلے کہ ہم یہ دیکھیں کہ اسلام نے عورتوں کو کیا حقوق دیئے ہیں نامناسب نہ ہوگا کہ اسلام سے پہلے ملک عرب میں عام عورتوں کے حال کا جائزہ لے لیا جائے۔ یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اہل عرب خاندان میں عورت کا وجود ہی شرمناک خیال کرتے تھے،لڑکیوں کی بچہ کشی عام تھی۔اور جو بچیاں اس سے بچ بھی جاتی تھیں تو ان پر ظلم کی کوئی تھاہ نہیں تھی۔ وراثت میں ان کا کوئی حق نہیں تھا۔اگر ان کی ملکیت میں کچھ ہوتا بھی تھا تو شادی کے بعد وہ سب کچھ شوہر کا ہوجاتا تھا۔اسی طرح کے اور بھی رسم ورواج تھے۔کثیر الازدواجی ایک عام بات تھی اور طلاق دینے کا حق صرف مرد کو حاصل تھا۔اگر کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی اطلاع دی جاتی تھی تو وہ لوگوں سے منہ چھپائے پھرتا تھا جیسا کہ سورۃ النحل کی آیت ۵۸ اور ۵۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''اور جب ان میں سے کسی کو عورت (یعنی بیٹی) کی خبر دی جائے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے''۔(النحل:۵۸)

''جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اس کے عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے کہ آیا اس کو ذلت پر لئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے۔خوب سن لو کہ ان کی یہ تجویز بہت ہی بری ہے''۔(النحل:۵۹)

اس تمہید سے یہ تو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ نہ تو قدیم تہذیبوں میں اور نہ ہی اکثر مذاہب میں اسلام سے پہلے عورتوں کا کوئی مقام تھا اور نہ مرتبہ اور نہ ہی ان کی اپنی بھلائی اور عزت کے لئے ان کو کوئی حقوق حاصل تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا پوری بنی نوع انسان پر کرم اور احسان ہے کہ اس سے چھٹی صدی کے اخیر میں حضور اکرم ﷺ کو نبی آخر الزماں بنا کر بھیجا اور ان کے ذریعہ ہم کو قرآن ملا جس سے ہمیں اسلامی تعلیمات کی روشنی ملی۔ پھر ہم نے جانا کہ مرد اور عورت کی تخلیق تو ایک دوسرے کی تکمیل کے لئے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی قانون مردوں اور عورتوں کے لئے بنائے ہیں وہ دونوں کی جسمانی ساخت اور فطری خصوصیات کو دیکھتے ہوئے بنائے ہیں اور اللہ تو وہ ہے کہ اس نے جو بھی بنایا ہے خوب بنایا ہے جیسا کہ سورۃ السجدۃ کی آیت ۶ اور ۷ اور سورۃ التین کی آیت ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا۔ زبردست رحمت والا“۔ (السجدہ:۶)

”جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی“۔ (السجدہ:۷)

”ہم نے انسان کو بہت خوبصورت ڈھانچے میں ڈھالا ہے“۔ (التین:۴)

اسلام نے قدم قدم پر عورت کو با اختیار بنا دیا

جب ہم قانون کی بات کرتے ہیں تو حقوق کی بات بھی سامنے آجاتی ہے۔ بہت سے معترضین کا خیال ہے کہ اسلام میں مردوں اور عورتوں کو برابر کے حقوق نہیں دیئے گئے ہیں۔ اور عورتوں کے ساتھ اس سلسلہ میں زیادتی کی گئی ہے۔ لیکن ان کو یہ سوچنا چاہئے کہ دونوں کے حقوق نہ یکساں ہو سکتے ہیں اور نہ برابر۔ کیوں کہ دونوں کے سوچنے کا ڈھنگ، جسم کی ساخت اور ذمہ داریاں بالکل الگ الگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی حقوق جس کے لئے بھی تجویز کئے ہیں وہ اس کی ضرورتوں، اس کی

کمیاں، اس کی خوبیاں اور اس کی ذمہ داری کو دیکھتے ہوئے عطا کئے ہیں۔ ہاں کچھ حالات میں ضرور مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں قانون، حقوق ہیں جیسے جرم کی سزا، اپنی مرضی سے شادی، حصول تعلیم وغیرہ۔

اسلام نے عورت کو ہر حال میں چاہے وہ بیٹی ہو، چاہے بہن، چاہے بیوی اور چاہے ماں اس کے حقوق کا پورا خیال رکھا ہے۔ اور کہیں بھی اس کی حیثیت کو کم نہیں مانا ہے لیکن اس کی حیاتیاتی ساخت اور اس کی بنا پر کمزوریوں اور معاشی انحصار کی وجہ سے اسے مردوں سے ضرور کچھ حالات میں سمجھوتا کرنا پڑتا ہے جسے اسے خوش دلی سے قبول کر لینا چاہئے اور میرے خیال میں وہ اس بات کو بخوبی جانتی ہے۔ لیکن اس سے سماج میں اس کی حیثیت کسی طرح سے بھی کم نہیں ہوتی۔ اگر ہم ایمان داری سے سوچیں تو اس کی حیثیت تو کہیں زیادہ ہے کیوں کہ اس کے رہن سہن، گھر کی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سے نبھانے پر ہی آئندہ نسل کی خوبی یا خواری منحصر ہوتی ہے۔

شخصی آزادی کے حقوق

عورتوں کی شخصی آزادی کا یہ مطلب ہے کہ اس کو اپنی ملکیت اور جائیداد میں پورا حق اور اختیار حاصل ہے۔ شادی کے وقت جو بھی اس کے پاس ہے وہ اس کا اپنا ہے اور شادی میں جو مہر اس کو ملتا ہے اور شوہر اس کے علاوہ جو کچھ اس کو دیتا ہے وہ سب بلا شرکت غیرے اس کی اور صرف اس کی ملکیت ہوتی ہے۔ سورۃ النساء کی آیت ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''مرد اپنی بیبیوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کریں اور اگر وہ بیویاں اس میں سے کچھ حصہ چھوڑ دیں تو مرد اس کو خوش دلی سے استعمال کر سکتے ہیں۔'' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہر پر عورت کا پورا حق ہوتا ہے اور وہ آزادی سے جس طرح چاہے اس کو استعمال کر سکتی ہے۔

اور تم لوگ بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ بیویاں خوش دلی سے چھوڑ دیں اس مہر کا کوئی جز و تو تم اس کو کھاؤ مزہ اور خوشگوار سمجھ کر۔ (النساء:۴)

جبراً اپنی ملکیت میں عورت کو نہیں لے سکتے

سورۃ النساء کی ہی آیت ۱۹ میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زبردستی عورتوں کو اپنی ملکیت میں لینے سے منع کیا ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے وہیں اس مال میں سے کچھ بھی واپس لینے سے منع فرمایا ہے جو ان کو دیا جا چکا ہے۔ اسی طرح سورۃ النساء کی آیت ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسری بیوی کرنا چاہے اور پہلی بیوی کو بہت سا مال دے چکا ہو تو مرد کو اس میں سے کچھ بھی نہیں لینا چاہئے کیوں کہ اس پر پہلی بیوی کا حق ثابت ہے۔

''اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے (مال و جان کے) جبراً مالک ہو جاؤ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ وصول کرلو مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو۔ اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شئے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے''۔ (النسا:۱۹) اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم اس کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو۔ کیا تم اس کو لیتے ہو بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر۔ (النسا:۲۰)

شخصی آزادی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام نے عورت کو اپنی بات پوری آزادی سے کہنے کا حق دیا ہے جیسا کہ سورۃ المجادلہ کی آیات ایک اور دو میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جڑے ہوئے واقعہ کا بیان ہے۔ ان آیات کی شان نزول کا پس

منظر یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عرب میں ایک جاہلانہ دستور تھا کہ جب خاوند غصہ میں اپنی بیوی سے یہ کہہ دیتا تھا کہ تیری پیٹھ میری ماں یا بہن کی پیٹھ کی جگہ ہے تو میاں بیوی میں ہمیشہ کے لئے جدائی ہو جاتی تھی اور یہ قول طلاق سے بھی بڑھ کر ہوتا تھا۔ ایک موقع پر ایسا ہی ایک صحابی حضرت اوس بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور شکایت کی اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی دہائی دی اور مسئلہ دریافت کیا۔ چوں کہ اس وقت تک اس بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو حکم دیا کہ اجازت ملنے تک تم اپنی بیوی سے الگ رہو۔ یہ سن کر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تو خرچ کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔ میں ہی ان پر خرچ کرتی ہوں (پھر وہ مجھ سے الگ رہ کر کس طرح زندگی گزار سکتے ہیں)۔ اور اللہ سے شکایت کی۔ تب یہ دو آیت نازل ہوئیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (سورۃ المجادلۃ:۱) تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے بخش دینے والے ہیں''۔ (سورۃ المجادلۃ:۲)

سورہ المجادلہ کا نزول

اسلام نے عورتوں کو اپنی بات آزادی سے کہنے کی کتنی اہمیت دی ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ایک پوری سورۃ المجادلۃ جس کے معنی ہیں وہ عورت

جو التجا کرتی ہے کے نام سے ہے۔ یعنی قرآن نے عورت کو یہاں تک آزادی دی ہے کہ وہ اپنے حق کے لئے پیغمبر اسلام تک سے بحث کر سکتی ہے اور اللہ سے شکایت کر سکتی ہے۔ ذیل میں تین اور واقعات دیئے جا رہے ہیں جن سے یہ بات مزید واضح ہو جائے گی کہ اسلام کے دور اول میں ہی عورت کو اپنی بات آزادی سے کہنے کا پورا حق حاصل تھا۔ پہلا واقعہ ایک صحابیہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنی خطابت کی قابلیت کی وجہ سے بہت مشہور تھیں۔ ایک مرتبہ ان کو مدینہ کی خواتین نے اپنا نمائندہ بنا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواتین کے حقوق کے بارے میں دریافت کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بعض صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نہایت فصیح و بلیغ تقریر کی کہ پورے مجمع پر خاموشی چھا گئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے ان کی رائے دریافت کی تو سب نے یک زبان ہو کر کہا انہوں نے آج تک ایسی جامع گفتگو نہیں سنی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو خواتین کے حقوق کے بارے میں ہدایات دے کر ان کو مطمئن فرما دیا تو وہ واپس چلی گئیں۔

عمر غلط اور یہ عورت صحیح ہے

دوسرا واقعہ خلیفہ ثانی حضرت عمر کے دورِ خلافت کا ہے جب ایک دن آپ حق مہر کی حد مقرر کرنا چاہتے تھے۔ تب ہی ایک بوڑھی عورت نے سورۃ النساء کی آیت ۲۰ پڑھی اور کہا کہ جب قرآن یہ اجازت دیتا ہے کہ مرد اگر عورت کو حق مہر میں مال کا ڈھیر کا ڈھیر دے چکا ہو تو عمر کون ہوتا ہے مہر کی رقم مقرر کرنے والا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً فرمایا کہ عمر غلط تھا اور یہ عورت صحیح ہے۔ تیسرا واقعہ حضرت نُسیبہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے۔ ایک مرتبہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سوال کیا کہ کیا بات

ہے کہ خواتین کا تذکرہ بہت کم ہوتا ہے۔ مردوں کو ہی ساری برتری حاصل ہے۔ کیا ہمارا کوئی مرتبہ نہیں ہے تو سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۵ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مسلمان مرد اور عورتیں مومن ہیں، فرماں بردار ہیں، راست باز ہیں صبر کرتے/کرتی ہیں خیرات کرتے/کرتی ہیں، خدا کو بہ کثرت یاد کرتے/کرتی ہیں ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اب قارئین آپ خود سوچیے کہ عورتوں کی شخصی آزادی کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوگا کہ انکے رسول اللہ ﷺ سے اپنے حقوق کے متعلق سوال پوچھنے پر قرآن میں دو سورتوں میں آیات نازل ہوئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکی بات کو صحیح مان کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ میں یہاں ایک بات اور اسی سلسلہ میں کہنا چاہوں گا کہ جس کی تفصیل میری کتاب میں دی ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ اسلام نے عورتوں کو آزادی سے حضور ﷺ سے بیعت کرنے کا حق بھی دیا تھا۔ جیسا کہ سورۃ الممتحنہ کی آیت ۱۲ میں ذکر ہے۔ اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کو آزادی دی ہے جن کو اپنے شوہر سے بد دماغی کا یا بے پروائی کا خدشہ ہو وہ اپنے شوہر سے ایک خاص طور سے صلح کر سکتی ہیں جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت ۱۲۸ میں ذکر ہے۔ پس ان تمام آیات اور واقعات پڑھنے کے بعد یہ بات بالکل صاف وعیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام نے عورتوں کو اپنی شخصیت کو برقرار رکھنے کیلئے سارے حقوق دیئے ہیں خواہ وہ عبادت کا معاملہ ہو یا اسکی ملکیت میں مال وجائداد کا معاملہ ہو چاہے اپنی بات آزادی سے کہنے کا معاملہ ہو اور چاہے شوہر سے صلح یا علیحدگی کا معاملہ ہو۔

عورت کے تعلیمی حقوق

اسلام میں علم حاصل کرنے کی بہت اہمیت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس کی بنیاد ہی علم پر رکھی ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ دیکھا جائے تو حضور ﷺ پر پہلی وحی جو غار حرا

میں نازل ہوئی وہ علم کے ہی سلسلہ میں تھی جیسا کہ سورۃ العلق کی آیت ۴ اور ۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے انسان کو قلم سے تعلیم دی، ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔ کون سے علم کی تعلیم دی اس کا ذکر نہیں ہے کیوں کہ علم تو علم ہی ہوتا ہے چاہے وہ دین کا ہو اور چاہے دنیا کا۔ قرآن میں علم کے سلسلہ میں براہ راست چھ سورتوں میں ذکر ہے اور کئی اور سورتوں میں بالواسطہ ذکر ہے جس میں انسان کو قرآنی آیات میں غور اور فکر کرنے کی ہدایت ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا ذکر ہے۔ انسان کو ان کا مشاہدہ کرنے اور نتیجہ اخذ کرنے کی دعوت ہے۔ جس کیلئے ظاہر ہے کہ عقل، فہم اور علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان تمام آیات میں کہیں مرد اور عورت میں تفریق نہیں کی گئی ہے۔ یعنی اسلام نے عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے کا پورا حق دیا ہے جیسا کہ مردوں کو حاصل ہے۔ علم حاصل کرنے کے سلسلہ ہی میں حضور ﷺ کے دو ارشادات ذیل میں دیئے ہوئے ہیں جو مرد اور عورت دونوں کے لئے ہیں۔

حدیث: ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ (بخاری)

حدیث: جو کوئی بھی علم حاصل کرنا چاہتا ہے اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ (البانی)

علم اور اہل علم کی فضیلت

اس کے علاوہ اسلام میں علم حاصل کرنے کی کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے جب جنگ بدر میں بہت سے قیدی ہاتھ آئے جن میں سے کچھ فدیہ کی رقم ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے تو حضور ﷺ نے ان کی رہائی کی یہ شرط رکھی کہ جو قیدی دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا وہ رہا کر دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ بچوں میں لڑکے بھی ہوں گے اور لڑکیاں بھی۔

آیئے اب دیکھیں کہ قرآن شریف میں جن چھ سورتوں میں علم کا ذکر براہ راست آیا ہے اس سے ہمیں کیا سبق، ہدایت، پیغام ملتا ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت ۲۴۷ میں جہاں طالوت کو بادشاہ مقرر کرنے کا ذکر ہے وہیں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ ان کو اس لئے منتخب کیا گیا کیوں کہ اللہ نے ان کو علم اور جسامت میں فوقیت دی ہے۔

اوران لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے۔ وہ کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہوسکتا ہے۔ حالاں کہ بہ نسبت ان کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو تو کچھ مالی وسعت بھی نہیں دی گئی۔ (ان پیغمبر نے جواب میں) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں ان کو منتخب فرمایا اور علم اور جسامت میں ان کو زیادتی دی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہیں دیں اور اللہ تعالیٰ وسعت دینے والے جاننے والے ہیں۔ (البقرہ:۲۴۷)

اس کے علاوہ اسی سورت کی آیت ۲۸۲ جو قرآن شریف کی سب سے طویل آیت ہے اس کے اخیر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا انسانوں پر احسان ہے کہ اس نے ان کو تعلیم دی۔

علم و جہل کبھی برابر نہیں ہوسکتے

سورۃ الزمر کی آیت ۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بھلا جو شخص عبادت گزار ہو، آخرت سے ڈرتا ہو، اور اللہ سے رحمت کی امید رکھتا ہو تو کیا علم والے اور جہل والے برابر ہوسکتے ہیں۔ اس آیت میں لفظ شخص استعمال ہوا ہے اور علم والے کو جاہل پر فضیلت دی گئی ہے۔ دونوں ہی آیات (البقرہ:۲۸۲ اور الزمر:۹) میں علم کی اہمیت کا ذکر ہے اور اسے حاصل کرنے والے کی جنس کی کوئی قید نہیں ہے۔ یعنی وہ مرد بھی

ہوسکتا ہے اور عورت بھی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ عورت کو اسلام نے علم حاصل کرنے کا پورا حق دیا ہے۔ بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ وقیام کی حالت میں عبادت کرر ہا ہو۔ آخرت سے ڈرر ہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید کرر ہا ہو۔ آپ کہئے کیا علم والے اور جہل والے برابر ہوتے ہیں۔ وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔ (الزمر:۹)

علم سے درجات بلند ہوتے ہیں

سورۃ المجادلۃ کی آیت ۱۱ میں ایک واقع کی طرف اشارہ ہے جب اصحاب بدر کو مسجد نبوی میں کثیر مجمع ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ سے مشرب ہونے کے لئے جگہ نہیں مل سکی لیکن حضور ﷺ کے کہنے پر لوگ کھڑے ہوگئے اور ان کی جگہ اصحاب بدر بیٹھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے حضور ﷺ کے حکم کی تعلیم کرنے کی وجہ سے فرمایا کہ وہ ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجات بلند کرے گا۔ اس کے علاوہ سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۱۴ میں گو کہ حضور ﷺ مخاطب ہیں کہ وہ قرآن پڑھنے میں عجلت نہ کیا کریں اور یہ دعا کیا کریں کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے۔ اب یہ دعا کہ میرا علم بڑھا دیجئے کوئی بھی مانگ سکتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو۔ اللہ تم کو کھلی جگہ دے گا۔ اور جب یہ کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔ اللہ تعالیٰ (اس حکم کی اطاعت سے) تم میں ایمان والوں کے اور (ایمان والوں میں) ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجہ بلند کردے گا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ (المجادلۃ:۱۱) سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے بڑا عالیشان ہے اور قرآن (پڑھنے) میں قبل اس کے کہ آپ پر وحی پوری نازل ہو چکے

عجلت نہ کیا کیجئے اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے۔ (طٰہٰ:۱۱۴)
سورۃ الحج کی آیت ۵۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ وہ حق ہے اللہ کی طرف سے اور اس پر ایمان لے آئیں۔ یعنی علم ہی کی بدولت انسان جن میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں وہ حق کو پہچانتا/پہچانتی ہے۔

اور تاکہ جن لوگوں کو فہم/علم عطا ہوا ہے وہ یقین کرلیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے سو ایمان پر زیادہ قائم ہو جائیں پھر اسکی طرف ان کے دل اور بھی جھک جائیں اور واقعی ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہِ راست دکھلاتا ہے۔ (الحج:۵۴)
(خلاصہ: مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے ترجمہ میں لفظ فہم استعمال کیا گیا ہے جب کہ دوسرے تراجم میں لفظ علم استعمال کیا گیا ہے اس لئے یہاں دونوں لفظ دیئے گئے ہیں)

عورتوں میں جلیل القدر عالمات

ان تمام قرآنی آیات، حدیثوں اور واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علم حاصل کرنے کا اسلام نے عورتوں کو نہ صرف حق دیا ہے بلکہ ان پر فرض ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسلام کے دور اول ہی میں ایسی جلیل القدر عالمات نہ ہوتیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام سرفہرست ہے۔ ان کے علاوہ حضرت عمرہ بنت عبد الرحمٰن انصاریہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ام درماء رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت سعد بن ابی وقاص اور عظیم شاعرہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے نام قابل ذکر ہیں۔ جب سے اب تک عورتوں نے علم کے ہر شعبہ میں گرانقدر ترقی کی ہے چاہے وہ علم دین ہو یا دنیوی علم ہوں کیوں کہ علم ہی انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ خدا کی قدرت

کے نمونے جو سارے کائنات میں بکھرے ہوئے ہیں ان کا مطالعہ کرے، ان پر غور وفکر کرے، ان کو سمجھے، حق کو پہچانے اور اپنے ایمان کو پختہ کرے، لیکن یہ جب ہی ممکن ہوگا جب انسان علم کی گہرائیوں میں جائے اور ظاہر ہے کہ یہ حق سارے انسانوں کا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، لیکن آج کے معاشرے میں مسلمانوں کا دھیان دنیوی علم کی طرف زیادہ ہوگیا ہے اور اپنے بچوں کو دینی تعلیم دینے کو وہ تقریباً بھلا بیٹھے ہیں جب کہ ان کو سوچنا چاہئے کہ بڑے ہوکر انکے بچے ایک اطمینان بخش زندگی جب ہی گزار سکتے ہیں جب ان کے پاس دونوں طرح کے علم کی دولت ہو۔ اسلئے ہمیں چاہئے کہ بچپن ہی میں اسکول جانے سے پہلے بچیوں کو خاص طور سے اور لڑکوں کو عام طور سے دینی تعلیم کا انتظام گھر پر ہی کریں۔ اسکی ذمہ داری ماں پر ہوتی ہے۔ جس کیلئے ان کو خود ضروری حد تک تعلیم یافتہ ہونا چاہئے۔ اس کے بعد جب بچے اسکول جانے لگیں تو یہ والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو چاہے وہ لڑکے ہوں اور چاہے لڑکیاں اپنی بساط بھر ضرور تعلیم دلوائیں۔ لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ اکیسویں صدی میں بھی جب تعلیم کا معیار اتنا اونچا ہوگیا ہے لڑکیاں اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کررہی ہیں کچھ مسلمان ایسے ہیں جو آج بھی تعلیم نسواں کے مخالف ہیں۔ وہ نہ تو اپنی بچیوں کو تعلیم دیتے ہیں اور نہ ہی چاہتے ہیں اور ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ دوسری بچیاں بھی علم کی دولت سے بہرہ ور نہ ہوں۔ کیا یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ نہیں ہے کہ علم تو ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے اور سمجھنے کی صلاحیت بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں دماغ، دل، آنکھ اور کان کی شکل میں دی ہیں ان کا صحیح استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ قرآن کو سمجھنے اور اس میں دی ہوئی ہدایات پر عمل کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ تو پھر آپ خود سوچئے کہ کیا اس کو حاصل کرنا صرف مردوں کیلئے ہی فرض ہوسکتا تھا اور اسے حاصل کرنا صرف انہیں کا حق ہے۔ ☆☆

نکاح کی ضرورت واہمیت

اسلام میں مرد عورت کے لئے نکاح مشروع کیا گیا ہے۔اس لئے کہ نکاح سے نسل انسانی کی بقا ہوتی ہے،اگر نکاح کا دستور نہ ہوتا تو دنیا ویران رہتی ،نہ کسی قوم کا نام ونشان باقی رہتا اور نہ نسل انسانی پروان چڑھتی ، انسانی زندگی حیوان جیسی ہوتی، طرح طرح کے فتنہ وفساد پھیلتے انسانی زندگی کی تلخ ہوکر رہ جاتی۔

اس لئے مذہب اسلام نے نکاح کی بڑی تاکید فرمائی ہے:۔"فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ وَانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ"

"یعنی تم میں سے جو مرد، عورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کردو اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غنی بنادے گا۔ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کا حکم دیا ہے۔اس سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے،اور بعض نے مباح اور بعض نے مستحب قرار دیا ہے،تاہم استطاعت رکھنے والے کیلئے سنت موکدہ ضرور ہے۔اور اس سے اعراض کرنا سخت وعید کا باعث ہے۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا

فرمان ہے: "مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ" جس نے میری سنت سے انکار کیا وہ مجھ سے نہیں۔ (بخاری)

اس کے علاوہ دوسری احادیث میں بھی بڑی تاکید آئی ہے، چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ یَّسْتَطِیْعَ مِنْکُمُ الْبَاءَ ۃ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّہٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْسَنَ لِلْفَرَجِ" (بخاری باب النکاح) ترجمہ: "اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص شادی کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ ضرور شادی کرلے، اس سے نگاہ نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت ہوگی"۔

نکاح آدھا ایمان ہے

ایک حدیث میں فرمایا: "اَلنِّکَاحُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ" یعنی نکاح آدھا ایمان ہے" بندہ جب نکاح کرلیتا ہے تو اس کا ایمان مکمل ہوجاتا ہے۔ اب باقی ماندہ آدھے ایمان کے متعلق اسے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میری زندگی کے صرف دس دن رہ جائیں تب بھی میں شادی کرلینا پسند کروں گا، تاکہ غیر شادی شدہ حالت میں اللہ کو منہ نہ دکھاؤں۔ (تحفۂ عروس)

ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، نماز جب اس کا وقت آجائے، جنازہ جب تیار ہوجائے اور نکاح جب جوڑ امل جائے۔ (ترمذی)

ان احادیث سے نکاح کی اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے، لہٰذا غیر شادی شدہ کو ضرور شادی کرلینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے ایک جوڑ ابنایا تاکہ اس سے سکون اور راحت حاصل کرو۔ (سورہ اعراف:۱۸۹)

امت محمدیہ کی تعداد میں اضافہ

نکاح کرنے سے نسل انسانی بڑھتی ہے، اسی لئے محمد ﷺ نے فرمایا:

"تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ، فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" (مسند احمد)

ترجمہ: "زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو، کیوں کہ میں تمہارے ذریعے قیامت کے دن دوسری امتوں پر تمہاری کثرت کی وجہ سے فخر کروں گا"۔

گویا شادی کے فوائد میں سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ اس سے نسل انسانی کی بقا ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ امت محمدیہ کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔

شادی کرنے سے نظر اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور میاں بیوی کو پاکدامنی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ محمد عربی ﷺ نے فرمایا: "یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ یَسْتَطِیْعَ مِنْکُمُ الْبَاءَةَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْسَنَ لِلْفَرْجِ" اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص شادی کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ ضرور شادی کرے، اس سے نظر پست رہتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ ان تمام فوائد کے پیش نظر نکاح میں تاخیر کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔ لہٰذا ذمہ داروں کو اپنی جوان اولاد کی شادی وقت پر ضرور بضرور کر دینی چاہئے۔

نیک بیوی کا انتخاب

نکاح کے فوائد برکات کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ انسان نیک بیوی کا انتخاب کرے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ" (سورہ حجرات: ۱۳) "بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ جو زیادہ

پرہیزگار ہو"۔ اور محمد ﷺ نے لڑائی کے انتخاب کے لئے جو معیار مقرر فرمایا ہے وہ یہ ہے۔ "تُنکَحُ الْمَرْأَۃِ لِاَرْبَعَ لِمَالِھَا، وَلِحَسْبِھَا، وَلِجَمَالِھَا وَلِدِیْنِھَا فَاظْفَرُ بِذَاتِ الدِّیْنِ" (بخاری ومسلم) کسی عورت سے چار چیزوں کے سبب نکاح کیا جاتا ہے۔ (۱) اس کے مال کی وجہ سے (۲) اس کے حسب نسب کی وجہ سے (۳) اس کے حسن وجمال کی وجہ سے (۴) اس کے دین کی وجہ سے، لیکن دیکھو تم دیندار کا انتخاب کرو"۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دریافت کیا گیا کون سی عورتیں بہتر ہوتی ہیں تو آپ نے فرمایا جسے دیکھو تو خوشی محسوس کرو، حکم دو تو تمہاری اطاعت کرے، ناگوار چیزوں میں بھی اپنے آپ کے اندر اور مال میں شوہر کی مخالفت نہ کرے۔ (ابوداؤد ونسائی)

ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ کامیاب زندگی اسی کی ہوگی اور گھر جنت نما ہوگا جس کے گھر میں دیندار پرہیزگار عصمت وعفت مآب بیوی آجائے؟

بارات قبیح رسم ہے

دور حاضر میں رسم ورواج کافی زور پکڑ گیا ہے کہ نکاح کے موقع پر لڑکے کی طرف سے ایک جم غفیر لڑکی والے کے گھر جاتا ہے جس کی ضیافت لڑکی والوں کو کرنی پڑتی ہے اسی کا نام بارات ہے۔ یہ قبیح رسم مسلمانوں میں رائج ہو گیا ہے کہ اس کے بغیر شادی بہت معیوب سمجھی جاتی ہے، حالانکہ عہد رسالت میں بارات کا کئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے ۲۳ سالہ عہد نبوت میں بہت ساری شادیاں ہوئیں مگر کہیں بھی ثبوت نہیں ملتا کہ آپ کسی کے یہاں بحیثیت باراتی تشریف لے گئے ہوں، یا کسی لڑکی کی شادی میں آپ کے یہاں بارات آئی ہو۔ مشہور صحابی حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی مگر پیارے نبی ﷺ کو کانوں کان خبر نہ ہوئی، ایک روز

آپ کی نظر مبارک عبدالرحمٰن بن عوف پر پڑی، ان کے کپڑوں پر زردی کا نشان دیکھ کر پوچھا۔اے عبدالرحمٰن یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ تو عرض کیا: "نَکَحْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" اے نبی اکرم ﷺ میں نے نکاح کیا ہے۔ پھر فرمایا: "اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ" ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی بکری کیوں نہ ہو۔ (بخاری)

اس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ محمد عربی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شادیوں میں بارات کا تصور تک نہ تھا۔ مگر افسوس صد افسوس آج کے دور میں شادیوں کے موقع پر باراتیوں کے لئے گاڑیوں کی ریل پیل اور باراتیوں کا ہجوم رہتا ہے۔ جب کہ پیغمبر اسلام محمد ﷺ نے امت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "اِنَّ اَعْظَمَ النِّکَاحِ بَرَکَۃً اَیْسَرُہٗ مَئُوْنَۃً" سب سے زیادہ باعث برکت نکاح وہ ہے جس میں کم خرچ ہو۔ مگر ہم نے نکاح کو بہت مشکل بنادیا ہے۔

جہیز جاہلانہ رسم ہے

آج کل یہ رواج بھی بہت زیادہ زور پکڑ گیا ہے کہ شادی کے موقع پر لمبے چوڑے جہیز کی فرمائش ہوتی ہے جب کہ یہ غیر مسلموں کا رسم ہے۔ اس وقت عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص پوری زندگی کماتا ہے اور اپنی دختر نیک کی شادی میں پوری عمر کی کمائی لٹا دینے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

میرا چشم دید واقعہ ہے کہ ایک صاحب بتارہے تھے کہ مولانا صاحب میں نے اپنی لڑکی کی شادی طے کی ہے۔ لڑکا راج دوت موٹر سائیکل مانگتا ہے مزید ایک لاکھ روپئے کی فرمائش بھی ہے۔ مجبوراً جائیداد بیچ کر دینا ہے کیوں کہ اس کے بغیر شادی نہیں ہوگی۔ میں نے سن کر انا للہ پڑھا پھر پوچھا کہ اور لڑکی ہے تو فرمایا: ابھی دو لڑکیاں اور ہیں۔ اللہ ایسی مصیبت سے بچائے۔

آج بہت شریف گھرانوں میں لڑکیاں بیٹھی ہیں ۔ ان کی عمریں ڈھل رہی ہیں۔ والدین ان کی فکر میں لاغر و بیمار پڑ رہے ہیں۔ ان کی شادیاں اس لئے نہیں ہو پا رہی ہیں کہ رسم و رواج پر خرچ کرنے کے لئے روپئے نہیں ہیں۔ برے اور قبیح رسوم میں سب سے خطرناک رسم جہیز ہے۔ جس کا مطلب ہے شادی کے موقع پر لڑکی والے لڑکے کو دیتے ہیں۔ شادی کے موقع پر جہیز دینے یا لینے کا حکم نہ تو قرآن پاک میں ہے اور نہ ہی حدیث میں نہ فقہ میں ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ اس سے بالکل پرہیز کرے۔ جہیز ایک ملحد، بت پرست اور لامذہب قوم کے شایان شان تو ہوسکتی ہے مگر ایسی ملت کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے جو کتاب وسنت پر عامل ہو۔ جہیز مسلم سماج کے لئے ایک زوداثر زہر ہے، جو بہتوں کو رات کی نیند سلا چکا ہے، اس کے برے اثرات سے بے شمار خاندان تباہی کے عمیق غار میں پہنچ چکے ہیں۔ جہیز کی مجبوری کی وجہ سے مسلم لڑکیاں عصمت فروشی، خودکشی دوسرے آشنا کے ساتھ راہ فرار کرنے پر مجبور ہو رہی ہیں، کسی نے خوب عکاسی کی ہے۔

بے شرم جوانوں کی اگر مانگ نہ ہوتی
بے آبرو زنہار کوئی مانگ نہ ہوتی

لہٰذا ایسے مہلک و قبیح رسم سے بچنا چاہئے اور سنت نبوی کے مطابق نکاح کرنا چاہئے۔

☆☆☆

مسلم لڑکیوں کا بگاڑ: اسباب وحل

عصر حاضر کے اہم ترین موضوعات میں سے ایک اہم موضوع مسلم لڑکیوں کے غیر مسلموں کیساتھ بڑھتے تعلقات بھی ہے، ان دنوں تمام اخبارات میں مسلسل یہ خبریں پڑھنے کو مل رہی ہیں کہ شبنم اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر رامو کیساتھ دہلی فرار ہوگئی، تبسم نے کورٹ میں جا کر راجو کے ساتھ رچائی شادی اور اٹھارہ سالہ نزہت اپنے کلاس ٹیچر للن پر ہوئی فدا وغیرہ وغیرہ، اسطرح کی ڈھیر ساری خبریں ہر دن اخبارات کی سرخیاں بن کر صبح سویرے ہی نمودار ہورہی ہیں جن کو پڑھنے کے بعد ایک صاحب ایمان کا دل لرز جاتا ہے، اس کا دماغ ماؤف ہوجاتا ہے اور اسکے پورے بدن پر عجیب سی کپکپاہٹ طاری ہوجاتی ہے اسی عالم میں اس کا دل حیرانی وپریشانی کے بحر بیکراں میں ہچکولے کھاتے ہوئے اس سے ایک ہی سانس میں یہ حیران کن سوالات دریافت کرنے لگتا ہے کہ آخر آج مسلم معاشرہ کیوں اتنا بدل گیا ہے، امت کی مائیں، بہنیں اور بیٹیاں اسلامی اصول وقوانین کی دھجیاں کیوں اڑا رہی ہیں، وہ اپنے دین ومذہب، گھر بار، اہل وعیال اور دوست واحباب کو چھوڑ کر ہمیشہ کیلئے غیر مسلموں کیساتھ تعلقات کیوں استوار کرتی جارہی ہیں اس بھیانک مرض کے اسباب وعوامل کیا ہیں اور اس کا علاج بہترین طریقے سے کیسے کیا جاسکتا ہے؟

بنیادی سبب دینی تربیت کی کمی

بے شک ایک دور اندیش و عقل مند مسلمان جب ان تمام خونچکاں واقعات وحادثات کی تحقیق و تفتیش کرتا ہے تو اس کی نگاہوں کے سامنے یہ منکشف ہو جاتا ہے کہ اس مرض کے بہت سے اسباب وعوامل ہیں جن میں کچھ کا تعلق موجودہ مسلم لڑکیوں سے ہے جب کہ بقیہ کچھ کا تعلق گھر کے ذمہ دار افراد سے ہے۔ جہاں تک ان اسباب وعوامل کی بات ہے جن کا تعلق مسلم لڑکیوں سے ہے تو ان میں سے ایک بنیادی سبب دینی تربیت کی کمی ہے، جو کہ ایک بہت ہی بڑی مصیبت ہے، اسی کی وجہ سے مسلم لڑکیاں دن بہ دن خراب سے خراب تر ہوتی جارہی ہیں حتی کہ وہ اپنے گھروں سے غیر مسلموں کے ساتھ راہ فرار اختیار کر کے مذہب اسلام اور مسلم معاشرہ کو بدنام کرانے میں کلیدی رول ادا کرتی دکھ رہی ہیں۔ اسی طرح اس کا دوسرا بنیادی سبب خراب لڑکیوں کے ساتھ ان کی دوستی بھی ہے جو کہ ان کے پاکیزہ اخلاق و کردار کی پرکشش اور بلند عمارتوں کو منہدم کرنے میں کوئی بھی کسر نہیں چھوڑتی ہے اور یہ بات جگ ظاہر ہے کہ کوئی بھی انسان چاہے وہ مرد ہو یا عورت اپنے ہمنوا ساتھی ہی کی طرح ہوا کرتا ہے اسی کے پیش نظر آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ انسان عام طور پر اپنے دوست کے مسلک پر ہو جاتا ہے اس لئے تم اچھی طرح سے دیکھ لو تم کس طرح کے آدمی سے دوستی کرنے جارہے ہو۔ جب کہ اس کا تیسرا بنیادی سبب مغرب کی اندھی تقلید بھی ہے جو کہ فلمیں دیکھنے سے مسلم لڑکیوں کے ذہنوں میں پروان چڑھتی ہے حتی کہ اسی کی وجہ سے وہ اسلام کے وضع کردہ اصول وقوانین پر متفق نظر نہیں آتی ہیں بلکہ ان کے قلوب واذہان میں ان کے تئیں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہونے لگتے ہیں بالخصوص اسلام نے انہیں پردے میں رہنے کا حکم کیوں دیا اور اسلام نے

انہیں مردوں کے برابر حقوق کیوں نہیں عطا کیا وغیرہ وغیرہ؟ یقیناً یہ ایسے سوالات ہیں جو اس چیز کی غمازی کر رہے ہیں کہ ہمارے مسلم معاشرے کی لڑکیاں فکری طور پر مکمل طریقے سے بدل چکی ہیں جن کا ہلاکت خیز نتیجہ مسلم لڑکیوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی شکل میں وسیع پیمانے پر دن بہ دن ظاہر ہوتا جا رہا ہے۔

مخلوط تعلیم بھی انہی میں سے ایک سبب ہے

اسی طرح جہاں تک ان اسباب وعوامل کی بات ہے جن کا تعلق گھر کے ذمہ دار حضرات سے ہے تو ان میں قابل ذکر یہ ہے کہ لڑکیوں کے گارجین ان کا داخلہ ایسے اسکولوں میں کراتے ہیں جہاں مخلوط تعلیم کا انتظام ہوتا ہے اور جب اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لئے کالج اور یونیورسٹی بھیجتے ہیں تو انہیں آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔

اسی طرح اسکا ایک سبب گھر کے ذمہ داران کی عدم مراقبت بھی ہے کیونکہ عام طور پر یہ گھروں سے باہر رہا کرتے ہیں اور مائیں ہی انکی پرورش و پرداخت کیا کرتی ہیں، وہ ان کو خوب بڑھاوا دیتی ہیں ان کے سامنے فلمی اداکاروں کا تذکرہ کرتی ہیں اور انہیں ہمیشہ بن سنور کر رہنے کی تلقین کرتی ہیں اور اپنے گھروں میں غیروں کے آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں لگاتی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں لڑکیاں اتنا بگڑ جاتی ہیں کہ وہ غیر مسلموں کیساتھ بھی تعلقات استوار کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ آج مسلم لڑکیوں کے بگڑنے کے بہت سے اسباب ہیں لیکن ان میں سے اکثر بیشتر کا تعلق گھر کے ذمہ داران حضرات سے ہی ہے اس لئے انہیں یہ سمجھنا پڑے گا کہ آج گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ مسلم معاشرہ بھی بدل چکا ہے آج کی مسلم لڑکیاں کل کی لڑکیوں کی طرح نہیں ہیں۔ آج ان کی تربیت کے لئے جو اسالیب اختیار کئے جاتے ہیں وہ کل کے اسالیب کی طرح نہیں ہیں زمانہ کی تبدیلی

کے ساتھ ساتھ ہر چیز میں نمایاں طور پر تبدیلی واقع ہوئی ہے، اس لئے ان سب چیزوں کو دھیان میں رکھ کر مسلم لڑکیوں کی صحیح تربیت کی ضرورت ہے۔ آئندہ سطور میں ان کی صحیح تربیت کے چند مفید طریقے پیش خدمت ہیں:

لڑکیاں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں

(۱) آج گھر کے ذمہ داران کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ لڑکیاں اللہ کی ایک بہت ہی بڑی نعمت ہیں اور ان کو اسلامی تربیت کے قیمتی زیور سے آراستہ و پیراستہ کرنا دخول جنت کا بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اسی کے پیش نظر ان کی عزت کی جائے اور انہیں گھر میں ایک بلند مقام دیا جائے جن سے وہ ہمیشہ شاداں وفرحاں رہیں۔

(۲) گھر کے ذمہ داران کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین کوئی تفریق نہ کریں، جس طرح سے لڑکوں کے تمام مطالبات کو پورا کیا جاتا ہے بالکل اسی طرح لڑکیوں کے بھی تمام مطالبات کو پورا کرنے کی حتی المقدور نیک کوششیں صرف کی جائیں اگر خدانہ خواستہ کوئی ایسا نہیں کرتا ہے تو وہ بہت ہی غلط کام کرتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرد وخواتین دونوں ہی خلقت اور حقوق وواجبات میں یکساں ہیں۔ اس لئے کسی بھی ذمہ دار کو یہ حق نہیں بنتا ہے کہ وہ ان دونوں کے مابین کوئی تمیز کرے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ بہت ہی بھیانک جرم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ (۳) گھر کے ذمہ داران کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لڑکیوں کو دینی تربیت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کریں اور اسلام نے ان کیلئے زندگی گزارنے کا جو طریقہ بتایا ہے اسے ان کے سامنے مکمل طریقے سے واضح کیا جائے۔

(۴) گھر کے ذمہ داران کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لڑکیوں کو یوں ہی گھروں میں بیٹھا کر نہ رکھیں بلکہ ان کے کندھوں پر کچھ گھریلو ذمہ

داریاں بھی رکھا کریں تاکہ وہ دنیاوی باتوں سے کنارہ کش ہوکر اپنی مصروفیات کی انجام دہی میں مشغول رہیں۔

بھائی اپنی بہنوں کو قیمتی ہدیہ دیا کریں

(۵) اسی طرح گھر کے تمام افراد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے سے دلی محبت کریں، گاہے بگاہے ایک دوسرے کو بالخصوص بھائی اپنی بہنوں کو قیمتی سے قیمتی ہدیہ دیا کریں، ان کی معمولی کارکردگی کی خوب تعریف کی جائے اور ہر طریقے سے انہیں گھر میں بابرکت وباعزت سمجھا جائے۔

(٦) اسی طرح لڑکیوں کے گارجین حضرات کے اوپر ضروری ہے کہ ان کی شادیاں مناسب عمر ووقت میں کردی جائیں، اور بلا وجہ کی تاخیر نہ کی جائے، دیکھا یہ جاتا ہے کہ بعض مسلم گھروں میں لڑکیاں تیس سال کی عمر کو بھی پار کر جاتی ہیں اور ان کی شادیاں نہیں کی جاتیں۔ بعض وقتوں میں ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ لڑکیاں کسی ملازمت سے جڑی ہوتی ہیں اور اچھی کمائی کرتی ہیں، گارجین لوگ سوچتے ہیں کہ مزید کچھ دنوں تک آمدنیوں سے مستفید ہوا جاسکے۔ بعض موقعوں پر ایسا ہوتا ہے کہ گارجین لوگ اپنی ہمسری تلاش کرتے ہیں اور ایسا یا تو ہوتا ہی نہیں ہے، یا ہونے میں ایک لمبا زمانہ گذر جاتا ہے اور بعض وقتوں میں ایسا ہوتا ہے کہ ذات پات کے مسئلے کی بناء پر مناسب جوڑے ملنے کے باوجود شادیاں نہیں کرتے ہیں اور لڑکیاں اپنی شادی کی عمر پار کر جاتی ہیں اور جب لڑکیاں یہ محسوس کرنے لگتی ہیں کہ ان کے گارجین لوگ مزید بے اعتنائیاں برتیں گے، تو وہ لامحالہ معاشقہ کی جانب قدم بڑھاتی ہیں اور اس راہ میں وہ تمام اسلامی قوانین کو بالائے طاق رکھ کر خود سے جوڑے تلاش لیتی ہیں اور راہ فرار اختیار کر کے کورٹ میریج یا کوئی اور میریج کرلیتی ہیں۔ لہذا واضح

رہے کہ اسلام کا حکم ہے کہ لڑکیوں کی شادیوں میں تاخیر نہ کی جائے۔ ان سے کمائی کی لالچ نہ رکھی جائے اور ذات پات کو بالائے طاق رکھ کر دیندار وتقویٰ شعار جوڑے ملتے ہی ان کی شادیاں کردی جائیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ آج مسلم لڑکیوں کے غیر مسلموں کے ساتھ بڑھتے تعلقات ایک بہت ہی سنگین مسئلہ بن چکا ہے جسے اگر بروقت حل نہ کیا گیا تو آنے والے دنوں میں اس کے نتائج ہلاکت خیز ثابت ہوسکتے ہیں صرف انہیں اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم دلوادینے سے یہ مسئلہ قطعاً حل نہیں ہوسکتا ہے اس لئے کہ ضروری ہے کہ انہیں بچپن ہی سے اسلامی تعلیم وتربیت کے قیمتی زیورات سے آراستہ وپیراستہ کیا جائے اور مذہب اسلام نے انہیں جوآزادی دی ہے وہ انہیں فوری طور پر عطا کی جائے۔ تاکہ وہ کسی کام کے لئے قدم بڑھانے سے قبل اس کے متعلق اسلامی حکم جان لیا کریں۔

(سہیل لقمان تیمی، مجلہ طوبیٰ، مارچ ۲۰۱۳ء، ص: ۵۰)

☆☆☆

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

کا پردہ کے تعلق سے معرکۃ الآراء مضمون کا اقتباس بنام ''ایک معیار''
پڑھ لینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیں!

ایک معیار: عرب عورتیں ایسی قمیص پہنتی تھیں جن میں موتی ٹکے رہتے تھے اور بغلوں کے دونوں جانب سلائی نہیں ہوتی تھی۔ جس سے پیٹھ کا حصہ کھلا رہتا تھا۔ ان کا لباس علی العموم ایسے باریک حریر... وریشم کا ہوتا تھا جس سے بدن کا رنگ جھلکتا تھا، جن کی نسبت ''کاسیات عاریات'' (ڈھکی ہوئی پھر بھی ننگی) صادق آتا ہے۔ یہ خواتین اپنے جسم کو مشک سے معطر کرتی تھیں۔ موتیوں کے کنٹھے پہنتی تھیں، مانگوں میں مشک بھرا رہتا تھا، جس کی خوشبو مہکتی تھی، چوٹیوں اور میڈھیوں کی زینت پر خاص توجہ کی جاتی تھی۔ کیا یہ طرز لباس جاہلیت عرب کی عورتوں پر ختم ہوگئی؟ آج مشرق کی نہیں، مغرب کی، ماضی کی نہیں، حال کی، دورِ جہل و جاہلیت کی نہیں، دور علم و قابلیت کی، مہذب وشائستہ لیڈیوں کا لباس کیا اس سے کچھ مختلف ہے؟

ہاں بیشک مختلف ہے، چہرہ کو حسین بنانے کیلئے جو پاوڈر اور غازے نکلے ہیں اعضائے زینت کے چھپانے کے بجائے نمایاں کرنے کے جو

طریقے آج مہذب اور شائستہ دماغوں نے سوچ کر نکالے ہیں نمائش وآراستگی ، برہنگی وعریانی کو آج جن سائنٹفک ذریعوں ایک مستقل فن بنادیا گیا ہے۔ وہاں تک آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل کے اَن پڑھ صحرا نشینوں کا وہم وخیال بھی نہیں پہونچ سکتا تھا۔آج ہر شئی ترقی پر ہے کیا دورقدیم کی جہالت وجاہلیت دور جدید میں ترقی سے محروم رہ جائے گی؟

زیب وزینت کے لئے ایسے کرتے بھی استعمال ہوتے تھے جن سے ستر معدوم ہوجاتا تھا۔ پاؤں میں اس قسم کے زیور پہنتی تھیں جن سے جھنکار ہوتی تھی۔ شانے اور پنڈلیاں کھلی رہتی تھیں، اس زیب وزینت کے ساتھ وہ مردوں کی سوسائٹی میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ بڑے بڑے گھروں کی کنواری لڑکیاں اپنے دوستوں کے ہمراہ آبادی سے دور مغزاروں اور چشموں پر جایا کرتی تھیں۔علی العموم تمام میلوں میں اور خصوصاً مشہور میلوں میں اسی بناؤ سنگھار کے ساتھ سیر وتفریح کرتی تھیں، اور مردوں کے جلسے میں بے تکلف بیٹھتی تھیں۔

کیا بعینہٖ یہی کیفیت، زیادہ مبالغہ اور ترقی کے ساتھ آج موجود نہیں؟

آج کی مہذب لیڈیوں کا لباس کہاں تک ان کے جسم کو چھپاتا ہے؟ شانہ، پشت اور پنڈلیوں کا آج کتنا حصہ مردوں کی نظر سے مخفی رہتا ہے۔اور ہوٹلوں ، کلبوں، پارکوں، سمندر کے ساحلوں، تھیٹروں، سنیماؤں اور دوسرے تماشوں اور تفریحوں کے موقع پر کیا آج بھی پوری آزادی، بے تکلفی اور بے حجابی کے ساتھ، بیاہیاں اور بن بیاہیاں مردوں کے ساتھ تماشہ دیکھنے اور اپنا تماشہ دکھانے میں ہر جگہ مصروف نہیں نظر آتیں؟

پھر آخر کوئی وجہ ہے، کہ قدیم عرب کی انہیں رسموں اور دستوروں کو ’’جہالت و جاہلیت‘‘ کا لقب دیا جائے اور جدید فرنگستان کی انہی رسموں اور دستوروں کو، جب وہ

اورزیادہ بڑھ جائیں تو ''تہذیب وشائستگی اورتمدن'' کے نام سے یاد کیا جانے لگے۔ اگر آج تہذیب ہے تو کل کے عرب میں یہی تہذیب وشائستگی تھی، اگر کل کے عرب میں جہالت و جاہلیت پھیلی ہوئی تھی، تو آج کے فرنگستان میں اس سے کہیں بڑھی ہوئی جہالت و جاہلیت پھیلی ہوئی ہے، بہر حال دونوں قوموں کیلئے ایک معیار ہونا چاہئے۔

☆☆☆

شیشوں کو ذرا سنبھال کے چلو

پیغمبر اسلام ﷺ تمام دنیا کے لئے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ تمام انسانوں کے لئے مجسم پیغام رحمت بن کر آئے اس پیغام میں مرد عورتیں سبھی شامل ہیں آپ نے عورت کو وہ مقام و مرتبہ دیا جو کسی دوسرے مذہب نے اسے نہیں دیا۔ اسلام نے عورت کو کیا مقام و مرتبہ دیا اسے جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم یہ جانیں کہ عورت کو اسلام سے پہلے کی تہذیبوں، سماج اور مذاہب نے کیا درجہ دے رکھا تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں عورت کو کیا حیثیت حاصل تھی۔ آیئے ذرا اس حقیقت میں عورت کو کس نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

اسلام سے قبل بیٹی کی پیدائش عربوں میں بہت منحوس سمجھی جاتی تھی بیٹی کے پیدا ہونے کو عرب باعث ننگ و عار سمجھتے تھے جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا اور جلد از جلد اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتا، اسلئے لڑکی کے پیدا ہوتے ہی اسے مٹی میں دبا دیا جاتا۔ اس بات کو اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا ہے: ”جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا ہو جاتا اور وہ غصہ کھاتا ہے لوگوں سے

منہ چھپائے پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کے سبب (سوچتا ہے) کیا اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ اپنے پاس رکھے گا یا مٹی میں دبا دے گا''۔ (سورہ النحل:۵۸-۵۹)

دربارِ نبوت میں زندہ درگور کرنے کا واقعہ بیان کیا تو....

ان کی ان حرکتوں پر اسلام نے سرزنش کی ہے قرآن انہیں تنبیہ کرتے ہوئے فرماتا ہے ''اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر ماری گئی''۔ (سورہ التکویر:۸-۹)

ایسا گناہ کرنے والے لوگ قبول اسلام کے بعد جب بارگاہِ نبوت میں چشم پرنم سے اپنے دور جاہلیت کے واقعات سناتے تو سامعین کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی بارگاہ نبی میں اپنے لخت جگر کو زندہ درگور کرنے کا واقعہ سنانے لگے: میری ایک بچی تھی وہ مجھ سے بہت مانوس تھی جب کبھی میں اسے بلاتا تو بڑی ہی مسرت سے میرے پاس آجاتی۔ ایک دن میں نے اسے آواز دی تو وہ میرے پیچھے پیچھے دوڑی چلی آئی۔ میں اسے اپنے ساتھ لے گیا اور قریب کے ایک کنویں میں جھونک دیا، وہ اس وقت بھی ابا جان ابا جان ہی کہتی رہی۔ یہ واقعہ سن کر نبی کریم ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں یہاں تک کہ ریش مبارک تر ہو گئی۔

(سنن دارمی- ''باب ما کان علیہ الناس قبل بعثت النبی'' الخ)

عورتوں کی ذلت و رسوائی کا عالم یہ تھا کہ سماج تو سماج گھر میں بھی اس کی عزت نہ تھی کھانے پینے کے معاملات میں امتیاز برتا جاتا تھا، عربوں نے کچھ کھانے پینے کی چیزوں سے بھی اس مظلوم کو محروم کر رکھا تھا، اس بات کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے: اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو بچہ ان چار پایوں کے پیٹ میں ہے وہ خاص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں کو (اس کا کھانا) حرام ہے اور

اگر وہ بچہ مرا ہوا ہو تو سب اس میں شریک ہیں (یعنی اسے مرد اور عورتیں سب کھائیں) عنقریب خدا ان کو ان کے ڈھکوسلے کی سزا دے گا بے شک وہ حکمت والا خبردار ہے۔ (سورہ انعام:۱۳۹)

محسن انسانیت پیغمبر اسلام ﷺ نے ان عرب والوں کو انسانیت کا ایسا درس دیا کہ ان کے خیالات بالکل بدل گئے اور وہی باپ جو پہلے اپنی بیٹی کا قاتل تھا وہی اب دوسرے کی بیٹی کا بھی نگہبان ہو گیا۔

حضور کا عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی عزت و تکریم کو مردوں کی شرافت و بزرگی کا معیار قرار دیا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”تم میں سے بہتر اور اچھا انسان وہی ہے جو اپنے اہل وعیال کیلئے بہتر ہو، اور میں تم لوگوں میں اپنے اہل وعیال کیلئے سب سے بہتر اور افضل ہوں۔ (جامع الترمذی۔ باب فضل ازواج النبی ﷺ)

عورت کے مقام ومرتبہ کے بارے میں اس حدیث سے بھی روشنی ملتی ہے کہ خیبر جب ختم ہوا پھر تمام قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبی نے حضور ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ آپ نے ان کی درخواست کی منظوری کے ساتھ ان کو انتخاب کا بھی حق دے دیا چنانچہ انہوں نے حضرت صفیہ کا انتخاب کیا جو بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں جو حضرت ہارون کی نسل سے تھے۔ بعض صحابہ جو حضرت صفیہ کی شرافت ومنزلت سے واقف تھے انہوں نے حضور کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ آپ نے رئیس بنو نضیر و قریظہ کو دحیہ کلبی کو دے دیا، وہ تو صرف آپ کے حرم میں داخل ہونے کی حق دار ہیں مقصود یہ تھا کہ رئیس عرب کے ساتھ عام عورتوں کا سا برتاؤ مناسب نہیں تو آپ نے جنس لطیف کے بارے میں ان کے اس احساس کی قدر

دانی فرمائی پھران کے اس احساس کو بھی مجروح نہیں ہونے دیا پھر حضرت دحیہ کلبی کو آپ نے دوسری لونڈی عنایت فرمائی اور حضرت صفیہ کو آزاد کر کے آپ نے نکاح فرمالیا۔ (بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ، باب مایذ کرفی الفخذ)

ایک مرتبہ ازواج مطہرات اونٹوں پر سفر کر رہی تھیں آپ ﷺ نے شتربان سے فرمایا: "شیشوں کو ذرا سنبھال کے لے چلو"۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الفضائل، باب رحمۃ النساء الخ)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا دنیا کی چیزوں میں مجھے عورت اور خوشبو پسند ہے لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ (نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء)

فضیلت والا صدقہ کیا ہے؟

عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا ایک سامان ہے اور دنیا کے سامان میں نیک عورت سے زیادہ کوئی چیز اچھی نہیں۔ (ابن ماجہ۔ کتاب النکاح باب افضل النساء) نبی کریم ﷺ کو عورتوں کا اتنا خیال تھا کہ اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنے آخری خطبہ میں عورتوں کے بارے میں اہم ہدایات دیں اور فرمایا: "سنو عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اس لئے کہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں"۔

(ریاض الصالحین۔ باب الوصیۃ بالنساء)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص کے کوئی بچی پیدا ہوئی اور اس نے جاہلیت کے طریقے پر اسے زندہ دفن نہیں کیا اور نہ اس کو حقیر جانا اور نہ لڑکوں کو اس کے مقابلے میں ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے گا۔ (ابوداؤد، کتاب الادب باب فضل من عال یتامیٰ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی پھران کو تعلیم دے اور ان کا نکاح کردے اور ان کیساتھ اچھا سلوک کرے تو اسکے واسطے جنت ہے۔ (ابوداؤد۔ کتاب الادب باب فضل من عال یتامیٰ)

بیوہ عورتوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا کہ میں تجھے نہ بتادوں کہ بڑی فضیلت والا صدقہ کون سا ہے؟ اپنی اس بچی پر احسان کرنا جو (بیوہ ہونے یا طلاق دے دیئے جانے کی وجہ سے) تیری طرف لوٹا دی گئی ہو اور جس کا تیرے سوا کوئی دوسرا کفیل اور بار اٹھانے والا نہ ہو۔ (ابن ماجہ، ابواب الادب، باب برالوالدین والاحسان الی البنات)

نبی کریم ﷺ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت پیار کرتے تھے جب سفر پر جاتے تو سب سے اخیر میں ان کے گھر جاتے اور جب لوٹ کر آتے تو سب سے پہلے ان کے گھر جاتے۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو شخص اس کو ناحق غصہ دلائے اس نے مجھے بھی غصہ دلایا۔

(بخاری، کتاب المناقب وقال النبی فاطمہ سیدۃ النساء اہل الجنۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو ان لڑکیوں کے ذریعہ کچھ بھی آزمائش میں ڈالے اور وہ ان کے ساتھ بہتر سلوک کرے تو وہ اس کیلئے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گی۔ (ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی النفقات علی البنات) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت نے مرض الموت میں اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کو اپنے پاس بلایا اور (کان میں) چپکے سے ان سے کچھ فرمایا وہ رونے لگیں پھر انہیں بلایا اور چپکے سے کچھ فرمایا وہ ہنس دیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے ان سے پوچھا یہ کیا بات تھی؟ انہوں نے کہا پہلے آپ نے فرمایا کہ میں اس بیماری سے بچنے والا نہیں میں رونے لگی پھر چپکے سے مجھ کو فرمایا میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تو میرے پاس آئے گی اس وقت میں ہنس دیا۔ اس حدیث سے اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے عورت کو تحت الثریٰ کی پستیوں سے اٹھا کر اوج ثریا کی بلندیوں پر فائز کیا۔

☆☆☆

لباس اور زیب وزینت

وَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَآءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْاَوَّلِ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ شَقَقْنَ اَكْثَفَ مُرُوْطِهِنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا. (رواہ ابوداؤد) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ ان عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں (مکہ سے مدینہ کو) ہجرت کی، جب اللہ پاک نے حکم وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ نازل فرمایا تو انہوں نے اپنی موٹی سے موٹی چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنا لئے۔

(سنن ابوداؤد، ص:۲۱۱، ج ۲، باب فی قول اللہ تعالیٰ: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ)

تشریح: مفسرین لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کا دستور تھا کہ دوپٹوں سے اپنے سروں کو ڈھانک کر باقی دوپٹہ کمر پر ڈال لیتی تھیں۔ مسلمان عورتوں کو حکم ہوا کہ اپنے دوپٹوں سے سر بھی ڈھانکیں اور گلے اور سینہ پر بھی ڈالے رہا کریں، اس حکم کو سن کر صحابی عورتوں نے موٹی موٹی چادروں کے دوپٹے بنائے اور حسب حکم قرآنی اپنے گلوں اور سینوں کو بھی دوپٹوں سے ڈھانکنے لگیں، چونکہ باریک کپڑے سے سر اور بدن کا پردہ نہیں ہوسکتا ہے، اسلئے موٹی چادروں کے دوپٹے اختیار کر لئے۔

سر چھپانا عیب سمجھنے لگیں

آج کل کی عورتیں سر چھپانے کو عیب سمجھنے لگی ہیں اور دوپٹہ اوڑھتی بھی ہیں تو اول تو اس قدر باریک ہوتا ہے کہ سر کے بال اور مواقع حسن و جمال اس سے پوشیدہ نہیں ہوتے، دوسرے اس قسم کے کپڑے کا دوپٹہ بناتی ہیں کہ سر پر ٹھہرتا ہی نہیں، چکناہٹ کی وجہ سے بار بار سرکتا ہے اور پردہ کے مقصد کو فوت کر دیتا ہے۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصر کے باریک کپڑے حاضر کیئے گئے، ان میں سے ایک کپڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عنایت فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے اپنا کرتہ بنالینا اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دینا، جس کا وہ دوپٹہ بنالے گی۔ وہ کپڑا لے کر جب میں چل دیا تو ارشاد فرمایا کہ اپنی بیوی کو بتادینا کہ اس کے نیچے کوئی کپڑا لگالے جس سے اس کی باریکی کی تلافی ہو جائے اور جو اس کے سر وغیرہ کو چھپائے رہے۔ (ابوداؤد)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حفصہ پہنچ گئیں، اس وقت حفصہ رضی اللہ عنہا نے باریک دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا، اسکو لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھاڑ ڈالا اور اپنے پاس سے ان کو موٹا دوپٹہ اوڑھا دیا۔ (موطا امام مالک رحمہ اللہ)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ باریک دوپٹہ سے پرہیز کرنا لازم ہے اور اگر بالفرض باریک دوپٹہ اوڑھنا ہی پڑ جائے تو اس کے نیچے موٹا کپڑا لگالیں تا کہ سر اور دیگر اعضاء نظر نہ آئیں۔

مسلمان عورت کو اسلام نے حیاء اور شرم سکھائی ہے، نامحرموں سے خلا ملا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ایسے کپڑے پہننے کی ممانعت فرمائی ہے جن کا پہننا نہ پہننا برابر ہو، اور جن سے پردہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہو، عورتیں سروں پر ایسے دوپٹے

اوڑھیں جن سے بال چھپ جائیں، گردن اور گلا ڈھک جائے اور نامحرموں کے آجانے کا اندیشہ ہو تو موٹے دوپٹوں سے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ لیں، قمیص، جمپر اور فراک بھی ایسا پہنیں جن سے بدن نظر نہ آئے۔ آستینیں پوری ہوں، گلے اور گریبان کی کاٹ میں اس کا خیال رکھیں کہ پیچھے اور آگے سینے کا کچھ بھی حصہ کھلا نہ رہے، شلوار اور ساڑی وغیرہ بھی ایسے کپڑے کی پہنیں، جس سے ران، پنڈلی وغیرہ کا کوئی حصہ دکھائی نہ دے۔

مروجہ لباس کی خرابی

آجکل ایسے کپڑوں کا رواج ہو گیا ہے کہ کپڑوں کے اندر سے نظر پار ہو جاتی ہے، بہت سے مرد اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ ایسے کپڑوں کی شلوار بنا کر پہن لیتے ہیں جن میں پوری ٹانگ نظر آتی ہے، ایسے کپڑے کا پہننا نہ پہننا برابر ہے اور اس سے نماز بھی نہیں ہوتی، عموماً عورتیں باریک دوپٹے اوڑھتی ہیں جو چھوٹے سے عرض کے ہوتے ہیں۔ اول تو یہ دوپٹے پورے سر پر نہیں آتے اور اگر ان سے سر کو ڈھانپ بھی لیا تو پردہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور ان کو اوڑھ کر نماز بھی نہ ہوئی۔ جب حکم قرآنی وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ نازل ہوا تو صحابی عورتوں نے موٹی سے موٹی چادریں کاٹ کر دوپٹے بنا لئے لیکن آج کل کی عورتوں کو گرمی کھائے جاتی ہے اور غلط رواج کی وبا ایسی پھیلی ہے کہ جو عورتیں اپنے کو دیندار سمجھتی ہیں وہ بھی باریک دوپٹہ چھوڑنے کو تیار نہیں، پھر ایسے ہی دوپٹے سے نمازیں پڑھ لیتی ہیں۔ (مولانا عاشق الٰہی بلند شہری)

☆☆☆

تم میں بہتر وہ ہے

جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر سلوک کرے

سیریں صالحہ صاحبہ نے ماہنامہ 'ذکریٰ جدید' مارچ ۲۰۱۳ء کے شمارے میں لکھا ہے کہ ہماری معاشرے میں عموماً حقوق الزوجین کے بارے میں جب بھی گفتگو کی جاتی ہے، بیوی کے فرائض تک محدود رہتی ہے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ مردوں کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا جائے اور بیوی کے حقوق کی ادائیگی پر ابھارا جائے، جب کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیساتھ اچھا ہے اور میں تم سب لوگوں سے زیادہ اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہوں''۔

زیر نظر مضمون میں بعض ایسے مشورے دیئے گئے ہیں جو مسلمان مردوں کو نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کے مصداق بہتر شوہر بننے میں مدد دیں گے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بھی تکمیل ہوگی: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (النساء) ''ان (بیویوں) کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو''۔ ۱- تمام معاملات میں عموماً اور گھر والوں کے ساتھ خصوصاً خدا ترسی کی روش اختیار کرنا۔

۲-یہ ہمیشہ یاد رکھنا کہ گھر والوں کیساتھ حسن سلوک اللہ سے قربت کا ذریعہ ہے۔

۳-اللہ کی اطاعت کے معاملے میں بیوی کے ساتھ تعاون کرنا، دعوت دین کا کام کرنے کے لئے اسے بخوشی باہر نکلنے کی اجازت دینا، اور اس وجہ سے اپنے کچھ حقوق پر زد پڑے تو پرواہ نہ کرنا۔

۴-ان صفات کو اپنانا جو بحیثیت مرد اور ''قوام'' ضروری ہیں، مثلاً سچائی اور امانت، اچھی قیادت، ذمہ داری کا احساس۔

۵-''قوام'' کا صحیح مفہوم سمجھ کر اسے اپنانا، یعنی اچھی قیادت اور ذمہ داری کا احساس تو ہو لیکن زبردستی اپنا کنٹرول قائم کرنے کے بجائے نرمی اور مہربانی کے ساتھ گھر کا نظام چلایا جائے۔

۶-بیوی کے رازوں کی حفاظت کرنا۔ ۷-غیرت وحمیت کا جذبہ ہو، لیکن بدگمانی اور خوامخواہ شکوک وشبہات میں نہ پڑنا۔

۸-اپنے وقت میں سے کچھ حصہ ضرور بیوی کے ساتھ بیٹھنے، ہنسی مذاق اور دل لگی کے لئے مخصوص رکھنا۔

۹-بیوی کو محبت، نرمی اور اچھے ناموں سے پکارنا جو اس کو پسند ہوں۔

۱۰-اس کے حسن کی، خوبیوں کی تعریف کرنا۔ ۱۱-خوشی کے چھوٹے چھوٹے مواقع کو فراموش نہ کرنا۔ شادی سالگرہ یا بیوی کی سالگرہ کا دن ہو، یا اس طرح کا کوئی اور موقع ہو، اسے یاد رکھ کر تحفہ دینے کا اہتمام کرنا۔ ۱۲-بیوی کے ساتھ ہمیشہ دوستی اور نرمی کا رویہ رکھنا، اپنے مطالبات کو اس طرح پیش کیا جائے کہ وہ حکم سمجھ کر مجبوراً تعمیل نہ کرے بلکہ برضا ورغبت کرے۔ ۱۳-اس کے ساتھ ہمدردی اور نرمی کے رویے کو اپنی شان کے خلاف نہ سمجھنا۔ ۱۴-اسے شریک زندگی سمجھ کر ہر معاملے میں مشورہ لینا مستقبل کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے یا کوئی بھی منصوبہ بناتے ہوئے اس کی رائے

لینا۔۱۵- اسے یہ احساس دلانا کہ آپ اس پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ آپ کی رازداں ہے۔۱۶- جو چیز وہ آپ کے سامنے پیش کرے اس کی تعریف کرنا، خواہ وہ معمولی یا روزمرہ کا معمول ہی کیوں نہ ہو۔

۱۷- اس کے جذبات واحساسات کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہ کرنا بلکہ اولین ترجیح سمجھ کر اہمیت دینا۔

۱۸- اس کے ہمراہ گھر سے باہر سیر وتفریح کے لئے جانا۔

۱۹- جب بھی اپنی کسی غلطی کا احساس ہو، معذرت کر لینا لیکن یہ سرسری یا بادل ناخواستہ نہ ہو بلکہ افہام وتفہیم کے لئے ہو۔

۲۰- آپ کی بیوی آپ کے لئے بنتی سنورتی ہے، آپ بھی اسے خوش کرنے کے لئے اپنی شخصیت پر توجہ دیں۔

۲۱- اس کی بیماری کے زمانے میں ہمدردی اور محبت کے ساتھ حوصلہ دینا، اسے اکیلا نہ چھوڑنا۔

۲۲- اگر وہ باہر سے کوئی ضرورت کی چیز منگوائے، خواہ وہ معمولی ہی ہو، لانا ہرگز نہ بھولیں۔۲۳- گفتگو میں نرمی اختیار کرنا۔ بحث کی صورت میں صحیح نقطۂ نظر کو تسلیم کر لینا اگرچہ وہ آپ کی رائے کے برعکس ہو۔

۲۴- سفر یا کسی اور صورت میں بیوی سے دور ہوں تو فون یا کسی اور ذریعے سے رابطہ رکھنا۔۲۵- غیر حاضری کے بعد محبت اور خوش دلی کے ساتھ ملنا۔

۲۶- خندہ پیشانی اور مسکراہٹ کو اپنا وطیرہ بنائیں، خصوصاً گھر میں داخل ہوتے وقت اطلاع دے کر اندر جائیں اور محبت اور خوشی کا اظہار کریں۔

۲۷- اگر بیوی کسی وجہ سے غمزدہ ہو تو اس کے اسباب جاننے اور انہیں دور کرنے کی فوری کوشش کرنا۔ اس کی تکلیف سے لاپرواہی ہرگز نہ برتنا۔

۲۸-حیض، حمل اور ولادت کے دنوں میں اس کی جسمانی حالت کے پیش نظر اس کے ساتھ رعایت کرنا۔ ان ایام میں اس کے ساتھ نرمی، صبر اور رحمت کا خصوصی معاملہ کرنا۔ ۲۹- اپنی بیوی اور ماں کے درمیان پیش آنے والے معاملات میں سمجھ داری کا ثبوت دینا۔ آپ انہیں ایک دوسرے سے دور کرنے کا نہیں، بلکہ قریب لانے کا باعث ہوں۔ ۳۰- اپنی بیوی پر تنقید نہ کرنا خصوصاً دوسروں کے سامنے۔ اس طرح اشارتاً بات کہیں کہ وہ آپ کا مطلب سمجھ جائے۔

۳۱- بیوی گھر کی منتظم ہوتی ہے۔ گھر کے نظم ونسق یا اس کے طریقۂ کار پر تنقید نہ کرنا اور اس کا کسی اور سے موازنہ بھی نہ کرنا، مثلاً اپنی والدہ یا دوست کی بیوی سے۔

۳۲-اس کے ماں باپ کا احترام کرنا اور انہیں اپنے والدین کا رتبہ دینا۔

۳۳-اس کے گھر والوں اور اس کی سہیلیوں کی عزت کرنا۔

۳۴-حکمت اور برداشت سے کام لیتے ہوئے تمام مشکلات اور معاملات خوش اسلوبی سے نبھانا۔

۳۵- ہمیشہ کوشش کرنا کہ مشکلات ومسائل اندرون خانہ ہی حل ہو جائیں، کسی اور سے مشورہ کرنے کی نوبت نہ آئے۔ کبھی بھی بیوی کی شکایت کسی سے نہ کرنا، خواہ اس کے گھر والے ہی ہوں۔

۳۶- ازدواجی زندگی کے مسائل میں اپنے یا اس کے والدین کی طرف رجوع نہ کرنا کیونکہ وہ فطری طور پر اپنے بیٹے یا بیٹی سے زیادہ انسیت رکھتے ہیں۔ آپ دونوں کے مسائل کے حل کے لئے جو بھی مدد کرے، محبت اور رحمت کے جذبے ہی سے کرے۔

۳۷- چھوٹے چھوٹے روز مرہ گھریلو معاملات میں غصے سے پرہیز کرنا، جذبات پر قابو رکھنا، اشتعال میں نہ آنا، حد سے تجاوز نہ کرنا۔

۳۸- گھر کا نظم ونسق قائم رکھنے میں بیوی کی مدد کرنا۔ اگر کسی وقت وہ گھر کی صفائی یا تزئین وترتیب میں مصروف ہو تو مہمانوں کو مدعو نہ کرنا۔

۳۹- اس کے فرائض کی ادائیگی میں مدد دینا، اور اس کا بوجھ ہلکا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا۔ یہ مختلف طریقوں سے ہوسکتا ہے۔ مثلاً بچوں کے ساتھ بیٹھنا۔ گھریلو کاموں میں ہاتھ بٹانا، خریداری میں مدد، بھاری چیزیں اٹھانا وغیرہ۔

۴۰- بیوی کے مہمانوں کی آمد کی صورت میں مہمان نوازی میں مدد تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت ان کے ساتھ بیٹھ سکے۔

☆☆☆

ضعیف العقیدہ نوجوانوں میں مغربی تہذیب

(مصطفی لطفی منفلوطی کی کتاب ''العبرات'' کے ایک مضمون ''الحجاب'' کا مختصر اردو ترجمہ)

میرا ایک دوست یوروپ گیا، جانے سے پہلے اس کی کوئی بات ہمیں قابل اعتراض اور اجنبی نہیں محسوس ہوتی تھی لیکن یوروپ میں چند سال گزارنے کے بعد جب وہ لوٹا تو اس کی وہ زندگی باقی نہ رہی جس کو ہم جانتے تھے، وہ یوروپ ایسا چہرہ لے کر گیا جو شب زفاف کی باکرہ لڑکی کے مکھڑے کی طرح تھا لیکن جب وہ لوٹا تو اس کا چہرہ بارش والی رات میں چکنے پتھر کی طرح تھا، جب وہ گیا تو اس کا دل صاف وشفاف، پاکیزہ، معافی کو پسند کرنے والا اور عذر قبول کرنے والا تھا، لیکن جب وہ لوٹا تو اس کا دل شکوک وشبہات کے پردے میں لپٹا ہوا تھا ہمیشہ اپنے وطن اور اہل وطن سے ناراض رہتا اور آسمان اور خالق آسمان سے ناراض رہتا تھا، یوروپ جانے سے قبل اس کا قلب تروتازہ، اللہ سے ڈرنے والا اور متواضع تھا لیکن جب وہ اپنے وطن لوٹا تو اس کا قلب پژمردہ جھگڑالو، نافرمان اور متکبر بن گیا جو اپنے سے نیچے طبقے والوں پر ایک نظر بھی ڈالنا گوارا نہیں کر رہا تھا، وہاں جانے سے پہلے اس کا ذہن حکمت ودانائی سے لبریز تھا لیکن جب وہ اپنے وطن واپس آیا تو اس کا دماغ اس

شگاف شدہ مجسمہ کے سر کی طرح تھا جس کو آنے جانے والی ہوا ہی پر کر سکتی ہے، جانے سے قبل روئے ارض پر اس کے نزدیک سب سے محبوب شئی اس کا دین ووطن تھا لیکن لوٹنے کے بعد اس کی نظر میں ان دونوں سے زیادہ کوئی حقیر چیز نہ تھی۔

اور میں یہ سمجھتا تھا کہ مغرب سے اپنے وطن واپس آنے والے ان ضعیف العقیدہ نوجوانوں میں جو مغربیت اور اجنبی تہذیب نظر آرہی ہے وہ صرف ایک پالش ہے جب مشرق کا آفتاب ان پر اپنی کرنیں پھینکے گا تو اس تہذیب وتمدن کے اثرات فضائے آسمان میں اڑ کر ناپید ہو جائیں گے اور میں یہ سمجھتا تھا کہ مغربی تہذیب وتمدن ان کے نزدیک آئینے میں چہرہ کے مثل ہے جب چہرہ اس سے منحرف ہوگا تو اس کا خیال بھی نہ آئے گا۔

گمراہی، مدت اور قدامت پسندی

چنانچہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں اپنے اس دوست کو داغ مفارقت دوں لیکن میرے اوپر حزن وملال اور مصائب والی تاریک رات گزری اور یہی رات میری اس سے آخری ملاقات کا سبب بنی، اس رات میں اس کے پاس گیا تو میں نے اسے شدت غم سے سر جھکائے اور بہت رنجیدہ دیکھا میں نے اسے سلام کیا، اس نے اشارہ سے جواب دیا، میں نے اس سے دریافت کیا، کیا بات درپیش ہے؟ تو اس نے جواب دیا، رات سے میں اس عورت کی وجہ سے پریشان ہوں، اور اس پریشانی کے ازالہ کی کوئی صورت مجھے نظر نہیں آرہی ہے، اور اس کی وجہ سے میرا انجام کیا ہوگا، مجھے نہیں معلوم؟ میں نے کہا، کونسی عورت تمہاری پریشانی کا باعث ہے، تو اس نے کہا: وہ عورت جس کو لوگ میری بیوی کہتے ہیں اور میں اس کو اپنے مقاصد اور امیدوں کے راستے میں سخت چٹان تصور کرتا ہوں۔

میں نے سوال کیا آپ کی تمنائیں اور آرزوئیں بے شمار ہیں، کون سی خواہش کی راہ میں یہ حائل ہونا چاہتی ہے؟ تو اس نے کہا میری زندگی کی صرف ایک خواہش ہے کہ میری آنکھ بند ہونے کے بعد اس حال میں کھلے کہ مجھے شہر میں کوئی با حجاب عورت نظر نہ آئے اور لوگوں کی ایک غیر معمولی تعداد میرا جیسا نظریہ اور تمنا کرتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ مشرقی قلب میں قیام پذیر خوف وڈر اور بے بسی عورت سے نقاب اتارنے اور لوگوں کے سامنے آنے اور ان کے ساتھ بے حجابانہ بیٹھنے سے مانع ہے چنانچہ میں قوم عاد کے زمانے کی اس عمارت کو سب سے پہلے منہدم کرنا چاہتا ہوں جو ہماری قوم کی ترقی اور کامیابی میں عرصۂ دراز سے رکاوٹ بنی ہوئی ہے اور میں وہ کام کر گزروں جو میرے علاوہ کسی اور آزادی کے داعی اور اس کے پھیلانے والے سے نہ ہوسکا۔ میں نے اپنی اس رائے کا اظہار اپنی بیوی سے کیا تو اس نے اس کو کبیرہ گناہ اور خطرناک تصور کیا اور یہ سمجھا کہ گویا میں اس پر کوئی بڑی مصیبت اور جسمانی تکلیف مسلط کررہا ہوں اور یہ کہ وہ اس کے بعد شرمندگی اور حیا کی وجہ سے دیگر عورتوں کے سامنے نہ جاسکے گی، لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ حیا اور ندامت نہیں بلکہ موت اور قدامت پسندی ہے جو اللہ نے اس ملک کی عورت پر مسلط کردی ہے کہ وہ اپنی چادروں اور اوڑھنیوں کی تاریک قبر میں زندگی گزارے، چنانچہ میں اپنی اس آرزو کی تکمیل چاہتا ہوں اور اس سخت اور پتھر جیسے دماغ کا ایسا علاج کرنا چاہتا ہوں جس سے یا تو وہ ٹوٹ جائے یا شفایاب ہوجائے۔

اس کی اس گفتگو سے میرے قلب کو سخت حزن وملال ہوا اور میں نے اس کو مشفقانہ اور افسوس ناک نظروں سے دیکھا اور اس سے کہا اے محترم! کیا آپ ہوش و حواس کے ساتھ بول رہے ہو تو اس نے کہا میں اسی کو صحیح راہ سمجھتا ہوں اور اسی پر میرا اعتقاد وایمان ہے، میں نے گفتگو کی اجازت طلب کرتے ہوئے اس سے سوال کیا

کہ آپ نے ایک لمبا عرصہ ایسے لوگوں کے درمیان گزارا ہے جہاں عورتوں اور مردوں کے مابین حجاب نہیں ہے تو کیا آپ کو یاد ہے کہ کبھی آپ نے ان کی ایسی چیز کا لالچ کیا جس کے تم مالک نہیں اور تم نے مالک کی لاشعوریت میں اس حرص کردہ چیز کو حاصل کرلیا ہو؟ اس نے جواب دیا بہت بار مجھ سے ایسا کام سرزد ہوا ہے، آپ کہنا کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مجھے آپ کے بارے میں یہ خوف لاحق ہے کہ کہیں لوگ آپ کی عزت کو داغدار نہ کردیں جس طرح آپ نے ان کی عزت کو خراب کیا۔

شیطان تمہارے دماغوں کو فاسد کردیتا ہے

اے محترم! شریف عورت لوگوں کے مابین عزت وعصمت اور پاک دامنی کے ایک مستحکم قلعہ میں رہنا چاہتی ہے تاکہ اس کی طرف کسی بدطینت کا ہاتھ دراز نہ ہو، (میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور اس سے کہا:) یہ ایک دھوکا ہے جس کے ذریعہ شیطان تم جیسے ضعیف ایمان والوں کو ورغلاتا ہے اور یہ ایسا رخنہ ہے جسے وہ تمہارے سروں کے گوشوں میں پاکر تمہاری عقلوں تک رسائی حاصل کرلیتا ہے اور تمہارے دماغوں کو فاسد کردیتا ہے۔

شرافت ایک ایسا کلمہ ہے جس کی حقیقت کسی لغت کی قاموس اور زبان کی معجم میں نہیں مل سکتی اگر ہم اس کو لوگوں کے سینوں اور دلوں میں کھوجنے کی کوشش کریں تو یہ بہت نادر ہے کیوں کہ نفس انسانی ٹھہرے ہوئے تالاب کی طرح ہے جو ہمیشہ صاف وشفاف رہتا ہے تا آنکہ اس میں کوئی پتھر گرجائے تو وہ غلیظ جوہر بن جاتا ہے۔ اور عفت وعصمت نفس کا ایک رنگ ہے اس کا جوہر نہیں، اور رنگ وروغن اس پر پڑنے والی شعاؤں کی وجہ سے زیادہ دیرپا نہیں ہوتا۔

اس نے کہا! کیا تم لوگوں کے درمیان عزت وعفت کے وجود کے قائل نہیں ہو؟ میں نے کہا: میں اس کا منکر نہیں ہوں کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ عفت وعصمت بے وقوفوں، مسکینوں اور تکلف برتنے والوں کے درمیان بھی پائی جاتی ہے لیکن میں قدرت والے، دام فریب میں پھنسانے والے اور نرمی کلام سے فریفتہ کرنے والے مرد اور چالاک اور فائدہ اٹھانے والی عورت کے درمیان عدم حجاب کی صورت میں اس کا قائل نہیں ہوں۔

پہلے مردوں کو تو تہذیب سکھلاؤ

اس ملک کی کون سی فضا میں تم لوگوں کے سامنے عورت کو بے حجاب آنے کی اجازت دیتے ہو؟ ان تعلیم یافتہ لوگوں کی فضا میں کہ ان میں سے ایک سے پوچھا گیا کہ تم نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟ تو وہ کہنے لگا کہ شہر کی تمام عورتیں میری بیوی ہیں؟ یا ان طلبہ کے ماحول میں جن میں ایسا طالب علم بھی ہو جو اپنے دوستوں اور ہم عمروں سے صرف اس لئے روپوش اور شرمندہ ہوتا ہے کہ کہیں اس کی عزت وحرمت کسی دن محبوباؤں اور دوستوں کی تصاویر کی وجہ سے داغدار نہ ہو یا وہ کہیں محبت وعشق کے پیغامات سے بے آبرو نہ ہو جائے۔ یا تم ان بازاری لوگوں کے سامنے بے حجابی کی اجازت دیتے ہو جو گھر میں خادم تابع بن کر داخل ہوتے ہیں مگر معزز داماد بن کر باہر آتے ہیں، اگر تم عورتوں کو مہذب اور تعلیم یافتہ بنانا چاہتے ہو تو پہلے مردوں کو تو تہذیب سکھلاؤ کیوں کہ اگر تم مردوں کو مہذب اور سلیقہ نہ سکھا سکے تو عورتوں کو بدرجہ اولیٰ تم تعلیم یافتہ اور تہذیب وثقافت کے حامل نہ بنا سکو گے۔ فخر ومباہات کے تمہارے پاس اور بھی بہت درازے ہیں جسے چاہے کھٹکھٹاؤ مگر اس دروازے کو محترم بند ہی رہنے دو کیوں کہ اگر تم نے اس بند دروازے کو کھولنے کی کوشش کی تو تم اپنے

لئے بڑی ہلاکت اور طویل بدبختی کا سبب بنو گے۔ پہلے تم اپنے میں سے کوئی ایسا شخص دکھاؤ جس کو اپنے اوپر یہ اعتماد ہو کہ وہ اپنی من پسند عورت پر قادر ہونے کی صورت میں اپنے نفس پر قابو یافتہ رہے گا تو میں یہ تصدیق کر سکتا ہوں کہ عورت بھی اپنے محبوب مرد کے سامنے اپنی خواہش پر قابو رکھ لے گی۔

اے نام نہاد روشن خیالو! تم عورت کو ایسی چیز کا مکلّف بنا رہے ہو جس سے تم خود عاجز ہو (صحیح تہذیب وثقافت) اور ایسی چیز (تہذیب وترقی) کا مطالبہ کر رہے ہو جو تمہارے اندر مفقود ہے چنانچہ تم اس کو زندگی کے ایسے معرکے میں مبتلا کر رہے ہو کہ تم خود بھی نہیں جانتے کہ تمہارا یہ سودا نفع بخش ہو گیا یا تم نقصان رسیدہ ہو جاؤ گے (لیکن میرا خیال ہے کہ تم اس سودے میں خسارے ہی میں رہو گے)۔ ہماری عورتوں کی عفت وعصمت مستور اور غلاف چڑھے ہوئے ایک مشکیزے میں تھی لیکن تم جیسے اس میں شگاف ڈالنے کی کوشش کرتے رہے جس میں عفت آہستہ آہستہ رسنے لگی اور وہ مشکیزہ خشک ہونے لگا لیکن تم نے اس پر بھی اکتفا نہ کیا اور اب یہ چاہ رہے ہو کہ اس کے غلاف کو بھی اتار پھینکو تا کہ اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے۔

گھریلو عورت محبت کا مفہوم سمجھتی ہے

اسلام پسند عورت نے ایک طویل عرصہ اپنے گھر میں سکون واطمینان کے ساتھ اپنے آپ اور اپنی زندگی سے خوش ہو کر گزارا ہے وہ اپنی تمام تر کامیابی اس میں سمجھی تھی کہ اپنے تمام فرائض کو ادا کرے۔ کچھ دیر اپنے پروردگار کے روبرو کھڑی ہو، اپنی اولاد کی رحم وشفقت کے ساتھ پرورش کرے یا کچھ لمحات اپنی پڑوسن کے ساتھ گزارے اس کو اپنے دل کے راز بتائے اور اس کے راز پوچھے، وہ اپنے لئے تمام تر باعث شرافت بات یہ مانتی تھی کہ وہ اپنے باپ کی اطاعت کرے، شوہر کے حکم کی

پابندی کرے اور ان کے رضامندی کا ہمیشہ خیال رکھے۔ وہ محبت کا مفہوم سمجھتی تھی مگر عشق کا مطلب نہیں جانتی تھی چنانچہ وہ اپنے خاوند سے محبت کرتی کیوں کہ وہ اس کا رفیق حیات ہوتا تھا، وہ اپنے بچے سے محبت کرتی تھی کیوں کہ وہ اس کی اولاد ہوتا تھا اس زمانے کی عورتیں اگر یہ سمجھتی ہیں محبت ازدواجی زندگی کی اساس ہے تو اس کا کہنا تھا کہ زوجیت محبت کی بنیاد ہے۔

تم نے ان سے کہا! تمہارے گھر والے جو تمہارے امور کے مالک ہیں تم سے زیادہ عقل مند اور تم سے زیادہ ذی رائے نہیں ہیں اور تم اپنے فائدے کی چیزیں ان سے زیادہ جانتی ہو لہذا تمہارے گھر والوں کو اس حاکمیت کا حق نہیں جو وہ تمہارے اوپر رکھنا چاہتے ہیں، نتیجۃً اس عصر کی عورت نے اپنے باپ کو حقیر سمجھا، اپنے خاوند کی اطاعت سے گریز کیا چنانچہ وہ گھر جو کل تک ہنستا کھیلتا تھا اب نوحہ خوانی کا اڈہ بن گیا جس کی آگ اب ٹھنڈی نہیں ہوتی جس کے شعلے اب سرد نہیں ہوتے۔

آج عورت اپنے شوہر کو خود تلاش کرتی ہے

اور تم نے اس سے کہا: تم خود اپنے شوہر تلاش کرو، تاکہ تمہارے گھر والے تمہارے مستقبل کے سلسلے میں تم سے دھوکہ نہ کر سکیں، مگر اس عورت نے اپنے گھر والوں کے مقابلے زیادہ برا لائف پارٹنر منتخب کیا جس کی وجہ سے اس کی سعادت وکامیابی کی عمر ایک دن رات سے زیادہ نہ بڑھ سکی اور اس کے بعد طویل شقاوت اور دردناک عذاب اس کے لئے مقدر رہا۔

تم نے اس سے کہا: محبت ازدواجی زندگی کی اساس وبنیاد ہے تو وہ مردوں کے چہروں پر نظریں مرکوز کرنے لگی حتی کہ محبت نے اس کو شادی سے غافل کر دیا اور وہ گھر بسانے کے مقابلے محبت وعشق پر زیادہ توجہ صرف کرنے لگی۔

تم نے اس سے کہا کہ عورت کی زندگی کی کامیابی یہ ہے کہ اس کا شوہر اس کا عاشق ہو، تو وہ ہر روز نیا شوہر تلاش کرنے لگی، جو اس سوزش قلب کو زندہ کر سکے جس کو پہلے شوہر نے ختم کر دیا ہے جس کے نتیجے میں وہ قدیم شوہر کو باقی رکھ سکی نہ نئے شوہر سے مستفیض ہو سکی۔ تم نے اس سے کہا کہ: اپنی اولاد کی تربیت اور امور خانہ داری کو احسن طریقے سے انجام دینے کے لئے علم حاصل کرو تو اس نے تمام علم حاصل کر لئے مگر اپنی اولاد کی تربیت اور امور خانہ داری کا علم حاصل نہ کر سکی۔

اور تم نے اس سے کہا کہ: ہم تو صرف انہی عورتوں سے شادی کریں گے جن سے ہم محبت کرتے ہیں اور جنہیں ہم پسند کرتے ہیں اور جن کی پسند ہماری پسند کے مطابق ہو اور جن کے احساسات ہمارے احساسات سے مناسبت رکھتے ہوں تو اس نے یہ ضروری سمجھا کہ وہ تمہاری خواہشات کو جانے اور تمہاری نظروں کو خوش نما لگنے والی چیزوں کو پہچانے تا کہ وہ تمہارے لئے ایسی چیزوں کے ذریعہ زیب وزینت اختیار کر سکے، جو تمہیں محبوب ہیں تو اس نے تمہاری زندگی کے صفحہ در صفحہ کا بغور مطالعہ کیا تو اس کو بازاری، بے ہودہ، ہنسانے والی اور کھیلنے والی عورتوں کے علاوہ کوئی اور نام نظر نہ آیا اور اس نے یہ دیکھا کہ تم انہی عورتوں کو پسند اور ان کی ذکاوت وفطانت کی تعریف کرتے ہو تو وہ بازاری اور آوارہ بن گئی تا کہ تمہاری معشوقہ اور محبوبہ بن سکے پھر اس نے باریک اور ہلکے لباس میں اپنے آپ کو تمہارے سامنے پیش کیا جیسے کوئی باندی اپنے آپ کو غلاموں کے بازار میں پیش کرتی ہے، پھر بھی تم نے اس سے اعراض کیا اور حقارت کے ساتھ نظریں پھیر لیں اور تم اس سے کہنے لگے، ہم بدکار عورتوں سے شادی نہیں کر سکتے گویا کہ تمہیں بس اپنی بیوی کے پاک صاف ہونے کی فکر ہے اگر چہ قوم کی تمام عورتیں گری پڑی زانیہ ہوں، تو وہ لڑکی دل شکستہ و ناکام واپس آتی ہے کیوں کہ بازاری آدمی اس کو اپنانے سے انکار کر دیتا ہے اور باحیا آدمی

اس سے بے زاری کا اظہار کر دیتا ہے تو اس کے لئے صرف ایک راستہ باقی رہ جاتا ہے چنانچہ وہ بدکار اور زناکار بن جاتی ہے۔

عورت بھی محتاج علم ہے

اور اس طرح پوری امت کے دلوں میں شک وشبہ نے جگہ بنالی مردوں اور عورتوں کے مابین اوہام وخیالات سرایت کر گئے اور اس کے علاج سے وہ عاجز آچکے ہیں جس کی وجہ سے پوری فضائے کائنات تاریک اور مسلمانوں کے گھر ان چرچوں کی طرح ہو گئے جن میں دیکھنے والا صرف رہبانیوں اور کافی عمر کی غیر شادی شدہ لڑکیاں دیکھتا ہے۔ اے لڑکیوں کے حقوق کا مطالبہ کرنے والو! کیا انہی چیزوں پر تم رو رہے ہو؟ اور کیا یہی تمہارا مرثیہ ہے؟ کیا یہی ان پر تمہاری شفقت ہے؟ تمہاری طرح بلکہ تم سے بھی زیادہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ عورت محتاج علم ہے اسکے بھائی ووالدین کو چاہئے کہ اسے تہذیب وسلیقہ سکھائیں اسے علم دین سے مزین کریں کیوں کہ یہی تہذیب وثقافت اس دنیاوی علم سے زیادہ نافع ہے، اسی طرح لڑکی کو عادل وشفیق خاوند کی ضرورت پڑتی ہے لہٰذا اسکے والدین کو چاہئے کہ وہ اپنی بچیوں کیلئے اچھے سے اچھا شوہر منتخب کریں نیز لڑکی کو روشنی اور ہوا کی بھی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی زندگی سے لطف اندوز ہو سکے، اسکے اولیاء اسے اپنے ساتھ اس کی اجازت دیں اور صبح وشام اسکے رفیق رہیں اور اس طرح حفاظت کریں جس طرح چرواہا بکریوں کی بھیڑیوں سے حفاظت کرتا ہے، اگر آباؤ اجداد اور برادران ایسا نہ کر سکیں تو ہمیں امت کے ہر فرد مرد وعورت کی اصلاح سے ہاتھ اٹھا دینا چاہئے کیوں کہ مرد کے مقابلے عورت اپنے نفس کی اصلاح پر زیادہ قادر نہیں ہوتی۔

☆☆☆

عظیم مجاہد سید قطب اور ان کی ہمشیرہ

نام نہاد عدالتی کارروائی کا ڈرامہ ختم ہوا اور عظیم مفسر قرآن سید قطب کو ناکردہ گناہ کے جرم میں پھانسی کی سزا سنادی گئی، سزا پر عمل درآمد بھی حتمی تھا، لیکن ظالم آخری لمحے بھی اپنے قدموں میں جھکانا اور اسلامی تحریک کے خلاف مزید سازشیں تیار کرنا چاہتے تھے، سید قطب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا: اگر اعتراف جرم کرلو اور معافی مانگ لو تو یہ سارا عذاب انعامات میں بدل جائے گا۔ مفسر قرآن نے دوٹوک جواب دیا: میری جو انگلی ہر نماز میں اللہ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہے وہ ایسا ایک حرف بھی لکھنے کو تیار نہیں جس سے ڈکٹیٹر کی حکمرانی تسلیم کرنے کا عندیہ ملتا ہو، کہا گیا: تو پھر موت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جواب ملا: الحمد للہ! میں نے شہادت حاصل کرنے کے لئے ہی تو گذشتہ ۱۵ برس جدوجہد کی ہے"۔

جب کوئی دباؤ کارگر ہوتا دکھائی نہ دیا تو آخری ہتھکنڈے کے طور پر سید قطب کی چھوٹی ہمشیرہ حمیدہ قطب سے رابطہ کرنے کا سوچا گیا، جو خود بھی جیل میں عذاب جھیل رہی تھیں۔ آیئے اس کے بعد کی داستان خود حمیدہ قطب کی زبانی سنتے ہیں: "فوجی جیل کے سربراہ حمزہ البسیونی نے مجھے دفتر بلایا اور پھانسی کا حکم نامہ اور اس

پر صدر مملکت کی مہر تصدیق دکھاتے ہوئے کہا: ''اگر تمہارا بھائی حکومت کی بات مان لے تو یہ یقینی موت اب بھی ٹل سکتی ہے'' کچھ توقف کے بعد مزید کہا: تمہارے بھائی کی موت صرف تمہارے لئے نہیں، پورے مصر کے لئے بہت بڑا نقصان ہوگی، میں تو تصور بھی نہیں کرسکتا کہ ہم چند گھنٹوں بعد اس جیسی شخصیت کھودیں گے، ہم کسی بھی طرح، کسی بھی حیلے وسیلے سے تمہارے بھائی جیسی عظیم ہستی کو بچانا چاہتے ہیں، دیکھو! اس کے چند الفاظ اسے یقینی موت سے بچاسکتے ہیں اور اسے یہ الفاظ لکھنے پر صرف اور صرف تم آمادہ کرسکتی ہو، بنیادی طور پر مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے، لیکن میں جانتا ہوں کہ اسے تمہارے علاوہ کوئی دوسرا قائل نہیں کرسکتا بس چند الفاظ ہیں اور سارا معاملہ طے ہوجائے گا، اسے صرف یہ لکھنا ہے کہ یہ تحریک (اخوان) کسی بیرونی طاقت سے منسلک تھی، بس اتنا لکھنے سے بات ختم ہوجائے گی اور سید قطب کو خرابی صحت کی بناپر رہا کردیا جائے گا۔

میں نے جواب دیا: لیکن تم بھی جانتے ہو اور خود جمال عبدالناصر بھی جانتا ہے کہ اخوان کسی بیرونی طاقت سے وابستہ نہیں ہیں۔

حمزہ البسیونی نے جواب دیا: بالکل میں جانتا ہوں، بلکہ ہم سب جانتے ہیں کہ مصر میں صرف آپ لوگوں کی تحریک ہی ہے جو خالصۃً للہ اپنے دین کی خاطر کوشاں ہے، آپ لوگ مصر کے بہترین لوگ ہیں، ہم تو بس سید قطب کو پھانسی سے بچانے کے لئے ان سے یہ لکھوانا چاہتے ہیں''۔

یہ کہتے ہوئے اور میری کسی بات کا انتظار کئے بغیر وہ اپنے نائب صفوت الروبی سے مخاطب ہوا اور کہا: ''صفوت! اسے اس کے بھائی کے پاس لے جاؤ''۔

میں بھائی جان کے پاس لے جائی گئی اور سلام ودعا کے بعد ان لوگوں کا پیغام جوں کا توں پہنچادیا، انہوں نے زبان سے کوئی لفظ ادا کئے بغیر نگاہیں میرے چہرے

پر گاڑ دیں، جیسے پڑھنے کی کوشش کررہے ہوں کہ کیا یہ صرف ان کا پیغام ہے یا میری رائے بھی اس میں شامل ہے، الحمدللہ! میں نگاہوں کے اشارے سے انہیں یہ بتانے میں کامیاب ہوگئی کہ یہ میری رائے نہیں، صرف ان کا پیغام ہے۔

ہر شئے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے

اس پر بھائی جان گویا ہوئے: ''خدا کی قسم! اگر اس بات میں کوئی بھی صداقت ہوتی تو پوری روئے زمین پر کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو مجھے یہ بات لکھنے سے روک سکتی، لیکن آپ جانتی ہیں کہ یہ سراسر ایک جھوٹا الزام ہے اور میں ہرگز ہرگز جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔ یہ جواب سن کر صفوت الروبی درمیان میں بولا، تو گویا یہ تمہاری حتمی فیصلہ ہے؟ سید صاحب نے جواب دیا: ''ہاں! بالکل''۔ صفوت یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''اچھا ٹھیک ہے پھر تمہاری مرضی''۔ قدرے توقف کے بعد کہا: ''چلو تم دونوں بہن بھائی تھوڑی دیر ملاقات کرلو''۔

صفوت کے چلے جانے پر میں نے بھائی کو ساری بات بتائی کہ کس طرح انہوں نے پھانسی کا حکم نامہ دکھاتے ہوئے مجھے آپ کو قائل کرنے کے لئے بھیجا ہے، بھائی نے پھر پوچھا: کیا تم بھی ان کی اس بات سے اتفاق کرتی ہو، میں نے جواب دہرایا نہیں، بھائی جان کہنے لگے: ''زندگی کے فیصلے رب ذوالجلال کے ہاتھ میں ہیں، جو لوگ خود کو بھی کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے، وہ میری مہلت حیات میں کوئی ادنیٰ کمی وبیشی نہیں کرسکتے، ہر شے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ نے ان ظالموں کو بھی گھیرے میں لے رکھا ہے''۔

دونوں قیدی بہن بھائیوں کے درمیان یہ آخری ملاقات تھی، دونوں کی اس پہلی ملاقات بھی جیل ہی میں ہوئی تھی، اس کا ذکر مرحومہ زینب الغزالی نے اپنی کتاب

روداد قفس میں یوں کیا ہے، واضح رہے کہ زینب الغزالی اور حمیدہ قطب ایک ہی کوٹھری میں قید تھیں۔ سید قطب اور ان کے دو ساتھیوں کو پھانسی کی سزا سنائے جانے کے پانچ روز بعد ہماری کوٹھری کے دروازے پر اچانک دستک ہوئی، دروازہ کھلا تو سید قطب بھائی اندر آئے، ان کے ساتھ جیل کے دو اعلیٰ افسر ابراہیم اور صفوت الروبی بھی تھے، ابراہیم تو انہیں ہمارے پاس چھوڑ کر چلا گیا لیکن صفوت وہیں رہا، ہم نے خیر مقدم کرتے ہوئے کہا: خوش آمدید! ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ تشریف لائے، آج تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہوا، سید قطب بیٹھ گئے اور زندگی کی حقیقت اور موت کے مقررہ وقت کے بارے میں گفتگو کرنے لگے: موت وحیات کا فیصلہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے، اس کے علاوہ کوئی طاقت اس میں مداخلت نہیں کرسکتی، ہم ہر صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فیصلے تسلیم کرنے کے پابند ہیں، ہمیں صرف اسی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ ان کی یہ گفتگو سن کر صفوت غصے میں آگیا اور بھناتے، بڑبڑاتے ہماری ملاقات ختم کروادی، امام قطب نے ایک نظر ہمیں دیکھا اور جاتے جاتے پھر دہرایا: ''ہمیں کسی صورت صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا''۔ بہن بھائیوں کے درمیان ہونے والی آخری ملاقات کی رات ۲۹ راگست ۱۹۶۶ء کی صبح سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی دیدی گئی۔ حمیدہ چھ بہن بھائیوں میں سید صاحب کی سب سے چھوٹی بہن تھیں۔ ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئیں، تعلیم کے دوران ہی ان کی کئی ادبی کاوشیں بھی شائع ہوئیں، بھائی اخوان سے وابستہ ہوا تو پورا خاندان بھی تحریک سے وابستہ ہوگیا، حمیدہ نے اخوان کے رسالے '' الاخوان المسلمون'' میں کئی تحریریں لکھیں، ان کی ایک کتاب ''رات کے جنگل میں سفر'' بھی شائع ہوچکی ہے۔

۱۹۵۴ء میں اخوان پر ابتلا کے پہاڑ توڑے گئے تو وہ زینب الغزالی اور دیگر خواتین کے ساتھ مل کر گرفتار شدگان کے اہل خانہ کی دیکھ بھال میں لگ گئیں، حمیدہ

اپنے اسیر بھائی سید قطب اور اخوان کی قیادت کے مابین رابطہ کا ذریعہ بھی بنی، سید قطب کی شہرۂ آفاق کتاب ''معالم فی الطریق''یعنی جادہ ومنزل کا مسودہ بھی انہی کے ذریعے جیل سے باہر آسکا، سید قطب کی گرفتاری کے ان ۱۰ برسوں میں حمیدہ نے ایک مخلص بہن اور مثالی کارکن کا فریضہ انجام دیا، دل کا شدید دورہ پڑنے پر سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کو مئی ۱۹۶۴ء میں رہا کردیا گیا، لیکن ابھی تقریباً ایک سال ہی گزرا تھا کہ ۱۹۶۵ء میں انہیں پھر گرفتار کرلیا گیا اس بار صرف انہیں ہی نہیں، حمیدہ کو بھی قید کردیا گیا، جیل میں ان پر ناقابل بیان تشدد کیا گیا اور پھر ۱۰ سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی، لیکن پھر چھ سال چار ماہ کی قید کے بعد ۱۹۷۲ء میں رہا کردی گئیں، حمیدہ پر چار الزامات عائد کیے گئے: ۱-تم نے سید قطب اور زیب الغزالی کے مابین ہدایات اور معلومات کا تبادلہ کیا۔ ۲-تم نے جادہ ومنزل کا مسودہ جیل سے باہر منتقل کیا۔ ۳-تم نے اخوان کے ذمہ داران یوسف ہواش اور علی عشماوی کے درمیان معلومات کا تبادلہ کیا۔ ۴-تم نے ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۴ء تک اسیران تحریک کے خاندانوں کی مدد کی۔ سوئے دار جانے والے بھائی کو کامل صبر وثبات سے رخصت کرنے اور اس نازک موقع پر کسی طرح کی کمزوری کا اظہار نہ کرنے والی بہن نے ان سب الزامات کو قبول کیا اور بھائی کی شہادت کے بعد بھی پانچ سال سے زائد عرصہ جیل میں رہیں، گرفتاری کے وقت ان کی عمر ۲۹ برس تھی اور وہ ابھی غیر شادی شدہ تھی۔ عظیم مفسر قرآن بھائی کی یہ عظیم مجاہد بہن ۱۳/ جولائی ۲۰۱۲ء بروز جمعہ قید حیات سے بھی رہائی پاگئیں، یقیناً شہید بھائی نے جنت کی دہلیزوں پر استقبال کیا ہوگا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

☆☆☆

اور ماریہ نے اسلام قبول کیا

امریکہ کی اس نوجوان لیڈی ڈاکٹر نے ترجمہ قرآن پاک کا ناقدانہ نظر سے مطالعہ کیا ہے، دوران مطالعہ وہ اس کے اندر (مغرب کی مزعومہ) غلطیاں ڈھونڈتی تھی لیکن اس وقت اس کی حیرت کی کوئی انتہائی نہ رہی جب اسے اس لازوال کتاب میں اپنے ہر اس سوال کا شافی اور تسلی بخش جواب مل گیا جو بچپن ہی سے اس کے ذہن ودماغ میں گردش کیا کرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ بعد ہی اس نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کر دیا اور اب اس کا اسلامی نام ''ماریہ'' ہے۔ ۲۵ سال کی جواں سال امریکن ڈاکٹر اپنی سرگزشت آپ ہی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے کہ امریکہ کے صوبہ کلیولینڈ میں میری پرورش ایک دیندار متشدد کیتھولک گھرانے میں ہوئی، علم النفس میں میں نے بی، اے، کی ڈگری حاصل کی، اس کے بعد میں نے میڈیکل کالج میں داخلہ لیا جہاں اس وقت میں (ایم اے) کی تیار کر رہی ہوں، مگر میں اپنے عقائد اور افکار وخیالات سے مطمئن نہیں تھی، مجھے ہمیشہ ایک مبہم سا انجانا کرب واضطراب ستا تا رہا ہے اور ''تثلیث'' کی ماہیت وحقیقت کے متعلق میرے ذہن میں طرح طرح کے سوالات اٹھتے رہتے مزید برآں کیتھولک، پروٹسٹنٹ اور آرتھوڈکس فرقوں میں بٹ

کر نصرانیت ومسیحیت کا تصور کیوں مختلف ہو جاتا ہے؟ اور ہر ایک کے اندر اس کا ایک خاص مفہوم کیوں متعین ہو جاتا ہے؟ میرا ایمان تو صرف ایک اللہ پر تھا، غلطی وسچائی اور حق وناحق کے درمیان میں امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی، مگر اسلام کے متعلق سنجیدگی سے اس زاویہ نظر سے کبھی نہیں سوچا کہ یہ بھی کوئی قابل قبول اور قابل تقلید دین ومذہب ہے، اسلام کے متعلق میرا جو کچھ تصور تھا وہ صرف یہ تھا کہ وہ یرغمالیوں اور جنگوں اور دہشت گردی وتشدد پسندی، انتہا پرستی وبنیاد پرستی کا دین ہے اور یہ کہ مسلمان قتل وخونریزی، ظلم وسفاکی کی خوگر ایک وحشی قوم ہے۔

اسلامی عقیدہ نہایت واضح اور روشن ہے

ماریہ مزید کہتی ہیں: میرے قبول اسلام کی کہانی اس وقت شروع ہوئی جب میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ترجمہ قرآن پاک کا تنقیدی نگاہ سے مطالعہ شروع کیا تاکہ مجھے یہ معلوم ہو سکے کہ آیا یہ حق ہے یا باطل؟ لیکن اس وقت میں حیر ومسرت کے ملے جلے جذبات میں ڈوب کر رہ گئی جب میں نے دیکھا کہ اسلام کا عقیدہ تو نہایت واضح، روشن اور صاف ستھرا ہے اور اس کے اندر حدا کا جو تصور ہے وہ بھی بے غبار ہے یعنی (اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ) تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے۔

مطالعہ کے بعد مجھے ایک طرح کی ذہنی آسودگی اور قلبی وذہنی سکون حاصل ہوا اور جو سوالات میرے حاشیہ ذہن پر گردش کر رہے تھے، قرآن میں مجھے ہر ایک کا تسلی بخش جواب مل گیا، اس کے بعد تو میں نے قرآن پاک اور دیگر اسلامی موضوعات کے مطالعہ کو اپنا محبوب مشغلہ بنا لیا اور اسلام کو گہرائی سے سمجھنے کے لئے اچھی طرح مطالعہ کیا، چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے مقدس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت اور اسلامی تاریخ کا بھی مطالعہ کیا، اسلام نے صنف نازک کو جو مقام ومرتبہ اور حقوق صدیوں

سے دے رکھے ہیں، اس نے میری نگاہوں کو خیرہ کر دیا جب کہ امریکہ میں عورتوں کو اپنے حقوق کی بازیابی اور برابری کے مطالبے کی تاریخ چند سالوں سے زیادہ نہیں۔

اس کے بعد دوسرا قدم میں نے یہ اٹھایا کہ مسلم مردوں، عورتوں اور ان کے عائلی وخانگی زندگی کا تجزیہ کرنا شروع کیا اور امریکہ کی اور ان کی معاشرتی واجتماعی زندگی کا تقابل وموازنہ کیا اور یہ بھی میری خوش قسمتی ہے کہ حسن اتفاق سے میری ملاقات بعض دیندار اور شریف مسلم گھرانوں سے ہوئی، ان کے طریقۂ زندگی، طرز معاشرت، خانگی آداب، بچوں کی نگہداشت اور ان کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ دیکھ کر میں مسحور ہوئی، میں نے دیکھا کہ میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے سے پیار ومحبت کا معاملہ کرتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتا ہے اور اس کا بالمقابل جو بھی کام کرتا ہے اسے قدر واحترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور یہ وہ بات ہے جو امریکہ کے بیشتر گھرانوں میں عنقا ہے۔

عورت مردوں سے کمتر نہیں

سوال: آپ یہ بتائیں اسلام میں عورتوں کے ساتھ جو احکام مخصوص ہیں ان میں کون سا حکم آپ کو سب سے زیادہ پسند آیا؟

جواب: حجاب، کیونکہ مجھے مکمل یقین اور اطمینان ہے کہ عورت کا اپنے جسم کو ڈھکا رکھنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ مردوں سے کمتر ہے، بلکہ یہ اس کے تحفظ اور احترام واکرام کا خاص حق ہے، اس طرح اسلام مطلقہ عورتوں کو خاص مدت تک نفقہ دیتا ہے اور مزید اسے شوہر کے گھر میں رہنے کی اجازت بھی دیتا ہے۔ اگر امریکہ میں ایسا ہوتا تو ہزاروں مطلقہ عورتوں یوں بے گھر دربدر ماری ماری نہ پھرتی، پھر یہ کہ اسلام نے عورتوں کی اصلی ذمہ داریوں کی بھی وضاحت کے ساتھ تجدید کی ہے، مثلاً یہ کہ وہ

اپنے گھر اور بال بچوں کی نگہداشت کرے، کیونکہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وقت دینا دراصل تہذیب وتمدن کی تعمیر وترقی کے مترادف ہے بصورت دیگر بچے شتر بے مہار کی طرح بلا کسی تربیت کے پرورش پائیں جیسا کہ آج کل امریکہ میں عام طور سے دیکھنے کو ملتا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں ہم امریکہ کے معاشرہ میں کس طرح اسلامی دعوت دے سکتے ہیں؟

جواب: امریکیوں کے نزدیک اسلام کا تصور نہایت ہی گھناؤنا اور مسخ شدہ ہے جو بہت حد تک سیاست سے جڑا ہوا ہے، ذہنی طور سے وہ اسلام کو ایک جنگجو اور لڑاکا مذہب گردانتے ہیں جو ہمیشہ آمادہ قتل وخونریزی اور آمادہ دہشت و بربریت ہوتا ہے، چنانچہ وہ کبھی بھی اسلام کو ایک نظام حیات کے طور پر نہیں دیکھتے، اس لئے ہمارے لئے سب سے زیادہ جو ضروری ہے وہ یہ کہ ہم انہیں اسلام کا ہر زاویہ سے تعارف کرائیں اور انہیں یہ بتائیں کہ اسلام ایک مکمل ہمہ گیر نظام حیات ہے اور ان کے سامنے عملی زندگی میں اچھا نمونہ پیش کریں اور ہم تمام مسلمان اپنے خاندانوں کی عمارتیں اسلامی اصولوں کی بنیادوں پر استوار کریں۔

☆☆☆

دنیا کی بہترین دولت
نیک اور صالح عورت ہے

عورت اگر بیوی کے روپ میں ہو تو اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اچھا اور بہتر انسان قرار دیا ہے۔

”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلَ الْمُوْمِنِیْنَ اِیْمَاناً اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِیَارُكُمْ خِیَارُكُمْ لِنِسَآءِ هِمْ“ (ترمذی ابواب النکاح، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم میں کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو“۔

غرضیکہ عورت جس روپ و جس شکل میں بھی ہو، اس کا ایک مقام ہے۔ عورت اگر اپنے اندر تقویٰ و صالحیت کی صفت پیدا کر لے تو وہ کائنات کی بہترین متاع ہے۔

”عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلدُّنْیَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ“ (مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوری دنیا متاع اور سامان زیست ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک وصالح عورت ہے''۔

عورت کی دعا قبول ہوتی ہے

عورت کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے ایسی تاثیر رکھی ہے کہ جس چیز کے لئے بھی وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ ذیل کے چند واقعات سے اس بات کی تائید وتوثیق کی جاسکتی ہے۔

حضرت خولہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا جو ایک صحابیہ ہیں ایک مرتبہ ان کے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے صحبت کا ارادہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا، جس پر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے اور ''اَنْتَ عَلٰی کَظَهْرِ اُمِّـــیْ'' (تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے) کہہ کر ظہار کر لیا۔ اس وقت ظہار جاہلیت کے طلاق میں شمار کیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ اپنی حرکت پر بہت نادم وشرمندہ ہوئے اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بھی سخت پریشان ہوئیں، چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا پورا ماجرہ سنایا چونکہ ابھی تک اس کی (یعنی ظہار) کی بابت قرآن مجید میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لئے جاہلی اصول وضابطہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ظہار کو طلاق ہی سمجھا اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''تم اپنے شوہر کے لئے حرام ہو''۔ تفسیر احسن البیان کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ پر توقف فرمایا، جس پر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث وتکرار کرنے لگیں، اور اپنے مسئلہ کے حل کے لئے رونے اور عاجزی کرنے لگیں، چنانچہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورہ مجادلہ کا نزول فرما کر ان کے مسئلہ کو حل کر دیا۔

حضرت امام (محمد بن اسماعیل) بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ بڑی عابدہ اور صاحب کرامات تھیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، رونا اور عاجزی کرنا، ان کا خاص حصہ تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کی دعاء

امام بخاریؒ کی آنکھیں صغرسنی میں خراب ہوگئی تھیں، بصارت جاتی رہی۔ اطباء علاج سے عاجز آگئے، ایک رات حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرمارہے ہیں کہ تمہارے رونے اور دعا کرنے کی وجہ سے تمہارے بیٹے کی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے درست کردیں، وہ کہتی ہیں کہ جس شب کو میں نے خواب میں دیکھا اس کی صبح کو میرے بیٹے (محمد) کی آنکھیں درست ہوگئیں اور روشنی پلٹ آئی اور وہ بینا ہوگئے۔ چنانچہ ابوعلی غسانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں۔

"کان محمد بن اسماعیل قد ذهب بصره فی صباه، وکانت له والدة متعبده فرأت ابراهیم علیه السلام فی المنام، فقال لها: ان الله تبارک وتعالیٰ قد رد بصر ابنک بکثرة دعائک وبکائک قالت فاصحبت وقد رد الله علیه بصره.

صاحب سیرت بخاری رقمطراز ہیں: افسوس بینائی جانے کی کیفیت اور اس کا سبب مفصل معلوم نہ ہوسکا، لیکن بعد پلٹنے کے اس بینائی کی قوت اس درجہ پہونچی کہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے چاندنی راتوں میں "تاریخ کبیر" کا مسودہ لکھا۔

(سیرت بخاری، ص:۴۲، مولفہ علامہ عبدالسلام صاحب مبارکپوری)

یہ ہے ایک ماں کی روپ میں ایک عورت کے زبان کی تاثیر کہ ایک ناممکن چیز بھی ممکن ہوجائے، یعنی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی ختم ہوگئی تھی، اطباء علاج سے عاجز آگئے تھے، بینائی کے واپس ہونے کی بظاہر کوئی آثار نہیں تھے، لیکن حضرت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے اپنی زبان اور دعاؤں میں ایسی تاثیر پیدا کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ عورت کی دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے اسی طرح اس کی بددعا کو بھی قبول فرماتا ہے۔ جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو نقل کیا ہے۔ جس کا ترجمہ پیش ہے:

حضرت جریج کی والدہ کی بددعاء

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کریت ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''مہد اور گھوارہ میں تین بچوں نے گفتگو کی۔ (ایک) حضرت عیسیٰ بن مریم ہیں اور (دوسرے) جریج ہیں۔ جریج ایک عابد وزاہد آدمی تھے۔ انہوں نے ایک عبادت خانہ بنا رکھا تھا اور اسی میں ہمیشہ عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ (ایک مرتبہ) اسی میں تھے کہ ان کی والدہ (ان سے ملنے) آئیں اور وہ نماز پڑھ رہے تھے، والدہ نے کہا اے جریج! جریج نے کہا کہ اے میرے رب! میری ماں اور میری نماز (یعنی میں نماز میں ہوں، میری ماں مجھے آواز دے رہی ہے، میں کس کو اختیار کروں چنانچہ) وہ اپنی نماز میں مصروف رہے۔ وہ لوٹ گئیں دوسرے دن پھر آئیں تو اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے، والدہ نے جریج کو آواز دی مگر انہوں نے نماز ہی کو اختیار کیا۔ چنانچہ والدہ نے آواز دی۔ اے جریج اس بار بھی انہوں نے نماز کو ترجیح دی۔ چنانچہ ان کی والدہ نے بددعا کی کہ اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک کہ یہ فاحشہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے یعنی ان کے ذریعہ بدنام وذلیل ورسوا نہ ہوجائے۔ (بعض روایتوں میں ہے کہ اگر ان کی والدہ ان کے حق میں یہ بددعا کردیتیں کہ وہ اس فتنہ یعنی بدکاری میں مبتلا ہوجائیں تو وہ ضرور ہوجاتے۔) بنی اسرائیل میں حضرت جریج اوران کی عبادت کا بڑا چرچا تھا۔ (بنی اسرائیل میں) ایک فاحشہ عورت تھی جس

کے حسن وخوبصورتی کی مثال دی جاتی تھی۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں اس (جریج) کو فتنہ میں مبتلا کر دوں چنانچہ اس نے اپنے آپ کو جریج پر پیش کیا مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جریج کے عبادت خانہ میں رہتا تھا اور اپنے آپ کو اس چرواہے کے حوالے کر دیا (جس کی وجہ سے وہ حمل سے ہوگئی) جب بچہ جنا تو کہا کہ یہ بچہ جریج کا ہے۔ لوگ جریج کے پاس آئے اور ان کو عبادت خانہ سے نیچے اتارا اور ان کے عبادت خانہ کو منہدم کر دیا اور ان کو مارنے لگے۔ جریج نے کہا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ تم نے اس فاحشہ سے بدکاری کی ہے اور تمہارے ذریعہ سے بچہ پیدا ہوا ہے۔ جریج نے کہا کہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ بچے کو ان کے پاس لائے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے نماز پڑھنے دو۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو بچے کو لے کر اس کے پیٹ میں ہلکی سی مار ماری اور پوچھا کہ اے بچہ تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے کہا کہ (میرا باپ) فلاں چرواہا ہے۔ (یہ جان لینے کے بعد کہ جریج بدکار نہیں ہیں) لوگ ان کا بوسہ لینے لگے۔ ان کو چھونے لگے اور کہا کہ ہم آپ کے عبادت خانہ کو سونے سے بنا دیں، جریج نے کہا کہ سونے کی بنانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اسے ویسے ہی مٹی سے بنا دو جیسے پہلے تھا۔ چنانچہ لوگوں نے عبادت خانہ مٹی سے بنا دیا۔

مذکورہ واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ماں کے روپ میں ایک عورت کی زبان میں کتنی تاثیر ہوتی ہے کہ دعا تو دعا اگر وہ اپنی اولاد کے لئے بددعا بھی کر دے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے۔ ایک عورت کے لئے اس سے بڑھ کر خوش نصیبی اور شرف ومنزلت کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ اس امت کی ایک عظیم وجلیل القدر خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام بھیجا تھا۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے: جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کا سلام

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ حضرت خدیجہ تشریف لا رہی ہیں۔ ان کے ساتھ ایک برتن ہے جس میں سالن ہے، جب وہ آپ کے پاس تشریف لائیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے سلام عرض کیجئے اور میری طرف سے بھی اور انہیں جنت میں ایک گھر کی بشارت وخوشخبری سنادیجئے''۔ مذکورہ حدیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں ایک عورت کی حیثیت اور مقام ومرتبہ کیا ہے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم خاتون کو سلام بھیج رہا ہے تو اللہ کا سلام پہونچانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو میری طرف سے بھی سلام عرض کیجئے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو ذلت ورسوائی کے دلدل سے نکال کر عزت وسربلندی کا مقام عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بار الٰہی عورتوں کو اپنا مقام ومرتبہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

سوئٹزرلینڈ میں

نقاب وحجاب کے استعمال کی اجازت

ابھی سال بھر کا عرصہ بھی نہیں گذرا، عالمی منظر نامہ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ مغرب نے حجاب اور نقاب کے استعمال پر کیسا ہنگامہ بپا کیا تھا، اور وہاں کی مختلف پارلیمنٹ نے اس کی ممانعت پر ووٹنگ کے بعد قرارداد اور تجاویز پاس کئے تھے، لیکن آہستہ آہستہ یہ واقعات پردہ کے پیچھے چلے گئے، اس لئے کہ مغرب کی نومسلم خواتین نے خود اس کے خلاف احتجاج کیا کہ نقاب اور حجاب میں عورتوں کے لئے جو تحفظ کا سامان ہے وہ کسی لباس میں نہیں ہے، اس لئے ان کے استعمال پر خواتین کو مکمل آزادی دی جائے وہ اپنی حفاظت کے لئے جو لباس مناسب سمجھیں استعمال کرسکتی ہیں، ان ہی میں اسلامی حجاب بھی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حجاب کے استعمال کا حکم خود اللہ رب العزت نے آخری آسمانی کتاب ''قرآن مجید'' میں بڑی تاکید کے ساتھ دیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس پر عمل کرکے ایک ایسا اسلامی اور صالح معاشرہ زمین پر برپا کیا کہ آج تک دنیا

اس کی ادنیٰ مثال بھی پیش کرنے سے قاصر ہے اس میں عورتوں کی حفاظت کا مکمل انتظام ہے وہ غیروں کی ہوسناک نگاہوں سے کلی طور پر محفوظ رہتی ہے، اس سلسلہ میں اب حکومتوں نے اپنے قوانین میں نرمی لانی شروع کر دی ہے، سوئٹزر لینڈ کی حکومت نے جو تازہ تجویز منظور کی ہے، اس کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ:

سوئٹزر لینڈ کی پارلیمنٹ میں عوامی مقامات میں نقاب اور حجاب استعمال کرنے کے تعلق سے ووٹنگ ہوئی جس میں نقاب استعمال کرنے کی تائید میں ۹۳ فیصد ووٹ پڑے جب کہ اس کے خلاف ۸۷ فیصد ووٹ سامنے آئے اس سے پہلے سال گذشتہ مارچ کے مہینے میں یہاں کی پارلیمنٹ کی طرف سے حجاب پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ حجاب پہننے سے ملک کی توہین ہوتی ہے، لیکن ملک کے وزیر خارجہ نے کہا یہ فیصلہ زیادتی پر مبنی ہے اور اسلامی و عربی ممالک سے یہاں آنے والے زائرین اس کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں مزید یہ بھی کہا گیا کہ آج کے ماحول میں روزمرہ کے استعمال میں اس طرح کے لباس کو ہٹایا نہیں جا سکتا، اس سے دینی اور مذہبی مشکلات سے مسلم معاشرہ تکلیف اور دشواری میں پڑ جائے گا اور پھر اسکے برے نتائج سامنے آئیں گے، اس لئے اس ملک میں رہنے والی اسلامی آبادی کو نقاب اور حجاب کے استعمال کی مکمل اجازت ہے، کسی طرح کی پابندی نہیں۔

☆☆☆

مطلقہ عورت کی عدت پر تحقیق کے بعد

ایک یہودی سائنس داں کا قبول اسلام

دین اسلام دین فطرت ہے، اس کے اندر انسانی طبیعت اور فطرت کی بھرپور رعایت رکھی گئی ہے، اسلام کے شرعی اور اخلاقی تمام احکام عقل وفطرت کے عین مطابق ہیں، آج کی نئی دنیا تو ہر آن اسلام کے خلاف کوئی نہ کوئی فتنہ بپا کرنے، اس کے دامن کو داغدار کرنے اور اس کی صاف وشفاف شریعت وقوانین کو بدنام اور از کار رفتہ ثابت کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ لیکن یہ بھی اسی حکیم وعلیم رب ذوالجلال کا معجزہ ہے کہ وہ ان ہی میں ایسے لوگوں کو پیدا کرتا ہے جو اپنے ہم مذہب وہم فکر قوم کی تکذیب اور اسلامی احکام وشرائع کی تصدیق وتائید کرتے ہیں۔

دین فطرت کے مصالح میں ایک طلاق بھی ہے، یعنی اگر میاں بیوی میں ہم آہنگی نہ ہو پائے یا کوئی ایسی شرعی اور فقہی مجبوری پائی جائے جس کی بنیاد پر دونوں ساتھ نہ رہ سکتے ہوں تو دونوں خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جائیں، اس کے بعد وہ مطلقہ عورت دوسرے مرد سے اس وقت شادی نہیں کرسکتی جب تک کہ تین ماہ کی عدت

نہ گذار لے، اس کی مصلحت شریعت مطہرہ میں یہ ہے کہ اگر مطلقہ کے رحم میں اس شوہر کی کوئی علامت ہوگی تو واضح ہو جائے گی تاکہ حمل کی صورت میں نسب کی تعین آسان ہو جائے، ورنہ اگر اس کے بغیر اجازت دیدی جائے تو سابق اور موجودہ شوہروں کے مابین نسب کی تعین بہت مشکل ہو جائے گی، تین حیض آجانے کی صورت میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سابق شوہر کا کوئی حصہ اب مطلقہ کے رحم میں نہیں ہے۔

مطلقہ کی عدت تین ماہ رکھی گئی ہے

قرآن مجید اور احادیث شریفہ اور فقہ کی کتابوں کی اس کی مکمل تفصیل موجود ہے، یہ بات جب ایک یہودی سائنس داں کے سامنے لمبی تحقیق کے بعد کھل کر آئی تو وہ فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور قرآن مجید کو کتاب الٰہی اور معجزۂ ربانی تسلیم کرلیا۔ رحم مادر میں جنین کی پرورش و پرداخت کے متعلق تحقیق کے بعد سائنس داں رابرٹ گیلہم نے اس وقت اسلام قبول کرلیا جب قرآنی آیتوں نے طلاق شدہ عورت کی عدت کے تعلق سے اس کے ذہن و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، نومسلم سائنسداں جس نے اپنی ساری عمر ایسی تحقیقات میں گذار دی جو میاں بیوی کے جسمانی تعلق قائم ہونے کے بعد حمل قرار پانے سے متعلق ہوتے ہیں اور بڑی محنت، طلب و جستجو اور تحقیق کے بعد اس نتیجے تک پہونچا کہ مرد کی منی کا اثر عورت کے رحم سے تین مہینے کے بعد زائل ہو جاتا ہے۔

مصر کے ڈاکٹر عبدالباسط محمد نے کہا کہ سائنسداں نے جنین کے سلسلے میں بڑی تحقیق کی اور سائنسی حقیقت کو جاننے کے بعد قرآنی آیات کے اعجاز کا قائل ہو گیا جس میں مطلقہ کی عدت تین مہینے رکھی گئی ہے، انہوں نے یہ بھی کہا کہ سائنسداں سائنسی اور مادی دلائل کی بنیاد پر مطمئن ہوئے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میاں بیوی

کے باہم ملنے کے بعد عورت کے رحم میں مرد کا اثر رہتا ہے اور ہر مہینے جماع نہ ہونے کی صورت میں اس کا خاص حصہ ختم ہوتا رہتا ہے اور تین مہینے کے بعد مرد کی منی کا اثر مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تین مہینے کے بعد مطلقہ عورت دوسرے مرد سے شادی کے لائق ہو جاتی ہے۔

اس حقیقت کو جاننے کے بعد یہودی سائنسداں نے امریکہ میں رہنے والی مسلم خواتین کا جائزہ لیا جس سے ان کو معلوم ہوا کہ مسلم عورتوں کے رحم میں صرف ان کے شوہروں کا ہی اثر ہے جب کہ امریکی عورتیں دو سے تین شوہروں کی علامت رکھتی ہیں، جس کا واضح اشارہ اس طرف ہے کہ امریکی خواتین شوہروں کے علاوہ غیر مردوں سے بھی جنسی تعلق رکھتی ہیں۔

سائنسداں اس حقیقت کو جاننے کے بعد اس وقت حیران رہ گیا جب اس نے اپنی بیوی کا جائزہ لیا اور پتہ چلا کہ اس کے رحم میں تین مردوں کا اثر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خود اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ خیانت کرتی رہی ہے اس تحقیق کے بعد اس کو اطمینان ہو گیا کہ دین اسلام ہی وہ اکیلا مذہب ہے جو خواتین اور معاشرے کے تحفظ کا ضامن ہے اور یہ کہ اس روئے زمین پر مسلم خواتین ہی ہر طرح سے پاک دامن رہتی ہیں۔

☆☆☆

انڈونیشیا میں عریاں ویب سائٹس پر پابندی

آج دنیا میں جس قدر نئے وسائل وذرائع ایجاد ہوکر منظر عام پر آگئے ہیں آج سے سو برس پہلے کا انسان اس کی وسعت اوراثر انگیزی کا اندازہ بھی نہیں کرسکتا تھا، ان وسائل وذرائع میں سب سے موثر اور سحر انگیز ذریعہ انٹرنیٹ ہے، یہ بظاہر کوئی مضر ایجاد نہیں ہے اگراس کا استعمال ضروریات کی تکمیل اور تعمیری کاموں میں کیا جائے، لیکن دیکھا یہ جاتا ہے کہ جیسے ہی کوئی نئی ایجاد آتی ہے لوگ بالخصوص نوجوان نسل اس کے منفی استعمال کی عادی ہوجاتی ہے اور پھر اپنی دنیا وعاقبت برباد کربیٹھتی ہے۔ آج کی نئی دنیا میں انٹرنیٹ کے ذریعہ کس قدر علمی، دینی، دعوتی، مواصلاتی، تجارتی اور تعمیری فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں، ان کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مگراس سب کے ساتھ نوجوان نسل خاص طور پراس کے غلط استعمال کی طرف راغب ہورہی ہے، اور ہر طرح سے اپنا نقصان کررہی ہے وہ کام جوازروئے شریعت ایک صاحب ایمان کے لئے قطعاً جواز کی گنجائش نہیں رکھتے، کے علاوہ ان کو عقل سلیم بھی جائز نہیں کہتی ہے۔ گذشتہ دنوں پوری دنیا نے دیکھا کہ اسی انٹرنیٹ کے ذریعہ دین اور پیغمبر اسلام کی شان میں کس ڈھٹائی وبیباکی کے ساتھ گستاخی کی گئی اور پوری

اسلام دشمن لابی اس پر خاموش رہی۔ اس لئے آج تربیت کے نقطہ نظر سے یہ از حد ضروری ہے کہ اولاد کی نقل وحرکت پر مکمل نظر رکھی جائے اور دیکھا جائے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ خفیہ طور پر ایک ہی چھت کے نیچے وہ سب کچھ ہورہا ہے کہ امت کے مستقبل کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے کافی ہے، انٹرنیٹ ایسا ذریعہ بن گیا ہے کہ آدمی اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، اور خلوت وجلوت ہر جگہ اور ہر حالت میں اس کا مثبت ومنفی استعمال کرسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں انڈونیشیا کی وزارت اطلاعات ومواصلات نے سال گذشتہ بھی عریاں اور فحش ویب سائٹس کو بند کر دیا ہے۔

ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ انڈونیشیا کی انفارمیشن منسٹری نے رمضان المبارک کے موقع پر ملک میں انٹرنیٹ کے ذریعہ استعمال کی جانے والی ایسی ایک ملین ویب سائٹ کو مٹادیا ہے جن کے ذریعے ملک میں عریانیت اور بے ہودگی پھیل سکتی ہے۔

اس موقعہ پر وزیر برائے انفارمیشن نے اپنے بیان میں کہا کہ رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر اس قسم کی عریانیت کو فروغ دینے والی ویب سائٹس کو بلاک کرنے کا معنی یہ نہیں کہ ماہ مبارک کے اختتام پر اس کو دوبارہ کھول دیا جائے گا بلکہ اس قسم کی ویب سائٹس ہمیشہ کے لئے بند کر دی گئی ہیں۔

یاد رہے کہ اس وزارت کی جانب سے گزشتہ سال بھی عریانیت کو فروغ دینے والی دوملین سائٹس کو بند کیا جاچکا ہے۔ امید ہے کہ بیرون ملک سے چلائی جانے والی اس قسم کی سائٹس پر مکمل پابندی لگادی جائے گی۔

☆☆☆

ایک مسلم خاتون کو پانچ ملین ڈالر کا معاوضہ

دین اسلام نے عورتوں کو تحفظ کے لئے قرآن کریم میں جو ہدایات دی ہے ان میں حجاب ہے، حجاب سے عورت غیروں کی ہوسناک نگاہوں سے محفوظ ہوجاتی ہے اوراس کی عزت وآبرو محفوظ ہوکر صرف اورصرف اس کے شوہر کے لئے خاص ہوجاتی ہے، آج مغرب میں جس قدر آزاد خواتین اسلام کے آغوش میں پناہ لے رہی ہیں ان کے بیانات اور تاثرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام قبول کرنے کے بعد ان کو سب سے زیادہ تحفظ کا احساس حجاب میں ہوتا ہے۔

امریکہ کی ایک کمپنی میں برسر روزگار ایک عورت نے قبول اسلام کے بعد جب حجاب کا استعمال شروع کیا تو اس کے ذمہ داران اور ممبران کی طرف سے اس کو مختلف طرح کی اذیتوں کا سامنا ہوا، اس عورت نے اس کی شکایت عدالت میں کی اوراس کو عدالت نے نفسیاتی تکلیف دینے کی وجہ سے جرمانہ کے طور پر ۵ملین ڈالر ادا کرنے کا حکم دیا۔ ''الرابطہ'' کی رپورٹ کے مطابق امریکہ کی ایک عدالت نے یہ فیصلہ سنایا کہ ایک عورت کو پانچ ملین ڈالر دیا جائے جو قدیم مذہب عیسائیت کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کرچکی ہے اس وجہ سے کہ ایک کمپنی (AT&T) نے اسلام قبول کرنے کے بعد

اس خاتون کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کیا۔ ۴۱ سالہ سوزان بشیر نے عدالت میں مقدمہ پیش کیا کہ ۲۰۰۵ء میں اسلام قبول کرنے کے بعد سے آج تک اس کو طرح طرح کی امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

سوزان کی وکیل نے عدالت میں کہا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد جب سوزان حجاب پہننے لگی اور جمعہ کی نماز میں حاضر ہونے لگی، تو کمپنی کے ذمہ داران اور دیگر کارکنان نے اس کو دہشت گرد کہنا شروع کردیا اور کہا کہ یہ جہنم میں ضرور جائے گی، مقدمہ کے مطابق کمپنی کے ایک ذمہ دار نے سوزان سے بار بار حجاب اتارنے کو کہا اور حجاب کی وجہ سے اس کی بے عزتی بھی کی اور ایک بار تو حد ہوگئی کہ اس نے سوزان کے سر سے حجاب کو پھاڑنے کی کوشش بھی کی۔

سوزان نے سب سے پہلے حقوق انسانی تنظیم سے شکایت کی پھر سرکاری طور پر مقدمہ دائر کیا، ۲۰۱۰ء میں اپنی ملازمت کی سماعت اور گواہی کے بعد عدالت نے کمپنی کو پانچ ملین ڈالر سوزان کے ساتھ امتیازی سلوک کے عوض میں ادا کرنے کا فیصلہ سنایا، اسی کے ساتھ ساتھ سوزان کے ذاتی خسارہ کو دور کرنے کے لئے خطیر معاوضہ ادا کرنے کا بھی حکم دیا۔

☆☆☆

میں تو بس تم سے اسلام چاہتی ہوں

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ عجیب ہے، یہ اپنے نکاح سے پہلے اسلام لا چکی تھیں، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ جو بعد میں ان کے شوہر ہوئے، اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کفر کی حالت میں انہیں شادی کا پیغام دیا، اس کے جواب میں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: ابو طلحہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم نے ایک ایسی لکڑی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جو زمین سے اگی ہے اور اسے فلاں قبیلے کے ایک حبشی شخص نے گڑھا ہے؟ "ہاں میں جانتا ہوں" ابو طلحہ نے کہا، کیا تمہیں ایسی لکڑی کو معبود قرار دیتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ تم جیسے آدمی کا پیغام رد نہیں کیا جا سکتا، لیکن میں مسلمان ہو چکی ہوں اور تم ابھی کافر ہو، اگر تم اسلام لے آؤ تو مجھے اسکے سوا کوئی مہر نہیں چاہیئے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ لیکن تم تو اس مرتبے کی عورت ہو کہ یہ تمہارا مہر نہیں بن سکتا، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پھر میرا مہر کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے پوچھا: سونا چاندی! ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: لیکن مجھے نہ سونا چاہیئے نہ چاندی، میں تو تم سے بس اسلام چاہتی ہوں، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ سن کر

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام گھر کر گیا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ صحابہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تشریف فرما تھے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تمہارے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ ان کی آنکھوں کے درمیان اسلام کا نور چمک رہا ہے۔ اس کے بعد ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ان کیساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئیں۔ (مولانا محمد تقی عثمانی رتراشے)

☆☆☆

کیا بیویاں بھی ظالم ہوسکتی ہیں؟

حضرت مولانا حقیق الرحمٰن صاحب ماہنامہ ریاض الجنۃ میں لکھتے ہیں کہ مشہور یہی ہے کہ طاقتور کمزور پر اور سردار اپنے ماتحتوں پر ظلم کیا کرتے تھے، لیکن مخفی نہ رہے کہ کبھی اس کے برخلاف کمزور طاقتور پر اور ماتحت اپنے سردار پر ظلم کر دیا کرتے ہیں، شوہر کا ظالم ہونا آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے، مگر بیوی کا ظالم ہونا وضاحت طلب ہے، جو کہ سطور ذیل سے صاف ہوجائے گا۔ جائز امور میں شوہر کی بات نہ ماننا جو حق شریعت نے اس پر واجب کیا ہے اسے ادا نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مرد عورتوں کے نگراں ہیں، اس وجہ سے کہ ان میں سے بعض کو بعض پر اللہ نے فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں وہ ہیں جو اللہ سے رجوع کرنے والی اور غیر موجودگی میں حفاظت کرنے والی ہیں۔ (نساء) نبی ﷺ نے فرمایا: جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کرے، پھر اس سے خفا ہو کر شوہر رات گذارے تو صبح تک اس عورت پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ (بخاری) شوہر کی نافرمانی یہ بھی ہے کہ اسکی جائز خدمت سے دور رہے، حاصل یہ کہ شوہر کے حق سے منھ موڑنا یا اس کی جائز خدمت سے انکار کرنا ظلم ہے۔

ان صورتوں میں عورت موردِ عتاب ہوگی

شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نکلنا بھی ظلم ہے، کیونکہ شوہر کی اطاعت میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ نکلے، ہاں! اگر کسی جگہ کے بارے میں معلوم ہو کہ وہاں جانے کے لئے شوہر کی اجازت رہتی ہے تو یہ مخالفت کے زمرے میں نہ آئے گا، اسی طرح عورت کسی دوسرے کو شوہر کی بغیر اجازت اپنے یہاں آنے کی اجازت دے یہ بھی نادرست ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارا حق ان (عورتوں) پر یہ ہے کہ تمہارے بستر پر ایسے شخص کو اجازت نہ دیں ،جس کو تم ناپسند کرتے ہو، اور نہ تمہارے گھر میں اسے اجازت دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ (ترمذی وقال حسن صحیح)

شوہر کے ساتھ اچھی طرح نہ رہنا اور اس کی بے ادبی کرنا یا اسے کسی طرح کے رنج وغم میں مبتلا کرنا ان تمام صورتوں میں عورت موردِ عتاب ہوگی اور وہ ظالم شمار ہوگی۔

بلا عذر شرعی شوہر کو اپنے اوپر قدرت نہ دینا بھی مختلف وجوہ سے ظلم ہے، ایک تو شوہر کی نافرمانی، دوسرے ایسی صورت میں شوہر فحش اور گناہ میں پڑ سکتا ہے اور شوہر جو گناہ بھی کرے گا، عورت اس میں برابر کی شریک شمار کی جائے گی۔

کسی رنج وغم میں مبتلا کرنا جس طرح نادرست ہے، اسی طرح شوہر کی بغیر اجازت نفلی روزہ رکھنا بھی ظلم کے دائرہ میں آئے گا۔ اسی سلسلہ میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: شوہر کی موجودگی میں بلا اجازت عورت کے لئے روزہ رکھنا بھی جائز نہیں ہے اور بلا اجازت کسی دوسرے کو گھر میں آنے کی اجازت دینا بھی جائز نہیں ہے۔ (بخاری) کسی وقت ناپسندیدہ بات پیش آجانے کی صورت میں شوہر کے احسانات

اور اس کی طرف سے دی جانے والی چیزوں کا انکار کرنا بھی ظلم کے زمرہ میں شمار ہوگا۔ اسی کو نبی کریم ﷺ نے کفران العشیر کہا ہے۔ جب آپ سے پوچھا گیا، کیا عورتیں اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شوہر کی ناشکری اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں، اگر ان میں سے کسی کے ساتھ تم زمانے بھر احسان کرو پھر وہ تم سے کچھ (ناگوار) چیز دیکھ لیں تو کہتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے تمہاری طرف سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ (بخاری و مسلم)

شوہر کے ساتھ خیانت اور عزت و آبرو کو پامال کرنا ہے

بیوی میں حیا و شرم کی کمی اور دین میں کجی کی وجہ سے اس کا اجنبی مردوں کو دیکھنا یا ان کے سامنے بے پردگی اختیار کرنا یا ان سے بات میں نرمی اور لچک پیدا کرنا یہ سب ظلم اور گناہ سے بڑھ کر شوہر کے ساتھ خیانت اور اس کی عزت و آبرو کو پامال کرنا ہے۔ شوہر کے چھوٹے بچوں کی تربیت نہ کرنا ان کی صفائی وستھرائی اور غذا وصحت کا خیال نہ رکھنا بھی ظلم ہے، کیونکہ شوہر کسب معاش وغیرہ فرائض کی وجہ سے ممکن نہیں کہ ان امور میں بچوں کی نگہداشت کر سکے اور کرے گا تو اس کے دوسرے کاموں میں حرج پیدا ہوگا، جبکہ یہ ذمہ داریاں عورتوں پر عائد ہیں، اسی طرح شوہر اور اس کی اولاد کے درمیان لڑائی وغیرہ پیدا کرنا اور بچوں کے سینےم یں کینہ پیدا کرنا بھی ظلم میں شمار کیا جائے گا۔ بلا ضرورت شوہر سے بھاری خرچ کا مطالبہ کرنا جس کی وجہ سے شوہر قرض کے بوجھ تلے دب جائے اور بالآخر ادا نہ کر پانے کی صورت میں بے عزت ہو یا جیل میں چلا جائے، یہ سب بیوی کی حماقت اور ظلم سمجھا جائے گا۔ شوہر کے اہل و عیال یا دوسرے رشتہ داروں کے سامنے اس کی غیبت کرنا اس کے ساتھ ظلم ہے، اس لئے کہ غیبت ویسے بھی ناپسند ہے اور قرابت داروں میں اور بھی ناپسند ہوگا۔

بلاشرعی عذر طلاق کا مطالبہ

شوہر اور اس کے والدین یا بھائیوں ، بہنوں وغیرہ میں چغل خوری کرنا جو کہ قطع تعلق کا سبب ہو گا یہ بھی ظلم ہے۔

شوہر کی ذات یا اس کے گھر میں خلاف شریعت امور پر خاموش رہنا، شوہر کو بھلائی کا حکم نہ دینا اور برائی سے اسے نہ روکنا ظلم ہے اور سب سے بڑا ظلم یہ ہو گا کہ شوہر برے کاموں میں مبتلا ہو اور اس میں بیوی اس کی مدد کرے یا اس برائی پر اور ابھارے۔ (اللہ کی پناہ)

اپنے حقوق سے زیادہ بڑھ کر شوہر کے مال میں سے چوری کرنا یا اس پر اس طرح کا دباؤ ڈالنا کہ وہ نہ چاہتے ہوئے اپنے مال سے دست بردار ہو جائے یہ سب شوہر پر ظلم ہے۔ اور سب سے بری بات عورتیں عموماً جس کا سبب بنتی ہیں وہ ہے سامان لہو ولعب اور اسباب بربادی کا گھر میں لانے کا مطالبہ کرنا یا حرام لباس خود پہننا اور اپنی لڑکیوں کو پہنانا اور برائی و بے حیائی کے بازاروں اور شہروں میں بغیر محرم کے جانا یا ڈرائیور وغیرہ کے ساتھ تنہا ہونا شدید ظلم کے دائرہ میں آتا ہے۔

بغیر شرعی عذر کے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرنا (حالانکہ شوہر اسے نہ ستاتا ہو اور نہ کوئی حق تلفی کرتا ہو) یا اسے برا بھلا کہنا اور اس پر حسب ونسب یا خاندانی وغیرہ کسی طرح کی بڑائی جتلانا ظلم ہوگا، نبی ﷺ نے فرمایا: جو عورت بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو (بھی) حرام ہوگی۔ (ابوداؤد وصححہ ابن خزیمہ وابن حبان)

☆☆☆

نیک بیوی کی عمدہ صفات

سب سے اہم بات یہ کہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق رشتہ کے انتخاب میں خواہ وہ لڑکے کا انتخاب ہو یا لڑکی کا دینداری کو ترجیح دینی چاہئے، درج ذیل میں مثالی و نیک بیوی کی چند خوبیاں بیان کی جارہی ہیں!

شوہر کی فرماں برداری کرے: ارشاد ربانی: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ. (النساء:۳۴) "نیک عورتیں وہ ہیں جو فرماں بردار اور خاوند کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت میں (مال و آبرو) کی حفاظت کرنے والی ہیں"۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا سب سے بہترین عورت کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ عورت جب شوہر اسے دیکھے تو خوش کر دے اور جب شوہر حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اپنی جان و مال میں شوہر کا ناپسندیدہ کام نہ کرے اور اس کی مخالفت نہ کرے"۔ (سلسلۃ صحیحۃ للالبانی)

حصین بن محصن سے روایت ہے کہ مجھے میری پھوپھی نے بتایا کہ میں کسی کام سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے پوچھا یہ کون عورت ہے؟ کا شوہر والی ہے؟ میں نے کہا ہاں پھر آپ نے پوچھا شوہر کے ساتھ تمہارا رویہ کیسا

ہے؟ میں نے کہا: میں نے کبھی اس کی اطاعت اور خدمت میں کسر نہیں چھوڑی سوائے اس چیز کے جو میرے بس میں نہ ہو پھر آپ نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ تم اس کی نظر میں کیسی ہو، یاد رکھو وہ تمہاری جنت اور جہنم ہے"۔ (مسند احمد)

عورت کی محبت کا حق دار اس کا شوہر

عورت کی محبت اور اس کی اطاعت کا سب سے زیادہ حقدار شوہر ہے، اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ صلاۃ عبادت کی نہایت اعلیٰ قسم ہے اور سجدہ اس کی چوٹی ہے لیکن شریعت نے شوہر کا مقام و مرتبہ واضح کرنے کیلئے اتنی اونچی مثال بیان کی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ کُنْتَ اٰمِرَ اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتَ الْمَرْأَۃَ اَنْ یَّسْجُدَ لِزَوْجِھَا. (سنن ترمذی و مسند احمد و مستدرک حاکم) "اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں بیوی کو شوہر کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا"۔ پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے عورت اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے شوہر کا پورا حق ادا نہ کرے حتی کہ شوہر اگر اسے بلائے اور وہ سواری پر ہو تب بھی اپنے آپ کو نہ روکے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جس شوہر کو عورت سے تکلیف پہنچتی ہے جن کی حوریں اسے بددعا دیتی ہیں۔

یہ واضح رہے کہ مرد کی اطاعت صرف جائز کاموں میں ہوگی، حرام کاموں میں اس کی مخالفت ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَّۃِ الْخَالِقِ. "اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی"۔

ستر و حجاب کی مکمل پابندی کرے۔ مسلمان عورت کے لئے پردہ اسلام کی خصوصیات اور اس کے محاسن میں سے ہے پردہ میں مسلمان عورت کی عزت و ناموس کی

حفاظت ہے، پردہ ایک رحمت ہے، اسلام نے عورت کو انتہائی بیش قیمت متاع قرار دیا ہے اس لئے اس کی حفاظت وصیانت کا خصوصی اہتمام کیا ہے، زمانہ جاہلیت میں پردہ کا کوئی رواج نہیں تھا، پردہ صرف اور صرف اسلامی حکم ہے۔

شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے

شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی صوم نہ رکھے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ''کوئی عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر صوم نہ رکھے''۔ (صحیح بخاری)

شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: لَايَخْلُوَنَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانَ. ''جب بھی کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے''۔ (ترمذی صححہ الالبانی)

ایک مسلمان مرد کو بھی چاہئے کہ کسی اجنبی وغیر محرم عورت کے پاس اس کے شوہر کی غیر موجودگی میں نہ جائے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: لَا يَخْلُوَنَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ. ''کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ بغیر محرم کے تنہائی میں نہ ہو''۔ (بخاری ومسلم) شوہر کی اجازت کے بغیر کسی غیر محرم سے بات نہ کرے ارشاد ربانی ہے: يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفاً. (الاحزاب:۳۲) ''اے ازواج نبی ﷺ تم دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تمہیں خوف ہے۔ پس تم اپنی آواز میں لچک نہ پیدا کرو جس سے مریض دل انسان لالچ کر بیٹھے اور تم بھلی اور درست بات کرو''۔ عورت کی آواز بھی پردہ ہے وہ اجنبی مرد کے ساتھ ان شروط کے ساتھ بات کرسکتی ہے۔ (نمبر:۱) آواز میں لچک، شیرینی اور مٹھاس نہ ہو (نمبر:۲)

صرف بقدر ضرورت بات کرے۔ (نمبر:۳۰) پردے کی اوٹ سے بات کرے۔
ارشاد ربانی ہے:وَاِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ. (الاحزاب:۵۳)

''اور جب تم ان (ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اوران کے دلوں کے لئے کامل پاکیزگی ہے''۔

اس آیت میں گرچہ ازواج مطہرات سے خطاب کیا گیا ہے مگر یہ حکم امت کی ساری خواتین کو شامل ہے، جب امت کی ماؤں سے پردہ کے اوٹ سے مانگنے کا حکم دیا گیا ہے جب کہ وہاں شک وریب کی کوئی گنجائش نہیں تو وہ خواتین جنہیں یہ مقام وشرف حاصل نہیں ہے ان پر پردہ کرنا اورضروری معلومہوتا ہے۔ اکیلے عورت کا بازار جانا یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ بسا اوقات دوکان میں سیلس مین کے سوا کوئی نہیں ہوتا، پھراس سے ناجائز خلوت حاصل ہوجاتی ہے۔

کسی اجنبی مرد سے مصافحہ نہ کرے

شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے حتی کہ مسجد جانے کے لئے بھی البتہ شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ عورت کو مسجد جانے سے روکے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:''لاَ تَمْنَعُوْا اَمَاءُ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ''. ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو''۔کسی اجنبی مرد سے مصافحہ نہ کرے: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:''لَاَنْ يُّطْعَنَ فِيْ رَأْسِ اَحَدِكُمْ بِمَخْيَطٍ مِّنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمَسَّ اِمْرَاَةً لاَ تَحِلُّ لَهُ''. ''تم میں سے کسی کے سر کو لوہے کی سوئی سے کچو کے لگانا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی اجنبی عورت کو چھوئے''۔ (طبرانی صحیح الجامع) اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:
''اِنِّىْ لاَ اُصَافِحُ النِّسَآءَ اِنَّمَا قَوْلِىْ لِاِمْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ قَوْلِىْ لِمِائَةِ اِمْرَأَةٍ''.

''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، ایک عورت سے میرا کچھ کہنا سو عورتوں سے کہنے کے مرادف ہے''۔ (مسند احمد ترمذی)

شوہر سے حرام چیزوں کا مطالبہ نہ کرے

شوہر کے مال کی حفاظت کرے: نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ''. ''تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی''۔

شوہر سے اس کی طاقت اور اپنی ضرورت سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرے، اسے اس بات پر یقین ہونا چاہئے کہ اصل دل کی امیری ہے اور صبر وقناعت باعث سعادت ہے اگر عورت کا مقصد زیب وزینت ہی ہوجائے تو اس وقت ہلاکت یقینی ہوجاتی ہے۔ ایک بار نبی کریم ﷺ نے طویل خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا: بنو اسرائیل کی ہلاکت کا سبب یہ ہوا کہ فقیر کی بیوی بھی انہیں کپڑوں اور زیورات کا تکلف کرتی تھی جن کا امیر کی بیوی کرتی تھی۔ (سلسلۃ صحیحہ للالبانی)

شوہر سے حرام چیزوں کا مطالبہ نہ کرے۔ مثلاً فلم، ڈش وغیرہ۔ ''عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ بِقِرَامٍ عَلٰى سَهْوَةٍ لِيْ، فِيْهَا تَمَاثِيْلُ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَكَهٗ، وَقَالَ ا: شَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهِئُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ قَالَتْ فَجَعَلْنَاهُ وَسَادَةً اَوْ سَادَتَيْنِ''. ''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کسی سفر سے واپس ہوئے، میں نے کندہ تصویروں سے آراستہ ایک چادر سے گھر کی دیوار کو ڈھک رکھا تھا، جب اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی اس پر نگاہ پڑی تو آپ نے اسے نوچ کر پھینک دیا اور فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے شدید عذاب

ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی خلقت کی ہمسری کرتے ہیں، آپ فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے اس کے ایک یا دو تکیے بنا لئے"۔(متفق علیہ)

بیوی شوہر کی شکر گذار ہو۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ ایسی عورت کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے شوہر کا شکر ادا نہیں کرتی"۔(سلسلۃ صحیحہ) ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عورتو! تم صدقہ کرو میں نے جہنمیوں میں زیادہ تر تم کو دیکھا ہے، کسی نے پوچھا کیوں! فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری کرتی ہو"۔(صحیح بخاری) یاد رہے کہ شکر سے نعمتیں نہ صرف برقرار رہتی ہیں بلکہ مزید نعمتیں ملتی ہیں، جب کہ ناشکری انتقام وعذاب کا پیش خیمہ ہے۔

بچوں کی رضاعت اور پرورش کرے

بیوی شوہر کے والدین اور بہنوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، شوہر کے والدین اور بہنوں کی عزت وتکریم خود شوہر کی تکریم وعزت ہے۔

بچوں کی رضاعت اور پرورش کرے: "وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ "(سورۃ البقرۃ:۲۳۳) "مائیں اپنی اولاد کو مکمل دو سال دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرنے کا ہو"۔

صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو جہنم دکھائی گئی تو آپ نے کچھ ایسی عورتوں کو دیکھا جن کی چھاتیوں کو سانپ نوچ رہے تھے اور ڈس رہے تھے آپ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ بتایا گیا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں"۔(صحیح الترغیب والترہیب) ہاں اگر کوئی ماں مجبوری میں اپنا دودھ نہیں پلاتی ہے تو اس وعید کا وہ مستحق نہیں ہوگی۔ صبر ومشقت کے ساتھ بچوں کی دینی تربیت کرے۔ اور یہ مرد وعورت دونوں کیلئے ہے، دنیاوی چیزوں کیلئے اولاد پر غصہ ہونا درست نہیں

ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے اپنے اوپر بددعا نہ کرو اپنی اولاد پر بددعا نہ کرو اپنے خادموں پر بددعا نہ کرو، والدین کی دعا اور بددعا دونوں قبول ہوتی ہے۔

جب بچے سات سال کے ہو جائیں انہیں توحید و نماز کی تعلیم دی جائے، دس سال کے ہو جانے پر اگر نماز نہ پڑھیں تو ان کے ساتھ تادیبی کارروائی کی جائے، انہیں مارا جائے، لیکن افسوس ہے کہ گلاس ٹوٹ جانے پر ماں باپ اپنے بچوں کو ضرور مارتے ہیں لیکن جب بچہ نماز جیسی اہم عبادت ضائع کرتا پھرتا ہے تو کوئی نہیں مارتا اور نہ ہی اس پر غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں، المیہ تو یہ ہے کہ اس مجرمانہ کوتاہی و غفلت میں اصحاب جبہ و دستار بھی برابر کے شریک ہیں۔

عورت خوشبو لگا کر گھر سے نہ نکلے ایک صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایسی عورت کو زانیہ کہا ہے صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو عورت خوشبو استعمال کرے اسے مسجد میں نہیں آنا چاہئے۔

جنتی عورت کی پہچان

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ زَوْجَهَا قِيْلَ لَهَا اُدْخُلِ الْجَنَّةَ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتَ“.

”جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، ایک ماہ کا روزہ رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے، ایسی عورت سے کہا جائے گا جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ“۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنتی عورتوں کا حال نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا: ضرور اے اللہ کے

رسول ﷺ آپ نے فرمایا: وہ عورتیں بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی ہوتی ہیں جب وہ غصہ ہوتی ہیں یا انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا ان کا شوہر ان سے ناراض ہوجاتا ہے تو شوہر سے کہتی ہیں: یہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے اس وقت تک میری آنکھوں پر نیند حرام ہے جب تک آپ راضی نہ ہوجائیں۔ (سلسلۃ صحیحۃ)

مسنون عمل کو حرام کا ذریعہ نہ بنائیں

ماؤں اور بہنوں کے لئے یہ بھی ہماری نصیحت ہے کہ دوسری شادی سے اپنے شوہروں کو روک کر اللہ کی ناراضگی نہ مول لیں، اگر ہمارا کوئی بھائی دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کے درمیان حائل نہ ہوں اسے شادی کرنے دیں، وسعت قلبی کا ثبوت دیں، اپنی ان دینی بہنوں کے لئے کچھ سوچیں جو اس عظیم نعمت سے محروم ہیں، ان لوگوں کے لئے بھی ہماری نصیحت ہے جو دوسری شادی کر کے ایک مسنون عمل انجام تو دے لیتے ہیں لیکن عدل وانصاف سے کام نہ لے کر ظلم وزیادتی اور حرام کام کا مرتکب ہو رہے ہیں وہ اللہ کا خوف کھائیں، قیامت کے دن اللہ عزوجل کے روبرو حاضر ہونا ہے اور ہر چیز کا حساب دینا ہے۔

دوسری شادی عدل وانصاف کے ساتھ مشروط ہے، اگر عدل کرنے کا حوصلہ نہیں ہے تو بہتر ہے کہ دوسری شادی کے قریب نہ ہوجائیں، دوسری شادی زیادہ سے زیادہ مسنون ومستحب ہے، جب کہ ظلم وزیادتی کرنا حرام ہے، لہٰذا ایک مسنون عمل کو حرام کام کا ذریعہ نہ بنائیں ایسی بہت ساری مثالیں موجود ہیں جو دوسری شادی کر کے اپنے غلط کردار سے دوسری شادی کی بہت بڑی رکاوٹ بن گئے ہیں، اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت دے اور انہیں اپنی بیویوں کے درمیان عدل وانصاف اور ہر ایک کا حق دینے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین !!

ایمانی بصیرت اور تقویٰ شعار زندگی

ایمانی بصیرت اور تقویٰ شعار زندگی مرد و عورت دونوں کے لئے ضروری ہے لیکن معاشرہ کی اصلاح میں عورت کی پرہیز گاری کا زیادہ عمل دخل ہے۔ صحیحین کی ایک طویل روایت میں بنی اسرائیل کے تین افراد کا واقعہ مذکور ہے، جو ایک غار میں پھنس گئے تھے ایک شخص نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا کہ اسے اپنی چچازاد بہن سے محبت تھی وہ اس سے اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنا چاہتا تھا ایک بار قحط کے ایام میں وہ عورت اس کے پاس کچھ پیسے طلب کرنے آئی اس نے اس شرط پر ایک سو بیس دینار دیئے کہ وہ خود کو اس کے حوالہ کردے عورت نے مجبوری میں اقرار تو کرلیا لیکن جب یہ شخص حرام کام کے لئے آمادہ ہوا تو اس لڑکی نے اللہ کا واسطہ دے کر اس سے برائی سے دور رہنے کا مطالبہ کیا ایسے وقت میں لڑکی کی نصیحت اثر کر گئی اور وہ شخص اس سے علیحدہ ہو گیا اور پھر شادی کے ذریعہ اس نے اپنی آرزو پوری کی۔ اس واقعہ سے ایک مومن خاتون کی دینی بصیرت اور تقویٰ شعاری کا بہت بڑا سبق ملتا ہے اللہ کا خوف وڈر اور قیامت میں جوابدہی کا یہی پختہ یقین و ایمان اگر آج کے مسلم مرد و خواتین میں پیدا ہو جائے تو معاشرہ سے برائیوں کا وجود مٹ سکتا ہے اور سب لوگ عفت و عصمت، اطمینان و سکون اور امن و امان کی برکتوں سے مالا مال ہو سکتے ہیں۔

مثالی شوہر کی پہچان

۱- بیوی سے حسن سلوک کرنے والا بہترین شوہر ہے۔

۲- آزمائش اور مصیبت میں صبر کرنے والا بہترین شوہر ہے۔

۳- بیٹوں اور بیٹیوں کو دینی تعلیم دلانے اور اچھی تربیت کرنے والا بہترین شوہر ہے۔

۴-بیوی کے معاملہ میں درگذر کرنے والا نرمی سے کام لینے والا اچھا شوہر ہے۔
۵-بیوی اور بچوں پر خوشدلی سے خرچ کرنے والا اچھا شوہر ہے۔
۶-گھر کے کام کاج میں بیوی کا ہاتھ بٹانے والا بہترین شوہر ہے۔
آخر میں اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ ہم سب مسلمان مرد و عورت کو جنت نصیب فرمائے۔آمین!

☆☆☆

صلح وتقویٰ سے خیر کی راہیں کھلتی ہیں!

حضرت جُلیبب انصاری رضی اللہ عنہ صحابی رسول تھے۔ صورتاً یعنی ظاہری اعتبار سے ضرور ناتواں تھے اور غریب و نادار بھی تھے نہ خاندانی پس منظر تھا اور نہ شکل وصورت سے وجیہ وشکیل تھے۔ مگر قدرت نے معنوی و روحانی دولت سے سرشار و مالا مال کیا تھا۔ بے حد غریب، افلاس کی شدت وصعوبت برداشت کرتے تھے، جسم اور شکم کی سختی وتکلیف گوارہ کرتے مگر ہر ممکن اپنے اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ومعیت میں روحانی غذا سے خود کو سرشار وشادکام کر ازلی سعادت حاصل کرنے میں منہمک رہتے تھے۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ایک دن بیٹھے تھے۔ بڑی شفقت ومحبت سے شفیق اور رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جُلیبب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ جُلیبب تم شادی کیوں نہیں کرلیتے؟ انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بھلا مجھ سے کون شادی کرے گا۔ نہ شکل وصورت سے قابل قبول ہوں، غربت وافلاس کا مارا ہوں، گمنام ومعمولی خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ بھلا ایسے شخص سے کون اپنی بیٹی بیاہے گا! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔ چند ثانیوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنے پیارے صحابی سے یہی سوال کیا: جُلیبب! تمہاری شادی کی عمر ہوگئی ہے، تم شادی کیوں

نہیں کر لیتے ؟ انہوں نے پھر جواب دیا: یارسول اللہ ﷺ ! لوگ حسن و جمال، دھن و دولت یا پھر حسب و نسب شادی میں تلاش کرتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں میں ان میں سے ہر ایک سے تہی دست ہوں۔ بھلا مجھ سے شادی کون کرے گا؟ نبی کریم ﷺ پھر خاموش ہو گئے۔ کچھ ساعتوں بعد آپ ﷺ نے پھر وہی سوال دوہرایا اور صحابی رسول ﷺ نے وہی جواب دیا۔ آواز و انداز میں حسرت بھی تھی۔ افسردگی بھی، یاس بھی اور افسوس بھی...... بلاشبہ غربت و محرومی بھی عجیب چیز ہے! کبھی یہ سراپا حسرت اور زندگی کو صعوبت بنا دیتی ہے تو کبھی زندگی کی بنیادی ضرورت کے حصول کی راہ میں سخت مزاحم بھی..... کبھی ایسی ابتر حالت کہ سماج میں وہ مدحور اعتبار بھی نہیں ہوتا اور کبھی ایسا محتاج کہ جرم و گناہ پر آدمی مجبور........ اور ایسا تو عموماً کہ آدمی زندگی کی چھوٹی چھوٹی مسرتوں اور راحتوں کے لئے بھی ترستا رہتا ہے..... مگر آفاقی شریعت کی نگاہ میں ہر چند کہ اہل دنیا کے لئے اس کا یہ پہلو ضرور ہے مگر اللہ کی نظر میں یہ بہتوں سے بہتر، اللہ و رسول کے پیارے اور سماج کے خیر و برکت کے منبع ہوتے ہیں........ کتاب و سنت میں اس کے فضائل بے شمار ہیں..... عملی زندگی میں بھی بہ ظاہر جو فرق ہو مگر بباطن اول سراپا اضطراب ہے تو دوم سراپا سکوں اور یہ فرق کوئی معمولی نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا فلاں صحابی کو میرا اسلام کہنا

بہر حال حضرت جُلیبب رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے تیسری مرتبہ وہی جواب ملنے کے بعد فرمایا کہ تم فلاں انصاری صحابی کے گھر جاؤ اور میرا اسلام عرض کرنے کے بعد کہو کہ نبی ﷺ نے تمہیں اپنی بیٹی سے نکاح کر دینے کا حکم دیا ہے۔ صحابی رسول شاداں و فرحاں وہاں پہنچتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے پیغام کو بہ صد مسرت قبول کرتے ہیں۔ تاہم نکاح کی بابت عرض کرتے ہیں کہ ذرا رکو میں اپنے اہل خانہ سے مشورہ کر لوں۔

وہ انصاری صحابی گھر میں مشورہ کرتے ہیں، اہلیہ کہتی ہیں یہ جُلیب نہ وجیہ و شکیل، نہ امیر و معروف، بھلا ایسے شخص سے ہم اپنی بیٹی کی شادی کیسے کر دیں؟ نہیں یہ ممکن نہیں ......نیک صالحہ بیٹی ساری باتیں گھر کے ایک کونے سے کھڑی سن رہی تھیں۔ ماں کے فرمان رسول ﷺ کے انکار پر وہ لرز گئی ....لرزاں و ترساں ماں سے کہتی ہیں: اماں! ذرا سوچو! تم ظاہری نیرنگی پر فدا ہو۔ شریعت باطنی راحت و نیرنگی کی ضامن ہے ......اماں کیا تم کو یقین نہیں کہ فرمان رسول ﷺ کے تسلیم کی برکت سے تمہاری بیٹی دنیا و آخرت پر دو جہاں کی تمام سعادتوں سے بہرہ ور ہوگی......اماں! ایک بار پھر سوچو! نبی ﷺ کے پیغام کو قبول کر لو اسے قطعاً رد نہ کرو.....ان شاء اللہ اسی میں ہم سب کے لئے خیر ہوگا......تاریخ میں اس نیک بیٹی کے الفاظ ان سنہرے اکشروں میں درج ہے: "اتردون علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، امرہ؟ ادفعونی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ لن یضیعنی" (پیارے ابا امی جان!) کیا آپ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ٹال رہے ہیں؟ مجھے ان کے سپرد کر دیں، یقیناً وہ مجھے ضائع نہیں ہونے دیں گے" اور پھر اس نے یہ آیت تلاوت کی: " وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ " (احزاب:۳۶) یعنی مومن مرد اور عورت کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے امور و معاملات میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا"......یہی ایمان کا تقاضا ہے۔ اس میں لازماً خیر و سعادت ہے.....

والدین کو ہوش آ گیا..... جرأت انکار پر استغفار کیا۔ پیغام رسول ﷺ کو قبول کیا.....والدین یا پھر دونوں میں کوئی ایک ہوں، ان کی اطاعت لازم ہے۔ یہ اسلام کا حکم ہے......مگر ہر حکم دین کا اعتدال سے مربوط ہے........ماں باپ کھلے طور پر شریعت کے احکام کے خلاف کرتے بولتے نظر آئیں تو پھر وہاں ان کی

اطاعت عین معصیت ہے.... والدین ہیں تو کیا شریعت سے بڑھ کر تو نہیں ہیں..... قرآن میں اسوۂ ابراہیمی موجود ہے...... حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کی بے حد قدر کرتے تھے، مگر غلطی پر کھلے شبدوں میں احتجاج اور مخالفت کرتے تھے...... یہی حکم مسلمانوں کو ہے: "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق" یعنی جس کسی کا بھی کام خالق کی معصیت آلود ہو، اس کی اطاعت جائز نہیں...... خانگی زندگی میں والدین کو بھی اسلام کے اس حکم اور بنیادی اصول کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر اولاد کسی غیر شرعی فکر و عمل پر نکیر کریں تو اسے قطعاً برا نہ مانیں، بلکہ اس کی اصلاح کرلیں۔

والدین نے نیک بیٹی کی بات تسلیم کی

والدین نے نیک صالحہ بیٹی کی بات تسلیم کی۔ پیغام رسول کو قبول کیا۔ لڑکی کے والد انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہونچتے ہیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ و حکم بصد شوق و مسرت قبول ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری صورت حال معلوم ہوئی اور نیک صالحہ لڑکی کی شرافت اور تقویٰ شعاری کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور اس نیک بیٹی کے حق میں دعا دیتے ہوئے فرمایا: "اَللّٰهُمَّ صَبِّ الْخَيْرِ عَلَيْهَا صَبًّا وَلَا تَجْعَلْ عَيْشَهَا كَدًّا" یعنی اے اللہ اس بچی پر خیر اور بھلائی کے دروازے کھول دے اور اس کی زندگی کو کلفت وصعوبت کی کدورت اور تنگی سے دور رکھ"۔

(مستفاد: از: سنہری کرنیں: ص، ۶۵، بحوالہ، موارد الظمآن: ص، ۲۲۶۹، احمد: ۴/ ۴۲۵، مجمع الزوائد: ۹/ ۳۰۷، وغیرہ)

تاریخ کی کتابوں میں درج ہے کہ نیکی و تقویٰ کی بنیاد پر قائم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مستجاب دعا کی برکت سے سرشار یہ گھرانہ جو معاشرہ کا سب سے غریب گھرانہ تھا۔ دیکھتے دیکھتے بے حد خوشحال و ممتاز گھرانہ بن گیا اور تاریخ نگاروں کے الفاظ میں:

''فکانت من اکثر الانصار نفقة ومالاً'' یعنی انصاری گھرانوں میں یہ گھرانہ سب سے امیر اور خرچیلا ہوگیا......''۔

بلاشبہ ایں سعادت بزور بازو نیست........تا نہ بخشد خدائے بخشند........مگر دارین کی سعادت ومسرت کے حصول کا ایک ذریعہ وہ نیک خاتون بھی تھی جس نے دنیا کی ظاہری عیش وعشرت پر شریعت کو ترجیح دی۔ ظاہری غربت اور تنگی ومحرومی کو ضرور گلے لگایا لیکن شریعت کی قدر نے جلد ہی اس قید سے بھی آزاد کر کے دنیا کی خوشحالی کے ساتھ آخرت کی بھی عزت وکامرانی سے مالا مال کر دیا۔ بے شک آج بھی دین وشریعت کی ہمارے اندر قدر ہو اور اس کے احکام ہماری ترجیحات میں ہو تو یہ سعادت ہمیں بھی لازماً حاصل ہوگی۔

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ

''اسلام میں عورت کی عظمت'' تمام ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .

محمد ارشد جمیل رشیدی رجولی، دربھنگوی

خانقاہِ رحیمی دار العلوم محمدیہ بنگلور

مورخہ: ۱۰؍ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

مطابق ۱۲؍جنوری ۲۰۱۴ء بروز اتوار

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ

کی مزید تالیفات

۱	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	جلد اول و دوم (سوم زیر طبع)
۲	انوار السالکین	
۳	انوارِ طریقت	
۴	تصوف کی حقیقت	
۵	سفر نامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ	
۶	مفتاح الصلوٰۃ	
۷	ملفوظات حبیب الامت حفظہ اللہ	دو جلدیں
۸	سوانح حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ	
۹	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۰	خطباتِ رحیمی	دس جلدیں
۱۱	خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام	دس جلدیں
۱۲	تفسیری خطباتِ حبان	دو جلدیں
۱۳	خطباتِ رمضان المبارک	چار جلدیں
۱۴	طالبات تقریر کیسے کریں؟	دس جلدیں
۱۵	خواتین کے لئے منتخب تقاریر	
۱۶	خواتین کے لئے اصلاحی تقاریر	
۱۷	مستورات کے لئے انقلابی تقاریر	
۱۸	الحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم	
۱۹	زیاراتِ حرمین شریفین	
۲۰	مجالسِ رحیمی	

☆☆☆

تفسیری خطباتِ حبان

"تفسیری خطباتِ حبان" قرآنِ مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصائصِ قرآن وخلاصۂ تفسیر کا عام فہم مجموعہ ہے، جس میں عربی خطبہ کے بعد حضرت سیماب اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے منظوم ترجمۂ قرآن سے آیات کے اردو اشعار بھی لگائے گئے ہیں، اسی طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب اشعار اور چند قرآنی قصائص بھی جابجا لائے گئے ہیں۔تاکہ سامع کے لئے نشاۃ اور دلچسپی کا باعث ہو۔

592 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ائمہ، واعظین، خطباء، مبلغین اور تازہ واردان بساط تفسیر کے لئے مختصر وقت میں منزل مطلوب تک پہونچ جانے کے لئے بیش قیمت زادراہ ہے۔ قیمت:.........

خطباتِ رحیمی

دو ھزار صفحات پر مشتمل مکمل دس جلدیں

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی خلیفہ ومجاز پیر کامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ (نبیرہ حضرت گنگوہیؒ) وخلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ) کے ان اصلاحی وتبلیغی تقاریر کا مجموعہ ہے جو 1989ء میں دارالعلوم محمدیہ کی مرکزی جامع مسجد گنگونڈہلی کے سنگ بنیاد کے بعد نمازِ جمعہ سے قبل کی گئیں ہیں، عوام وخواص میں آپ کے ان خطبات کی مقبولیت کی بنا پر جنہیں ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی نے یکجا کر کے ائمہ مساجد خطباء حضرات کے لئے ایک ایسا مجموعہ ترتیب دیا ہے جو اختلافات سے بالاتر مختلف موضوعات پر مشتمل جہاں عالمانہ، ناصحانہ دلائل ومسائل سے مستنبط واثر آفرینی سے بھی لبریز ہے وہیں عام فہم اور آسان زبان کا استعمال کیا گیا ہے، جگہ جگہ دلچسپ واقعات شامل کئے گئے ہیں تاکہ عوام وخواص یکساں مستفید ہوسکیں۔

''خطباتِ رحیمی'' میں ہر تقریر کی ابتداء میں موضوع کے لحاظ سے ایک شعر، عربی عبارات پر اعراب اور ہر ہر صفحہ پر ذیلی سرخیاں لگائی گئی ہیں تاکہ موضوع کے انتخاب میں آسانی اور مطالعہ میں نشاط برقرار رہے۔ خطباء ومقررین، مدرسین وطالبین کے لئے دس جلدوں میں دو ہزار صفحات پر مشتمل یہ خطبات ایک ایسا مجموعہ ہیں جس میں وہ اپنی تمام تر تشنگی بجھا سکتے ہیں۔

قیمت:..........

فیضانِ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

''فیضانِ گنگوہیؒ'' امام ربانی قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ اور آپ کے سجادہ نشین حضرت الحاج عارف باللہ قلندر زماں مولانا الحاج محمد مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر مشتمل شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی (خلیفہ ومجاز اول پیر کامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ وخلیفہ ومجاز دوم حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ) کا مرتب کردہ ایسا مجموعہ ہے جس میں قلندرِ زماں کے حالات وواقعات، اقوال واذکار، مجالس مبارکہ اور آپ کے اصلاحی، تبلیغی، سیاسی اور علمی وعملی پہلوؤں پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے جس سے عوام وخواص اب تک ناواقف تھے۔ قارئین کے لئے یہ سوانح ایک ایسا دستاویز ہے جس میں عارف باللہ حضرت الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ اپنے دادا امام ربانی قطب ارشاد حضرت گنگوہیؒ کا پورا پورا عکس نظر آتے ہیں، اور آپؒ نے حضرت گنگوہی کی زندگی کو عملاً دہرایا کر بتایا ہے کہ زندگی سے رموز واسرار اور گوہر نایاب کیسے چنے جاتے ہیں۔ قیمت:..................

زیاراتِ حرمین شریفین

''زیاراتِ حرمین شریفین'' ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں نہ صرف حج وعمرہ کا طریقہ بلکہ تمام اوراد ووظائف، مسنون اور مستحبات ادعیہ، مقاماتِ مقدسہ کی نشاندہی، تاریخی پس منظر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملاً طریقہ کار، دلائل ومسائل، قصائص قرآنی واحادیثِ نبوی، درود وسلام، مناجات وادعیہ اور آدابِ حرمین مفصل بیان کئے گئے ہیں، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں جدید سائنسی تحقیقات وغیرہم شامل کی گئی ہیں غرض 400 صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ زائرین حرمین شریفین کے لئے ایک ایسا دفتر ہے جس میں وہ اپنی تمام تشنگی کو بجھا سکتے ہیں۔ قیمت:..................